عورت دولت اور شہرت

دت بھارتی

عورت دولت اور شہرت

ISCUS LIBRARY
15687
10807
MALEGAON

دت بھارتی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

اس ناول کے تمام کردار، مقامات اور ادارے
فرضی ہیں اور ان کا کسی شخص، جگہ، واقعہ یا
ادارے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کسی فرد یا
ادارے سے مطابقت اتفاقیہ ہے اور اس
کے لئے مصنّف یا پبلشر کسی طرح کی ذمہ داری
قبول نہیں کر سکتے۔

ناشر: بھارتی بک کلب ڈیو نگر، نئی دہلی

قیمت: چھ روپے

کتابت: حفیظ صدیقی

طابع: سود لیتھو پریس، دہلی

"میرے مردہ جذبات کو کرۂ ارض پر
ڈولتے پتّوں کی طرح بکھیر دو، تاکہ
مجھے جلدی سے نیا جنم مل جائے!"

شیلے

تاریکیوں کے سائے تو کچھ اور بڑھ چلے
شعلوں کی نذر کیوں نہ کریں ایسے گھر کو ہم

دلیپ بادل

گستاخی!

اٹھارہ برس پیشتر ۱۹۴۷ء کے اگست کے مہینے میں میں شملہ گیا تھا، اور وہاں میں نے ناول "چوٹ" لکھا تھا۔

اس کے بعد شملہ نہ جا سکا ——— دوسرے پہاڑی مقامات پر جاتا رہا۔ لیکن شملہ نہ گیا۔ "چوٹ" میری ادبی زندگی کا آغاز تھا، اور کامیاب رہا۔ اس کے باوجود میں شملہ نہ گیا۔

۱۹۶۵ء کے اگست میں ایک بار پھر شملہ پہنچ گیا۔ وہی بازار تھے، وہی پہاڑیاں۔ کچھ ماضی سے وابستہ یادیں ——— لیکن ان اٹھارہ برسوں میں بہت کچھ بدل گیا ہے۔ ان اٹھارہ برسوں میں میں نے دو درجن کے قریب ناول لکھے، جو مقبول ہوئے۔

زیرِ مطالعہ ناول میں نے شملہ میں لکھا ہے۔ کیوں ——— ؟ اس کا جواز

میرے پاس نہیں کہ اس بار اس ناول کو لکھتے ہیں شملہ کیوں پہنچا۔ کیا میں دوسرا "چہرہ" لکھنا چاہتا تھا؟

اس ناول کا انجام ٹریجیڈی نہیں۔ اس کے باوجود ٹریجیڈی ہے۔ "چہرہ" کی آشا عورت تھی۔ اور زیر مطالعہ ناول کی ریتا بھی عورت ہے، اور یہ دو عورتیں ....

بہر صورت حسب معمول میں قارئین کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

دیونگر۔ نئی دہلی — دت بھارتی

۱۱ر دسمبر ۶۵ء

کالج کی لڑکیوں میں رینا کا لباس سب لڑکیوں سے زیادہ شوخ اور قیمتی ہوتا تھا۔ ہر لڑکی اس کی سہیلی بننے کی خواہاں تھی۔ لیکن رینا سب لڑکیوں کو سہیلی نہ بنا سکتی تھی۔ اور جو لڑکیاں اس کے قریب تھیں وہ خود کو باعث فخر سمجھتی تھیں۔

رینا اپنی گرہ سے کالج کی "ٹک شاپ" (TUCK SHOP) سے چائے وغیرہ پلاتی۔ اپنے دوپٹے انہیں ایک دو پیریڈ پہننے کو دے دیتی۔ صرف اس دوپٹے کے تبادلوں سے وہ لڑکیاں خود کو برتر سمجھنے لگتیں۔ ایسے حالات میں رینا جو ان دوپٹوں کی مالکن تھی، اور لباس جس کا تبادلہ نہ ہو سکتا تھا، جو صرف اس کے خوبصورت، گداز اور مرمریں جسم کے لئے بنا تھا، بھلا خود کو برتر کیوں نہ سمجھتی۔

اس قیمتی لباس اور زیورات کے علاوہ جو وہ پہن کر کالج جاتی تھی، خدا نے اسے حسن بھی دے رکھا تھا۔ یوں تو ہر لڑکی جوانی میں چند روز کے لئے خود کو حسین سمجھتی ہے، لیکن رینا کا حسن خدا کا دیا ہوا ہی نہ تھا، بلکہ وہ حسن جامع تھا۔

کالج سے لوٹ کر اس نے سائیکل ڈیوڑھی میں چھوڑی۔ کیریر سے کتابیں اٹھائیں، اور زینہ پھلانگتی ہوئی اوپر پہنچی۔ وہ زینہ کبھی ایک ایک سیڑھی نہ چڑھتی تھی، بلکہ پھلانگتی تھی، کیونکہ پھلانگنے سے اس کے سینے کے زیر و بم اسے ایک تسکین سی دیتے تھے۔

کتابیں پھینک کر اس نے حسب معمول گرامو فون پر فلمی ریکارڈ چڑھا دیا۔ ریکارڈ آواز اگلنے لگا تو وہ خود بھی گنگنانے لگی۔ ریتا کی آواز میں بلا کا درد اور سوز تھا۔

ماں کمرے میں آئی۔

"کالج سے کب آئی ہو۔؟"

"ابھی۔ پانچ منٹ گذرے۔" ریتا نے جواب دیا۔

"چلو کھانا کھالو۔"

"ماں مجھے بھوک نہیں۔"

"بھوک کیوں نہیں ؟"

کالج میں ہی کھا لیا تھا۔"

"آج پھر ——————!" ماں چلا سی پڑی۔ "آج تمہارے ڈیڈی آتے ہیں تو میں تمہاری جیب خرچی بند کرا دوں گی۔"

"نہیں میری اچھی ماں۔" کہہ کر ریتا ماں سے لپٹ گئی۔

"کیوں نہ کراؤں! گھر کا کھانا چھوڑ کر بازار کا الم غلم کھانے سے تمہاری صحت خراب نہ ہو گی تو اور کیا ہو گا۔"

"ماں میں کیا کرتی!" ریتا نے مچل کر کہا۔ "بھوک بہت لگی تھی۔ جب قابو سے باہر ہو گئی تو میں نے ...."

"سڑی بُسی چیزیں کھائیں۔"

"نہیں ماں! ایک روز تم کالج آؤ! تم کینٹین کا کھانا پسند کرو گی۔ سموسے تو اتنے اچھے بناتا ہے کہ کھائے جاؤ اور پیٹ نہ بھرے۔"

"کیوں نہیں! اور گھر میں جو پکایا جاتا ہے؟"

"وہ بھی کھاؤں گی۔" ریتا نے مچل کر کہا۔

"تو چلو کھاؤ۔"

"ابھی نہیں! تھوڑی دیر بعد۔"

"ہوں ——"

ماں بیٹی پاس پاس کھڑی تھیں، لیکن وہ ماں بیٹی نہ نظر آتی تھیں۔ وہ جب باہر نکلتی تھیں، تو عام دیکھنے والا یہی سمجھتا تھا کہ وہ ماں بیٹی نہیں بلکہ بہنیں ہیں۔

ریتا اٹھارہ برس کی تھی تو ماں کی عمر چونتیس برس کی تھی۔ پندرہ برس کی عمر میں شادی ہوئی، سولہویں برس میں ریتا ہوئی —— اور اس کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس لئے ماں چونتیس برس میں بھی مشکل سے ستائیس برس کی نظر آتی تھی۔ اور بسا اوقات تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ ماں بیٹی میں سے زیادہ جوان اور زیادہ خوبصورت کون ہے۔ ماں کا جسم ابھی ڈھلکا نہیں تھا، لیکن اس کے حسن میں رعونت اور جوانی تھی۔ ریتا کے حسن میں کشش تھی، لیکن دوشیزگی کی جھلک تھی۔

ریتا ایک کلی تھی اور ماں پھول ـــــــ دونوں کے متعلق صرف یہی کہا جا سکتا تھا۔

"میں آج بی بی جی کو ملنے جا رہی ہوں۔" ماں نے کہا۔

"کتنے بجے۔؟"

"بس تمہارا انتظار کر رہی تھی کہ تمہیں کھانا کھلا کر جاؤں۔"

"تو چلی جاؤ۔ میں کالج کا کام کروں گی۔"

"اچھا ـــــــ"

پندرہ منٹ بعد ماں تیار ہو کر چلی گئی۔ اب ریتا گھر میں تنہا تھی۔

"کاش اس وقت مہندر آ جائے۔ اس نے سوچا۔ لیکن مہندر اس وقت تو سٹوڈیو میں ہوگا۔ کل اس نے بتایا تھا کہ آج دن میں شوٹنگ ہو رہی ہے۔

شوٹنگ ـــــــ!

ریتا نے اٹھ کر آئینے میں خود کو دیکھا۔ وہ بھی تو ایکٹریس بن سکتی تھی۔ یہ خوبصورتی ـــــــ لیکن وہ ـــــــ محض ایک بیوی بن کر رہ جائے گی۔

بیوی ـــــــ

شادی ـــــــ

"کیا اس کی شادی ہو سکے گی؟" یہ سوال درجنوں بار ریتا کے ذہن میں اجاگر ہوا تھا۔ وہ تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ اس کے پاس حسن کی دولت تھی۔ اور اس کی ماں قیمتی جہیز دے سکتی تھی۔ پھر اس کے ذہن میں یہ سوال کیوں اٹھتا تھا کہ کیا

اس کی شادی ہو سکے گی ۔؟

رات کے اندھیرے میں وہ پھر مہندر سے ملی تھی ۔ وہی زینہ تھا ۔ وہی باہیں تھیں ۔ اور وہ سب کچھ تھا ۔

رات کا واقعہ سوچ سوچ کر ریتا کا جسم بھٹی کی طرح تپ رہا تھا ۔ یہ کتنا اچھا موقع تھا ۔ کاش اس وقت مہندر آجائے ۔ لیکن مہندر اس وقت شوٹنگ میں مصروف ہوگا ۔

جب ریتا کا جسم بھٹی بن گیا اور اسے کسی کل چین نہ پڑا تو اس نے کھڑکی کھول کر سامنے کے مکان پر نگاہ ڈالی ۔ وہ کھڑکی بند تھی ۔

"شکنتلا ۔" ریتا نے پکارا ۔

تین چار بار پکارنے پر کھڑکی کھلی تو شکنتلا ہی تھی ۔

"کیا بات ہے ؟" شکنتلا نے اپنی کھڑکی سے پوچھا ۔

"کالج کا کام نہیں کرنا ۔؟" ریتا نے سوال کیا ۔

"کالج کا کام ۔" شکنتلا مسکرا دی ۔ "کیوں نہیں ۔"

"تو یہاں آجاؤ ۔"

"ابھی آتی ہوں ۔" شکنتلا نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا ۔

دو منٹ بعد شکنتلا ریتا کے کمرے میں تھی ۔ ریتا کی باہیں کھلی ہوئی تھیں ۔ شکنتلا نے کتابیں پھینکیں اور وہ ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئیں ۔

شام کو رینا کا ڈیڈی آیا۔ ماں اور ڈیڈی اپنے کمرے میں تھے۔ رینا کالج کا کام کر رہی تھی۔

سوڈے کی بوتل کھلنے کی آواز جب اس کے کانوں میں پہنچی تو رینا مسکرا دی۔ اب میدان صاف تھا۔ وہ نیچے چلی گئی۔ مکان کا نچلا حصہ انہوں نے کرائے پر اٹھا رکھا تھا۔

مہندر کی ماں کھانا بنا رہی تھی۔

"کیا پک رہا ہے چچی؟" رینا نے سوال کیا۔

"آؤ بیٹی آؤ۔ کھانا پکا رہی ہوں۔"

"ہوں ــــــ مالتی کہاں ہے؟"

"ذرا بازار گئی ہے۔"

"بازار ــــــ" رینا نے اونچے لہجے میں کہا۔ اس کی نگاہیں کمرے کے دروازے پر مرکوز تھیں۔

آواز کمرے میں جا چکی تھی۔ اور اس آواز پر جو اثر ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ مہندر دروازے میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"اچھا چچی ــ میں چلتی ہوں۔"

"اتنی جلدی۔؟"

"میں تو مالتی کو دیکھنے آئی تھی۔"

رینا نے مہندر کو اشارہ کیا کہ میدان صاف ہے۔ اشارہ کر کے وہ اوپر چلی گئی۔ والدین کمرے میں بیٹھے تھے۔ ڈیڈی کے آگے وہسکی سے بھرا گلاس پڑا تھا۔ اطمینان کا سانس لے کر وہ چھت پر چلی گئی۔ زینہ تاریک تھا۔

چھت پر اس نے بے صبری اور بیتابی سے دو تین چکر لگائے۔ پھر زینے میں قدموں کی آہٹ پا کر زینے کی طرف بڑھی۔

مہندر آ رہا تھا۔

آخری زینہ پر دونوں کا تصادم ہو گیا مہندر سے پہلے رینا نے اسے بازوؤں میں لے لیا اور اپنے جلتے ہوئے ہونٹ اس کے سرد ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

پندرہ منٹ تک یہ ہونٹ علیحدہ نہ ہو سکے۔ دونوں کا تنفس گرم ہو گیا تھا۔ جسم بھٹی بن گئے تھے۔ اور اعضاء ـــــــ

"آج دن میں بڑا سنہری موقع تھا۔" رینا نے الگ ہو کر کہا۔ لیکن ان کے ہاتھ ایک دوسرے کے جسم سے کھیل رہے تھے۔ "تین گھنٹے ـــــــ اور میں نے تمہارا بڑی شدت سے انتظار کیا۔"

"میں نے تو بتایا تھا کہ آج شوٹنگ ہے۔"

"میں جانتی تھی۔"

"پھر ـــــــ؟"

"پھر ـــــــ!" کہہ کر رینا نے جلتے ہوئے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

"رینا ـــــــ" مہندر نے الگ ہو کر کہا۔

"ہوں ۔" ریتا کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے یوں "ہوں" کہی جیسے وہ کئی میل دور سے بول رہی ہو۔

"ریتا! میں جب یہاں آتا ہوں، خوف سے میری ٹانگیں کانپتی رہتی ہیں۔" مہندر نے خوفزدہ لہجہ میں کہا۔

"بزدل ــــــ"

"بزدل تو ہوں! لیکن جس روز ہم پکڑے گئے، تمہارا تو کچھ نہ بگڑے گا، لیکن شامت میری آجائے گی۔"

"کیوں ــــــ؟"

"اس لئے کہ ہم غریب ہیں، اور تمہارے کرایہ دار۔"

"لیکن کرایہ ادا کر دیتے ہو۔"

"وہ درست ہے! لیکن ریتا تمہارے وہ ڈیڈی ــــــ"

"ڈیڈی ــــــ" ریتا غرائی۔ "میں دیکھوں گی کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اگر انہوں نے ہماری شادی نہ کی، تو میں تمام زیور اور نقدی لے کر تمہارے ساتھ بھاگ جاؤں گی۔"

"نہیں ریتا نہیں! ایسی بات نہ کہو۔ میرا دل اس کو سنتے ہی خوف سے دھڑکنے لگا ہے۔"

"بزدل ــــــ"

"اس میں کیا شک ہے۔ پھر تم خود ہی سوچو مجھے صرف اسی روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے اور اس میں ہم گذر کیسے کر سکیں گے۔؟"

"میں جو ریڈیو پر کوشش کر رہی ہوں۔"

"ریڈیو کی جگہ تم فلم لائن کو ترجیح کیوں نہیں دیتی ہو۔ میں نے آج سیٹھ جی سے بات کی تھی۔ تم ایک بار ملو تو سہی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں پہلی ہی فلم میں ہیروئن کا نہیں تو سائڈ ہیروئن کا چانس دیدیں گے۔"

"لیکن میں نے سنا ہے کہ فلم لائن میں گندگی بہت ہے۔"

"کیا ریڈیو پر نہیں۔" مہندر نے کہا۔ لیکن وہ کہنا کچھ اور چاہتا تھا۔

"وہاں نہیں۔"

"خیر! یہ تو اس روز پتہ چل سکے گا جب تمہیں وہاں پروگرام ملنے لگیں گے۔" مہندر نے کہا۔

"مرگئے مجھ پہ بری نگاہ رکھنے والے۔ آنکھیں نہ پھوڑ دوں۔"

"میری تو آج تک نہیں پھوڑیں۔"

"تم ———" کہہ کر وہ پھر لپٹ گئی۔ اور بے اعتباری سے ثبت کرنے لگی۔

"تم میرے محبوب ہو۔ میں تمہارے ساتھ عشق کرتی ہوں۔"

"کبھی کبھی تو مجھے خود پر دھوکا ہوتا ہے۔ شکل و صورت میری عام سی ہے۔ جسم دبلا پتلا ——— رنگ سانولا ——— نہ دولت میرے پاس نہیں۔ لباس میرے پاس نہیں۔"

"محبت میں یہ چیزیں نہیں دیکھی جاتی ہیں۔ عشق گڈریئے اور شہزادی میں بھی ہو سکتا ہے۔"

"گڈریا ——— ہاں میں گڈریا ہی ہوں۔"

"نہیں نہیں! میرا یہ مطلب نہیں تھا ——— تم تو میرے راجہ ہو ——
دنیا کے خوبصورت ترین لڑکے ——— ورنہ میں تمہیں عشق کیوں کرتی"

"یہ چوری چھپے کا کھیل ایک روز ...."

رینا نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔ "میں جان کی بازی لگا کر بھی تمہیں حاصل کر لوں گی۔"

اسی لمحہ اندھیرے میں ایک مضبوط ہاتھ بڑھا اور مہندر کی گردن اس ہاتھ میں تھی۔

مہندر کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے گھوم کر دیکھا تو رینا کا ڈیڈی تھا۔ تاریک زینے میں پلنے والا گناہ پکڑا گیا تھا۔

⁂

زینہ تاریک، متعفن اور بدبودار تھا۔ اس تاریک زینے کو عبور کرنے کے بعد گناہ بکتے تھے۔

ان کوٹھوں پر گناہ پلتے نہیں تھے، بلکہ فروخت ہوتے تھے۔ اور خریدار رات کی تاریکی میں یہ گناہ خریدنے آتے تھے۔

آخر یہ مندر نہیں تھے، نہ ہی مسجدیں یا گوردوارے۔ یہ تو بدنام بستی تھی جہاں کے رہنے والے بدنام تھے۔ سماج کی نظروں میں گناہ گار ـــــ گرے ہوئے ـــــ اور یہاں آنے والے بھی گرے ہوئے کمزور کردار لوگ ہی ہو سکتے تھے۔

ٹنو ان تاریک اور الجھی ہوئی سیڑھیوں کو طے کر کے جب چھت پر پہنچا تو وہاں موت کی سی خاموشی تھی۔

سفید چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ گاؤ تکیے لگے تھے۔ قالین اپنی جگہ بچھا تھا۔ ساز پڑے تھے۔ لیکن سازندے نہیں تھے۔

نغمہ تھا لیکن آواز نہ تھی۔

شوبھا تسلیم بجالائی۔ شِو نے سلام کا جواب دیا۔ زیرلب مسکرایا اور جوتا اتار کر اندر چلا گیا۔

"کیا بات ہے۔ یہ سناٹا کیسا؟" شِو نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سناٹا نہیں! آپ وقت سے پہلے تشریف لے آئے ہیں۔" شوبھا نے چھالیاں کترتے ہوئے کہا۔

"پھر میں اجازت چاہتا ہوں۔"

"کیوں! اب آپ تشریف رکھیئے۔ صرف پون گھنٹہ باقی ہے۔ کیوں نہ باتیں کریں۔"

"باتیں ——" شِو نے گہرا سانس لے کر جیب سے سگرٹ نکال لیا۔

"ہاں! آج تو موقع پیدا ہوا ہے۔ اور آپ بہت دنوں کے بعد تشریف لائے ہیں —— بھلا کتنے دن گذرے ہوں گے؟"

"کہہ نہیں سکتا۔" شِو نے کہا۔

"ماشاءاللہ! کیا سادگی پائی ہے۔ کیا اس شب کی یاد باقی نہیں رہی؟" شوبھا نے پان بڑھاتے ہوئے کہا۔

شِو نے نوٹ کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا

"اس تکلف کو رہنے دیجئے۔"

"کیوں۔؟"

"چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی۔ یہ پان میری طرف سے ہے۔ مجرا کے دوران میں جو پان پیش کیا جاتا ہے اس کے لئے آپ جو کچھ دیں، وہ میرا آنکھوں پر۔"

"اونکم یہ" کہہ کر شنو نے پان اٹھا لیا۔ "نہ معلوم اس محفل کی نشست و برخاست کب سیکھ سکو"

"خدارا غلط نہ سمجھیئے گا۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

"لیکن کیوں؟"

"نہ معلوم کیوں ——" کہہ کر شنو بھا مسکرا دی۔ "ایک بات پوچھ سکتی ہوں؟"

"مناسب ——"

"آخری بار آپ تشریف لائے تھے تو کچھ بھول تو نہ گئے تھے؟"

"یاد نہیں۔"

"اسے خلوص سمجھوں یا ......"

"کیا بھول گیا تھا؟"

"میں ہار گئی۔" شنو بھا نے کہا۔

"یہ ہار جیت کہاں سے آن ٹپکی۔"

"اماں ——" شنو بھا نے پکارا۔

دوسرے لمحے بڑی بی حاضر تھیں۔

"شنو صاحب تشریف لاتے ہیں۔"

"بیٹا آپ۔" بڑی بی نے کہا۔

"آداب۔"

"اماں انہیں یاد ہی نہیں اس روز کیا بھول گئے تھے۔ اور ہم ہیں کہ انتظار

کر رہے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں! تم انہیں یاد دلا دو۔"

"لیکن اماں انہیں یاد نہیں یا......"

"شنو بھابیٹی! یہ خاندانی ہیں۔ اپنی زبان سے کبھی نہ کہیں گے۔"

"کیا ہم خاندانی نہیں ہیں۔؟" شنو بھا نے کہا۔

"کون کہتا ہے ـــ نہیں ـــ" کہہ کر بڑی بی پاندان کے پاس بیٹھ گئیں۔ "بیٹا ایک بات کہوں۔"

"کہیئے ـــ" شنو نے کہا۔

"میں نہیں سمجھتی کہ اس جوانی میں تمہیں کیا پریشانی آگئی جس کی وجہ سے تم ہمیشہ کھوئے کھوئے رہتے ہو۔ شراب بری شئے نہیں! اگر اعتدال سے استعمال کی جائے۔"

"کیا مجھ سے کوئی نازیب حرکت ہوئی تھی یا......"

"نہیں بیٹا قطعاً نہیں! یوں تو اس کوٹھے پر شائستہ، مہذب اور خاندانی لوگ ہی آتے ہیں لیکن تمہارے متعلق......" بڑی بی نے رک کر کہا۔ "تم برا تو نہیں مان رہے کہ میں لفظ "تم" استعمال کر رہی ہوں۔" بڑی بی نے کہا...

"جی نہیں۔"

اسی لمحہ شنو بھا آگئی۔ اس کا ایک ہاتھ ساڑھی کے پلّو کے نیچے تھا جس میں وہ کچھ چھپا رہی تھی۔ بیٹھنے کے بعد اس نے ساڑھی کے پلّو سے ہاتھ نکالا۔ اس

بس پرس تھا۔

"اسے پہچانتے ہیں آپ۔" اس نے پرس دکھا کر کہا۔

"اسی قسم کا پرس میرے پاس بھی ہے۔"

"ہے یا تھا؟" شو بھا نے پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"اب ایسی بھی شائستگی کیا۔ لیجئے سنبھالئے۔ اس روز آپ اسے چھوڑ گئے تھے۔ کھول کر نوٹ گن لیجئے۔ پورے دو سو ستر ہیں۔"

"شکریہ۔" کہہ کر شو نے پرس جیب میں ڈال لیا۔

"گن تو لو بیٹا۔"

"مجھے تو یہ بھی یاد نہ تھا کہ میں اسے یہاں بھول گیا ہوں۔ ورنہ اگلے روز نہ آتا۔ میرا خیال تھا، ٹیکسی میں رہ گیا ہے۔"

"دیکھا اماں۔"

"دیکھ رہی ہوں بیٹا۔ آخر خاندانی لوگ چھپے رہتے ہیں۔"

"اور آپ کیا خاندانی نہیں جو اسے لوٹا رہی ہیں۔"

"بیٹا! یہ ہمارا پیشہ ہے۔ یہاں لوگ پی کر آتے ہیں۔ اچھے بھی بُرے بھی۔ لیکن جو نوٹ کوئی اپنے ہاتھ سے دے ہم اس کے حقدار ہیں۔ ہم تو اس نوٹ کے بھی حقدار نہیں جو کسی نے اپنے ہاتھ سے فرش پر رکھ دیا ہو۔"

"خوب آداب ہیں۔ اور میں انہیں یاد رکھوں گا۔" شو نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "لیکن بڑی بی یہ خاندانی کسے کہتے ہیں؟"

"بیٹا خاندانی اسے کہتے ہیں جو روایات، اخلاق اور اپنے کردار کو جذبات پر ترجیح دے۔"

"اس نقطہ نظر سے کمیونسٹ تو کبھی خاندانی نہیں ہو سکتے۔" شبو نے مسکرا کر کہا۔

"بیٹا میں سیاست نہیں سمجھتی۔"

"اچھا یہ بتایئے عورت کتنی قسم کی ہوتی ہے؟"

"عورت کی بیٹا تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو ہر وقت کھاتی رہے۔ ہاتھ پاؤں بڑے اور بھدے۔ ادھر پکاتی رہتی ہے ساتھ ہی کھاتی رہتی ہے۔"

"اماں۔" شوبھا بول پڑی۔

بڑی بی نے توجہ منتقل کی۔ صحن میں ایک آدمی کھڑا تھا۔ جو وضع قطع سے پولیس آفیسر دکھائی پڑتا تھا۔ بڑی بی "میں ابھی حاضر ہوتی ہوں۔" کہہ کر چلی گئی۔

"اگر اجازت ہو تو ایک سوال کر سکتی ہوں؟" شوبھا نے مؤدب لہجہ میں کہا۔

"یہ سوال کی نوعیت پر ہے۔"

"ہے تو ذاتی۔"

"خیر پوچھئے۔"

"آپ ایک عرصہ سے آرہے ہیں۔ آپ کے چہرے پر جو سب سے زیادہ خوبصورت چیز ہے وہ ہے آپ کی خوبصورت آنکھیں جن میں ان گنت ٹوٹے سپنے سو رہے ہیں۔ میں عرصہ سے آپ سے باتیں کرنا چاہتی تھی۔ لیکن آپ جب بھی آئے یہاں مجرا ہوتا۔ پھر آپ کو دو ایک بار روکنا بھی چاہا لیکن ......"

"بیس رکا نہیں۔"

"جی ہاں! یہ تو میں جانتی ہوں، کہ آپ شادی شدہ نہیں، لیکن ایک بات پوچھے بنا نہیں رہ سکتی۔ آپ کی محبوبہ ان ویران آنکھوں میں ڈوب نہ جاتی ہو گی۔"

شنو مسکرایا۔ "آپ نے کیسے جان لیا کہ میری ایک محبوبہ بھی۔ ہے؟"

"اب یہ کہنا ہی پڑے گا کہ میں ایک ویشیا ہوں۔ سن رسیدہ تو نہیں ہوں لیکن ایسی نادان بھی نہیں ہوں پھر ہمارا پیشہ ایسا ہے کہ مختلف آدمیوں سے ملنا پڑتا ہے۔ آپ نے جس غزل کی بھی فرمائش کی وہ عام شاعر کی نہ تھی۔ اور تمام غزلوں کا مفہوم تھا کہ میں وہ زبان کہاں سے لاؤں جو دل کی بات بیان کر دے۔ اور میں جانتی ہوں کہ آپ نے اپنی محبوبہ سے آج تک زبان سے کچھ نہ کہا ہو گا، بلکہ میرا قیاس ہے کہ آپ نے آج تک اس سے بات ہی نہ کی ہو گی۔ صرف ان ویران آنکھوں سے اسے دیکھ کر دل کی بات کہہ دیتے ہوں گے۔ کیا یہ غلط ہے؟" شنو سبھا نے مسکرا کر کہا۔

"میں ہاں یا نا میں جواب نہ دوں گا۔" شنو نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کی عمر میں لوگ اس بازار میں جسم خریدنے آتے ہیں۔ گانا سننے نہیں۔ گانے کا شوق انسان میں تیس برس کی عمر کے بعد بیدار ہوتا ہے۔ یا وہ فلمی گانے سنتے ہیں۔" شنو سبھا نے کہا۔

"مجھے ادب اور موسیقی سے لگاؤ ہے۔ اور آپ ایک فنکارہ ہیں۔ مجھے فن سے پیار ہے۔" شنو نے کہا۔

"وہ میں جانتی ہوں۔"

"کیسے۔؟"

"آپ ایک روز اپنا ایک ڈرامہ یہاں بھول گئے تھے۔ آپ ریڈیو کے لئے ڈرامے لکھتے ہیں نا۔"

"لکھتا تو ہوں لیکن وہ ابھی اس قابل نہیں کہ براڈ کاسٹ ہو سکیں۔" شِشو نے اعتراف کیا۔

"پھر ایک پیشین گوئی کی اجازت دیجئے۔"

"اجازت۔"

"ایک روز آپ ملک کے نامور فنکار ہوں گے۔ دولت اور شہرت آپ کے قدموں میں لوٹ رہی ہو گی۔"

"اور عورت۔" شِشو نے مسکرا کر کہا

"عورت! میں کہہ نہیں سکتی! انسان کو تین چیزوں میں سے صرف ایک شے کا سکھ مل سکتا ہے۔ کسی کو دولت مل جاتی ہے، اسے شہرت اور عورت کا سکھ نہیں ملتا۔ اسی طرح جسے شہرت مل جاتی ہے، اسے دولت اور عورت کا سکھ نہیں مل سکتا۔ اور جسے اچھی صورت اور سیرت کی عورت مل جاتی ہے، اسے دولت اور شہرت کا سکھ نہیں ملتا۔" شوبھا نے کہا۔

"آپ لفظ سکھ استعمال کر رہی ہیں نا۔" شِشو نے آہستہ سے کہا۔

"جی ہاں! دولت مل سکتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس کا سکھ بھی ملے۔ اسی طرح شہرت مل سکتی ہے، ضروری نہیں کہ اس کا سکھ بھی ملے۔۔۔۔۔۔"

شوبھا نے وضاحت کی۔ "اور اب اگر اجازت ہو تو میں جا کر کھانا کھا لوں۔"

"ضرور۔"

"آپ ساتھ دیجئے گا۔"

"جی نہیں شکریہ۔" شو نے کہا۔

"ویسے ہمارے ہاں کا کھانا لوگ کھاتے نہیں۔" شوبھا نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں ۔؟" شو نے سادگی سے پوچھا۔

"شاید وہ ہمارے ہاں کے کھانے پاک نہیں سمجھتے۔"

"اور اس بازار سے آتشک اور سوزاک جیسی بیماریاں حاصل کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھتے، اور آپ کے کھانے سے نفرت کرتے ہیں۔" کہہ کر شو زیر لب مسکرا دیا۔

"خوب! بہت خوب کہا۔" شوبھا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

کچھ تماش بین آ گئے، تو محفل جم گئی۔ اور شوبھا شو کی پسند گا رہی تھی۔

"میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں"

✣

آہنی گرفت نے مہندر کی زبان بند کر دی تھی۔ اس کی آنکھیں ابل کر باہر آنے کو تھیں۔

"الو کے پٹھے۔ حرامزادے ــــــ تمہاری یہ جرأت۔"

"میں ــــــ میں ــــــ" مہندر کے منہ سے آواز نہ نکل رہی تھی۔ اس نے ریتا کو دیکھا جو خاموش کھڑی تھی۔

"میں میں کے بچے۔ اپنی اوقات بھول رہے تھے۔" اور دوسرے لمحہ ایک زناٹے دار تھپڑ مہندر کے چہرے پر تھا۔

وزنی ہاتھ کے تھپڑ سے مہندر کا سر گھوم گیا۔

وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

ڈیڈی نے جب اسے رحم کی درخواست کرتے پایا تو دوسرا تھپڑ جڑ دیا اور رحم کی درخواست رد کر دی۔

ریتا اب بھی خاموش کھڑی تھی۔

"حرامزادے۔ دو ٹکے کے لڑکے ہو۔ اور تمہاری یہ مجال۔" تیسرا انفیکشن رسید ہوا۔ "میں ابھی تمہارے باپ سے ملتا ہوں۔ کل ہی مکان خالی کر دو۔" ڈیڈی نے گرج کر کہا۔

شِنو نے ڈیڈی کے پاؤں پکڑ لئے۔

"بھاگ جاؤ ـــــ کتے کمینے۔"

مہندر بھاگ کھڑا ہوا۔ غنیمت تھی کہ دو منزل اترتے ہوئے وہ لڑکھڑا کر زینے میں گر نہ پڑا۔

"چلو نیچے۔" ڈیڈی نے ریتا سے کہا۔

ریتا خاموشی سے نیچے چلی دی۔ ڈیڈی اس کے ساتھ تھا۔ کمرے میں ماں بیٹھی تھی۔ میز پر وہسکی کی بوتل تھی اور دو گلاس تھے۔

"لو سنبھالو اپنی لاڈلی کو۔"

"کیا ہوا۔؟" ماں نے سوال کیا۔ اور ریتا کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ کوئی غلطی کر کے آئی تھی۔

"اسی سے پوچھ لو۔"

"کہاں تھی یہ۔؟"

"اوپر چھت پر۔ اس ٹکے کے لڑکے کے ساتھ۔"

"کس کے ساتھ۔؟"

"مہندر کے ساتھ۔"

"ہوں۔" کہہ کر ماں اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں چھت پر جا رہا ہوں۔ اس سے تفصیل سے پوچھو۔" کہہ کر ڈیڈی کمرے سے نکل گیا۔

"کہاں تھیں تم؟" ماں نے قریب آ کر کہا۔

ریتا نے جواب نہ دیا

"اب زبان بند رکھنے سے کام نہ چلے گا۔ جواب دیتی جاؤ۔ چھت پر کیا کرنے گئی تھیں؟"

ریتا خاموش رہی۔

"تم یوں نہیں بولو گی۔" ماں نے ایک تھپڑ جڑ دیا۔ "میں جو پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو۔"

"میں پیشاب کر کے آ رہی تھی کہ اس نے مجھے روک لیا۔"

"اس نے روک لیا۔ اور تم نے شور کیوں نہ مچایا۔ اس کی جرأت کیسے ہوئی۔"

ماں نے دوسرا تھپڑ رسید کیا۔ "سچ سچ بتاؤ، کیا ہو رہا تھا؟"

"کچھ نہیں ماں! ہم صرف ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے کھڑے تھے۔"

"ہاتھ پکڑے کھڑے تھے یا لپٹے ہوئے تھے۔"

ریتا خاموش رہی۔

"ہوں تو یہ بات ہے۔ یہ سلسلہ کب سے جاری ہے؟"

ریتا خاموش رہی۔

"میں جو پوچھ رہی ہوں، اس کا جواب دو۔ تم اسے کب سے مل رہی ہو؟"

"آج پہلی بار ایسا ہوا ہے۔"

"جھوٹ! تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ آج پہلی بار نہیں ملی ہو ـــــــ آج کیا ہوا تھا؟"

"صرف ہم باتیں کر رہے تھے۔"

"جھوٹ! کیا اس نے تمہارا بوسہ لیا تھا۔؟"

ریتا خاموش رہی۔

"ہوں! تو یہ بھی ہوا ہے۔ اور اس کے علاوہ بات کہاں تک پہنچی تھی۔" اس نے غصّے سے سرخ ہو کر کہا۔

"اور کچھ نہیں۔"

"اور کچھ نہیں! بے شرم! بے غیرت! مجھ سے چھپا رہی ہو۔ اگر منہ پر کالک ہی لگانا تھا تو اتنی دو پیسے کے لڑکے سے کیا حاصل تھا۔ میں اس لئے لاڈ کرتی ہوں۔ اس لئے تمہارے نخرے برداشت کرتی ہوں۔ بہترین کھلاتی ہوں۔ بہترین پہناتی ہوں تاکہ تم کلنک بنتی پھرو۔ شرم نہیں آتی۔ اگر جوانی سنبھالی نہیں جا سکتی تو میں اس کا علاج جانتی ہوں۔ میں تمہارا کل سے کالج جانا بند کر دونگی۔"

"نہیں ماں! آئندہ ایسا نہ ہوگا۔"

"لیکن اب ایسا کیوں ہوا؟"

"ماں! میں نے شروع نہیں کیا! میں تو آرہی تھی کہ اس نے مجھے پکڑ لیا۔"

ریتا نے صفائی پیش کی۔

"اور تمہاری اجازت کے بغیر اس نے تمہارا بوسہ لے لیا۔ سچ بتاؤ کہ اس سے آگے بھی کچھ ہوا ہے۔؟"

"ماں میں سچ کہتی ہوں ۔ یہ بھی آج پہلی بار ہوا ہے ۔"

"خیر ان کا سامان تو صبح ہی اٹھوا کر پھینکتی ہوں ۔ اب تم اپنے کمرے میں چلو ۔ اور یاد رکھو کہ آج کے بعد اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو بوٹیاں کتوں کو ڈلوا دوں گی ۔"

اب ریتا کا موقع تھا ۔ وہ رونے لگی ۔ "ماں یقین کرو ، میرا کوئی قصور نہیں ۔"

"خیر اب تم اپنے کمرے میں جاؤ ۔"

ریتا روتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی ۔ آنسو تو عورت کا سب سے بڑا ہتھیار ہے ، جس سے وہ اپنے گناہوں کو دھو سکتی ہے ۔

دس منٹ بعد ڈیڈی نیچے آ گیا ۔ انہوں نے کمرے کا دروازہ بند کر ڈالا ۔

"کیا پتہ چلا ۔ ؟"

"ابھی بات بگڑی نہیں ۔" ماں نے کہا ۔

"تم نے اچھی طرح پوچھ لیا ہے نا ۔ ؟"

"ہاں ابھی صرف بوسہ بازی تک ہی ہے ۔"

"لیکن اب ہمیں بہت محتاط رہنا پڑے گا ۔" ڈیڈی نے کہا ۔

"میں نے تو پہلے روز ہی کہا تھا کہ جس کے جوان بیٹا ہو اسے کرایہ دار نہ رکھو ۔" ماں نے کہا ۔

"خیر ! انہیں تو میں صبح ہی نکال دوں گا ۔"

"آپ نے کس حالت میں پکڑا ۔ ؟"

"ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے تھے ۔"

"ہوں ۔"

"میرا خیال ہے کوئی لڑکا دیکھ کر اس کی شادی کر دیں ۔"

"میں چاہتی تھی کہ یہ بی اے کر لے۔ اگر شادی کامیاب نہ ہو، تو خود کما سکے گی۔ خاوند کے رحم وکرم پر تو نہ ہو گی۔" ماں نے کہا۔

"وہ تو درست ہے۔ لیکن ...."

"لیکن لڑکا ہے کہاں۔"

"دیر بھان کے متعلق تم نے کیا سوچا ہے؟"

"نہیں! کبھی نہیں! میں اس لاڈ و پیار کی پالی لڑکی کو دیر بھان سے نہیں بیاہ سکتی۔ وہ اسے کیا سکھ دے گا۔"

"اور اگر یہ مہندر کے ساتھ ...."

"نہیں یہ بھی نہیں! میں آج سے اس کی خاص نگرانی کروں گی۔ سال سوا سال کی بات ہے۔ بی اے کر لے گی تو ...."

"خیر یہ تم بہتر سمجھ سکتی ہو۔"

اگلے روز صبح ہی صبح مہندر کے باپ کو دو تین روز کے اندر اندر مکان خالی کرنے کا حکم دیدیا گیا۔ جو اس نے ہاتھ جوڑ کر تسلیم کر لیا۔

مہندر تمام رات آرام سے سو نہ سکا تھا۔ وہ ریتا کی موجودگی میں پٹتا رہا اور ریتا نے ایک لفظ نہ کہا۔ بلکہ آج صبح اسکے ڈیڈی نے کہا تھا کہ پہل مہندر کیطرف سے ہوئی تھی اور ریتا بے قصور تھی۔

ریتا کالج سے لوٹی تو اسے موقع نہ ملا۔ دوسرے روز ماں کی کڑی نگرانی جاری رہی۔ لیکن تیسرے روز موقع ملا تو وہ نیچے چلی گئی۔ مہندر کی ماں کام کر رہی تھی۔

"چچی۔" ریتا نے پکارا۔

چچی نے جواب نہیں دیا۔ بس اسے دیکھا اور نظریں جھکا کر کام کرنے لگی۔

رینا اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

"چچی آپ مجھ سے ناراض ہیں۔"

"نہیں بیٹا! ہم کیوں ناراض ہونے لگے۔"

"پھر آپ نے جواب کیوں نہ دیا؟"

"اب بیٹا کیا تم نہیں سمجھتی ہو! میرے بھی بیٹیاں ہیں۔ لیکن بیٹا یہ کوئی اچھی بات نہ تھی۔ پہلے تم نے خود ہی یہ چوری چھپے کا کھیل شروع کیا۔ پھر تم نے مہندر کو پٹوا ڈالا۔ وہ پٹتا رہا اور تم نے ایک لفظ نہ کہا۔ بیٹا ہم غریب ہیں۔ ہمیں اپنی پریشانیوں سے فرصت نہیں ملتی۔ تم لاڈ و پیار سے پلی ہو۔ امیر ہو۔ اچھا کھاتی ہو، اچھا پہنتی ہو۔ اور ہم تو اپنی غربت کو ڈھانپنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"لیکن چچی ——— میں آپ کے گھر کی بہو بننا چاہتی ہوں۔"

"لیکن رینا! یہ ناممکن ہے! مخمل میں ٹاٹ کا پیوند نہیں لگا کرتا۔ میرا بیٹا صرف اسّی روپے ماہوار کماتا ہے۔ اس کے پتا جی کو صرف ڈیڑھ سو روپے ماہوار ملتے ہیں۔ ہم اس قابل نہیں ——— پھر تمہارے والدین اس رشتہ کو کبھی منظور نہ ہوگا۔"

"اگر میں انہیں رضامند کر لوں تو آپ تو انکار نہ کریں گی۔"

"نہیں رینا! یہ خواب کبھی سچ نہ بنے گا۔ مہندر کسی طرح بھی تمہارے قابل نہیں۔ وہ تعلیم میں کم ہے۔ شکل و صورت میں کم ہے۔ ہم روکھا سوکھا کھا لیتے ہیں۔ موٹا پہن لیتے ہیں۔ اور تم سلک کے کپڑوں میں پلی ہو۔"

"چچی! میں یہ سب کچھ تیاگ سکتی ہوں! مجھے امیری سے نفرت ہے! ان سلک کے کپڑوں سے نفرت ہے! میں مہندر کو پیار کرتی ہوں، اور اس کے بنا زندہ نہ رہ سکوں گی۔" کہہ کر رینا رونے لگی۔

"بیٹا یہ کہہ دینا آسان ہے! لیکن تم کیا جانو غریبی کسے کہتے ہیں۔ فاقہ کسے کہتے ہیں! بیٹی تم اس سپنے کو بھول جاؤ! امیر اور غریب کا کبھی میل نہیں ہوا۔"

"چچی میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔" رینا کی آنکھیں ساون بھادوں بن گئی تھیں۔ "چچی یہ آنسو نقلی نہیں۔"

"میں جانتی ہوں بیٹا! لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ آج شام کو ہم مکان خالی کر رہے ہیں۔"

"آج شام کو۔" رینا کا دل دھک سے رک گیا۔

"ہاں!"

"کہاں جا رہے ہیں آپ؟"

"نہیں بیٹا! اب یہ کھیل بند کر دو۔ مجھے اپنا بیٹا پیارا ہے۔ ابھی تو صرف تھپڑوں تک ہی بات رہی۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارے ڈیڈی غنڈوں سے اسے پٹوا دیں۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں ناکارہ کرا دیں۔ ہم تو پولیس میں رپورٹ بھی درج نہ کرا سکیں گے۔ اب تو بہتر یہی ہے کہ تم اسے بھول جاؤ۔" چچی نے صاف الفاظ میں کہا۔

"چچی کیا یہ آسان ہے! میں اس کے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ آپ ایک بار ہاں کہہ دیں۔ میں اپنے والدین کو منوا لوں گی۔" رینا زار زار رو

رو رہی تھی ۔ اور یہ آنسو تو پتھر کو پگھلا سکتے تھے ۔

"خیر! تم پہلے انہیں رضامند کرو۔"

"آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ۔"

"میں کہہ نہیں سکتی! یہ تو سنجوگ کی بات ہے ۔"

"خیر! آپ نئے مکان کا پتہ تو بتا دیں ۔"

"نہیں بیٹی! جب تک تمہارے والدین تیار نہیں ہو جاتے ، میں نہیں چاہتی کہ تم مہندر سے ملو ۔ نہ ہی اسے خط لکھنا ۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں ۔"

لیکن اس وعدے کے باوجود ماں نے پتہ نہ بتایا ۔ ریتا کی ماں آگئی تھی ۔ اس لئے وہ اٹھ کر چلی گئی

اوپر کمرے میں ماں بیٹی کی ملاقات ہو گئی ۔

"کہاں سے آرہی ہو ۔؟"

"شکنتلا کے ہاں گئی تھی ۔"

"گھر کھلا چھوڑ کر ۔"

"صرف ایک منٹ کے لئے تو گئی تھی ۔"

"اور یہ آنکھیں کیوں سرخ ہیں ۔ کیا رو رہی تھی ؟"

"ماں ۔" کہہ کر ریتا ماں سے لپٹ گئی ۔ اور بلک بلک کر رونے لگی ۔

"میری بچی ۔ میری بیٹی ۔"

"ماں! ماں! میں مر جاؤں گی ۔ میرے ساتھ یہ ظلم ہے ۔"

"ریتا یہ ظلم نہیں! جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ تم ابھی اپنا اچھا اور برا سمجھنے کے قابل نہیں ہو۔ پیار کی گرمی صرف چند روز کی ہوتی ہے۔"

"نہیں ماں! میں اس کے بغیر جی نہیں سکتی۔" ریتا نے روتے ہوئے کہا۔

"پگلی نہ ہو! میں نے تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ بی اے کر لو۔ تمہارا بی اے کرنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ تم اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکو۔ کل اگر تمہاری خاوند سے نہیں بنتی تو کم از کم اپنی روٹی تو پیدا کر سکو گی۔ نوکری کر سکو گی۔"

"ماں! جب تم جانتی ہو تو پھر اس غریب سے کیوں نہ شادی کرا لوں جو مجھے تمام عمر پیار کرے گا۔ جب تم جانتی ہو کہ اچھے پڑھے لکھے اور امیر لڑکے سے شادی کرنے کے بعد ہر وقت خوف لگا رہے گا کہ وہ مجھے چھوڑ نہ دے۔ تو پھر کیوں نہ اس غریب سے شادی کر لوں، جو مجھے سہارا دے سکتا ہے۔ جو مجھے پیار کرتا ہے۔ آج اس کی تنخواہ کم ہے، لیکن کل زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ پھر ہم ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔ اور وہ ہمیں جانتا ہے۔"

"تم پگلی نہ بنو! شادی بیاہ مذاق نہیں! میں نے تمہارے لئے دس ہزار رکھ چھوڑا ہے۔ کپڑا زیور الگ۔ پھر یہ مکان ہے۔ میرے بعد یہ تمہارا ہی ہوگا۔ اسی مکان اور جہیز کے عوض میں تمہارے لئے بہترین پتی حاصل کر سکتی ہوں۔" مالا نے جواب دیا۔

"ماں یہ تمہاری بھول ہے!"

"نہیں ریتا! مجھ پر وشواس رکھو۔ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں میں تمہیں زندگی میں سکھی دیکھنا چاہتی ہوں۔ یہ اپنے جسم پر لباس دیکھ رہی ہو۔ جانتی ہو ایسا

ایک بھی جوڑا کھدر خرید نہ سکے گا۔"

"ماں! یاد رکھو۔ ریشم کے کپڑوں سے وہ کھدر بہتر ہے جو پیار سے ملے۔ میں نمک سے روٹی کھالوں گی ۔ لیکن ...."

"اچھا اب یہ رونا بند کرو! تمہیں اپنی ماں پر وشواس رکھنا چاہیئے۔"

"لیکن ماں ...."

"کچھ نہیں! صرف تم بی اے کر لو۔"

"اس کے بعد تو اعتراض نہ کرو گی۔"

"نہیں۔" ماں نے زمانے کی گرم سرد ہوا دیکھی تھی۔ وہ جانتی تھی سال سوا سال کے عرصہ میں کئی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کتنی تغیر آجاتے ہیں۔

"میری اچھی ماں۔" کہہ کر زینا ماں سے لپٹ کر رونے لگی۔ اب آنسو خوشی کے تھے۔

شنو کی آنکھ سے نہ معلوم کیوں آنسو نکل گیا۔ یہ آنسو اس درد کا تھا جو دکھائی نہ دیتا تھا۔

وہ جب بھی تنہا ہوتا، اس کا دل بھر آتا اور پھر آنکھ سے آنسو ٹپک پڑتا۔ اور اس درد کا علاج نہ تھا۔

اس نے گہرا سانس لے کر آنسو صاف کیا۔ ایش ٹرے میں سگرٹ کو بجھایا اور کروٹ بدلی۔

"شنو ــــــــ" کمرے میں دیدی نے داخل ہو کر پکارا۔

شنو نے دیدی کو دیکھا۔

"کیا بات ہے۔ اداس رہے تھے۔"

"نہیں دیدی۔" شنو نے مسکرا کر کہا۔

"میں نے تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ تنہا نہ بیٹھا کرو۔ آخر یہ تمہیں کیا ہو جاتا ہے۔ جو بار بار رونے لگتے ہو۔؟"

"کچھ بھی تو نہیں دیدی! تم ناحق ایسا سوچتی ہو۔"

"اب تم مجھے بہلا رہے ہو۔"

"نہیں دیدی! یقین کرو۔"

"کیا پتاجی یاد آجاتے ہیں ؟"

شِو خاموش رہا۔

"لیکن شِو! غم کو یاد کرنے سے غم بڑھتا ہے۔ آخر دنیا میں ہمیشہ تو کوئی نہیں رہا۔ اب مقدر میں یہی لکھا تھا۔ بھلا تم اس مقدر کو بدل سکتے ہو۔ کیا میں بدل سکتی ہوں اسے؟"

شِو نے گہرا سانس لیا۔ اس کا دل بھر آیا اور آنکھیں پرنم ہو گئیں۔

"شِو! میں نہیں جانتی تم کتنے دکھی ہو۔ لیکن میری ایک خواہش ہے کہ تمہیں بیوی وہ ملے جو تم پہ پیار کی بارش کر دے۔ میں جانتی ہوں تمہیں ماتاجی اور پتاجی کا پیار نہیں ملا۔ اور اس پیار کی تلافی تمہاری بیوی پورا کر دے۔"

"کیا تم نے وہ تلافی نہیں کی ۔؟"

"میری بات اور ہے! مجھے اپنے بچوں اور پتی سے ہی فرصت نہیں ملتی۔"

"اس کے باوجود میں جانتا ہوں، تم مجھے کتنا پیار کرتی ہو۔ دیدی سچ کہتا ہوں، اگر تم اور کلونتا میرے نہ ہوتے تو اس زندگی میں رکھا ہی کیا تھا۔ کبھی کبھی تو میں سوچتا ہوں جب میں یتیم ہو گیا تھا تو آپ نے مجھے وہ پیار دیا جس کو پاکر میں زندہ رہنے پر مجبور ہو گیا۔" شِو نے کہا۔

"اب لگے چاپلوسی کرنے۔"

"نہیں دیدی! کاش میں یہ دل چیر کر دکھا سکتا۔"

"میں جانتی ہوں! اچھا اب اٹھ کر غسل کر لو۔"

"کلونت دفتر چلا گیا۔؟"

"ہاں۔"

"اور میں چارپائی توڑ رہا تھا۔"

"مت توڑا کرو۔ رات اتنی دیر باہر کیوں رہتے ہو؟"

"دیدی! دیر ہو گئی تھی۔؟"

"دیر ——— " دیدی مسکرا دی۔ "کیا شو بھا تمہیں وقت پر گھر جانے کے لئے نہیں کہتی۔ اور رات تم نے پھر بہت پی رکھی تھی۔"

"کیا مجھ سے کوئی ناجائز حرکت ہوئی تھی۔؟"

"نہیں! بس یہی کہ تم نے مجھے ساڑھے گیارہ بجے تک بھوکا رکھا۔"

"دیدی!" شیو نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "میں کتنا بُرا ہوں، کتنا بُرا۔ تم نے میری وجہ سے ساڑھے گیارہ بجے تک کھانا نہیں کھایا۔ اور میں نے آکر کس آسانی سے کہہ دیا تھا کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ میرے اس جواب سے تمہارے دل کو کتنا دکھ پہنچا ہو گا۔ دیدی میں مر کیوں نہیں جاتا۔"

"ہش! ایسی بات نہیں کہتے۔"

"کیوں نہ کہوں! تم نے مجھے ڈانٹا کیوں نہیں؛ میری وجہ سے ساڑھے گیارہ بجے تک انتظار کیا۔ بھوکی رہیں۔ اور میں نے کہہ دیا کہ کھانا کھا آیا ہوں۔ کلونت نے کیا سوچا ہو گا۔ ہر پتنی اپنے پتی کے ساتھ کھانا کھا لیتی ہے۔ تم نے اسے بھی کہہ دیا ہو گا کہ شیو آجائے پھر کھاؤں گی۔"

"اچھا اب تو کھا لو۔ یا اب بھی مجھے بھوکی رکھنا چاہتے ہو؟"

"نہیں ڈیڈی! مجھے سزا دو۔"

"سزا ___ کیسی سزا۔؟"

"رات جو میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔"

"اچھا اچھا اب یہ باتیں بند کرو۔ اگر تم سزا چاہتے ہو تو وہ سزا یہی ہے کہ آئندہ دیر سے نہ آنا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"اور کر کے بھول جاتا ہوں۔" ڈیڈی نے مسکرا کر کہا۔

"اس لئے کہ تم سزا نہیں دیتی ہو۔"

"اچھا سنو ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"کیا وینیتا بھی سچا پیار کر سکتی ہے؟"

"یہ کیا سوال کر ڈالا تم نے؟"

"کیا تم جواب نہیں دینا چاہتے؟"

"یہ بات نہیں! لیکن ڈیڈی میں اسے پیار نہیں کرتا ہوں۔ اس لئے میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ پیار کر سکتی ہے یا نہیں! اور پھر سچا پیار۔"

"پھر تم اس پر روپیہ کیوں خرچ کرتے ہو؟"

"ڈیڈی وہ ایک فنکارہ ہے۔ گانا ایک فن ہے۔ کیا ہم فلمیں نہیں دیکھتے ہیں۔ اور ٹکٹ نہیں خریدتے۔"

"لیکن فلم کی عورت گوشت پوست کی نہیں ہوتی۔ وہ صرف تصویر ہوتی ہے اور شو بھانو تمہارے جسم کو چھو بھی لیتی ہوگی۔"

"نہیں۔"

"لیکن دیشیا تو دیشیا ہی ہوتی ہے۔"

"نہیں دیدی! دیشیا ہو کر وہ کچھ کام دیویوں سے بہتر کرتی ہے۔"

"مثلاً ——————"

"یاد ہے، کچھ روز گذرے میں نے کہا تھا کہ میں اپنا پرس ٹیکسی میں چھوڑ آیا ہوں۔" شو نے کہا۔

"ہاں ——————"

"وہ میں اس کے ہاں چھوڑ آیا تھا۔ رات اس نے لوٹا دیا۔"

"خالی ——————"

"نہیں دیدی!" شو ہنس دیا "ایک پیسہ بھی کم نہ تھا۔ اگر خالی ہوتا تو لوٹا کر چور کیوں کہلاتی۔"

"دیدی ——————" صحن سے آواز آئی۔

"شنتی آئی ہے۔" دیدی نے کہا "لو اب تم غسل کر لو۔"

"میرا کھانا لگا دو۔"

"صرف روٹیاں تیار کرنا باقی ہیں۔"

"وہ بھی تیار کر دی ہوتیں۔"

"نہیں! گرم گرم کھانا۔ میرے پاس بیٹھ کر۔"

"اور دیدی! تم میرا کتنا خیال کرتی ہو، اور مجھے کتنا پیار کرتی ہو۔ اتنا پیار تو شاید میری سگی بہن بھی نہ کرتی۔"

"بچھر چاپلوسی۔"

شِو نے تولیہ اٹھایا اور غسل خانہ کی طرف بڑھا تو رسوئی کے باہر ششی سے تصادم ہو گیا۔ نگاہیں ملیں اور جھک گئیں۔ نہ معلوم کیوں اسے دیکھ کر شو کا دل دھڑکنے لگتا تھا۔

وہ غسل خانے سے نکلا تو دیکھا کہ ششی باورچی خانے کے دروازے میں بیٹھی تھی اور دیدی اندر۔

شِو نے لباس نکالا۔ وہ قمیص پہننے لگا تو دیکھا کہ قمیص کا ایک بٹن لوٹا ہوا تھا۔ وہ رسوئی گھر میں پہنچا۔

"دیدی سوئی دھاگہ کہاں ہے؟"

"کیوں بٹن ٹانکنا ہے۔"

"ہاں ——"

"تم کھانا کھا لو۔ میں بعد میں ٹانک دوں گی۔"

"بہتر ——" کہہ کر شِو باورچی خانہ کے اندر چلا گیا۔

"یہاں بیٹھ جاؤ۔" دیدی نے کہا۔ اور کھانا لگانے لگی۔

"دیدی میں ٹانک دوں۔" ششی نے آہستہ سے کہا۔

"ارے ہاں! مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ ششی تم ٹانک دو۔ شِو لو قمیص اتار دو۔"

شنو نے قمیص اتار دی۔
ششی نے ہاتھ بڑھا کر قمیص لی "سوئی دھاگہ وغیرہ کہاں ہے؟"

"اندر مشین میں ہیں۔" دیدی نے بتایا۔
ششی اندر چلی گئی۔

"یہ ششی بڑی اچھی لڑکی ہے۔" دیدی نے کہا۔

شنو نے جواب نہ دیا۔

"کیا تمہیں پسند نہیں۔"

"دیدی تم بھی کبھی کبھی عجیب بات کر دیتی ہو۔"

"کیوں۔؟"

"اب اچھی کسے کہتے ہیں؟"

"شکل و صورت اور سیرت سے۔"

"شکل و صورت سے تو بری نہیں۔ اب سیرت جان کر مجھے کیا لینا ہے"۔
بیشتر اس کے کہ دیدی کچھ کہتی ششی لوٹ آئی تھی۔ وہ بیٹھ کر بٹن ٹانکنے لگی۔
"کبھی کبھی میں سوچتی ہوں۔" دیدی بولی۔

"کیا ——— ؟" شنو نے پوچھا۔

"کہ ششی ساری عمر تمہارے بٹن ٹانکتی رہے۔"

شنو نے شرما کر سر جھکا لیا۔ لیکن ششی کا چہرہ تو حیا سے سرخ ہو گیا اور بیخودی میں سوئی اس کی انگلی میں اتر گئی۔ اور اس کے منہ سے سی نکل گئی۔ اس نے انگلی ہونٹوں میں دبا لی۔

"سنبھل کر ششی ۔ میں نے کوئی ایسی بات تو نہ کہدی تھی کہ تم سوئی انگلی میں اتار لو۔" دیدی نے مسکرا کر کہا۔

"دیدی ـــــــ" ششی نے منہ پھلا کر کہا۔ "میں نہیں ٹانکتی۔"

"بس ناراض ہوگئی۔ ذرا سی بات پر روٹھ گئی پگلی۔"

"لیکن دیدی........"

"اچھا اب بٹن ٹانک دو۔"

ششی نے ایک نظر شو کو دیکھا اور بٹن ٹانکنے لگی۔

"شو آج شام وقت پر لوٹ آؤ گے یا پھر مجھے گیارہ ساڑھے گیارہ تک بھوکی رکھو گے۔" دیدی نے کہا۔

"دیدی! اب اور شرمندہ نہ کرو۔ ورنہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔"

"اب تم بگڑنے لگے۔ میں کہتی ہوں، تم دونوں کے مزاج ایک سے ہیں۔ کم بولنا۔ ذرا ذرا سی بات پر روٹھ جانا۔ نہ معلوم تم دونوں مجھے کیوں اتنے پیارے لگتے ہو۔" دیدی نے مسکرا کر کہا۔

شو نے ششی اور ششی نے شو کو دیکھا

"اب کھانا کیوں بند کر دیا؟"

"بھوک نہیں۔"

"بھوک نہیں تو دو روٹیاں اور کھلاؤں گی۔ سمجھے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میں شام کو دیر سے آؤں گا۔ تمہیں بھوکا رکھوں گا۔ انتظار کراؤں گا۔ اور تڑپاؤں گا۔"

"ان دھمکیوں کی میں پرواہ نہیں کرتی۔ پہلے کیا دھمکی دے کر انتظار کراتے ہو، بھوکا رکھتے ہو اور تڑپاتے ہو نہ ــــــــ سن لیا ششی! اجو لڑکی اس سے شادی کرے گی نا۔ بس رات کے دو دو بجے تک بھوکی رہے گی۔ تڑپے گی، اور انتظار کرے گی۔ یہ شنو ہے۔ جسے ڈرامے لکھنے کا شوق ہے۔ جو براڈ کاسٹ نہیں ہوتے۔ اور کہا کرتا ہے۔ ایک روز فلمیں لکھے گا، اور ڈائرکٹ کرے گا۔" دیدی نے ششی سے یوں کہا، جیسے اسے تنبیہ کر رہی ہو۔

"یاد رکھو دیدی ایک روز میں بہت بڑا آدمی بنوں گا۔ لاکھوں کروڑوں لوگ میرا نام جانیں گے۔"

"مجھے کیا بیوی سکھ پائے گی۔"

"اور تمہیں کیا بھول جاؤں گا۔"

"ہاں۔"

"یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔؟"

"اگر تم نے میری پسند کی لڑکی سے شادی نہ کی، تو میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ تمہاری بیوی تمہیں مجھ سے چھین لے گی۔"

"میں اسے ٹھکرا دوں گا۔"

"لیکن ایسی نوبت آنے ہی کیوں دیتے ہو؟"

شنو نے جواب نہ دیا۔

"اچھی دیدی میں چلی۔ پھر آؤں گی۔" ششی نے بھرائی آواز سے کہا۔

"اچھا ــــــــ" دیدی نے اجازت دی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس

نے ششی کو رد کا تو وہ رو دے گی۔

ششی چلی گئی تو دیدی بولی "ننھو ———"

"ہاں ———"

"تم ششی سے باتیں کیوں نہیں کرتے؟"

"باتیں! دیدی وہ جوان لڑکی ہے۔ اگر میں اس سے باتیں کروں تو دنیا سو باتیں کرے گی۔"

"کیا تم اسے پسند نہیں کرتے؟"

"کمال بات کرتی ہو۔! اب وہ جوان لڑکی ہے۔"

"کیا جوان لڑکے اور لڑکیاں باتیں نہیں کرتے؟"

"میں ایسا جوان لڑکا نہیں ہوں۔"

"خیر! ایک روز پچھتاؤ گے۔"

"کیوں! میں کیوں پچھتانے لگا۔"

"اب ایسے بھولے نہ بنو! کیا تم نہیں جانتے وہ تمہیں کیوں پہروں دیکھتی رہتی ہے۔ کیوں یہاں آتی ہے، جب تم ہوتے ہو؟"

"لیکن دیدی میں نے اسے کب کہا ہے؟"

"اس کب کا بھی جواب نہیں۔ کیا ہر بات زبان سے کہی جاتی ہے۔ ادھر تم گونگے ہو ادھر وہ ——— اور میں کیوں ڈر جاتی ہوں، میں نہیں جانتی۔"

"اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟"

"اچھا تم اپنی کہے جاؤ۔ اور ایک روز پچھتاؤ گے۔"

"لیکن کیوں ؟"

"اب اس کیوں کا جواب میرے پاس نہیں! اپنے دل سے پوچھو۔"

"میرا دل میری طرح گونگا ہے۔"

"بڑی اچھی بات ہے۔ اور جب زندگی میں یہ بولے گا، تو یاد رکھنا شو! کوئی سننے والا نہیں ہو گا۔"

"یہ بد دعا کس لئے دے رہی ہو، میری خطا تو بتا دو۔"

"تمہاری یہ خاموشی ایک روز زبان بن جائے گی۔"

شو خاموش رہا۔

کلونت اس سے عمر میں تین برس بڑا تھا۔ اور اس کا دوست تھا۔ دیدی شو کی ہم عمر تھی۔ بے حد خوبصورت۔ اور اتنا ہی خوبصورت پیار کرنے والا دل رکھتی تھی۔

⁂

رینا کا دل اس کے قابو سے باہر ہو رہا تھا۔

اس شہر میں آئے اسے چھٹا روز تھا۔ مہندر اسی شہر میں تھا۔ اس نے چلنے سے پہلے خط لکھا تھا کہ وہ ملے۔ لیکن ابھی تک مہندر کی کوئی خبر نہ تھی۔ وہ ریڈیو گرام پر ریکارڈ چڑھا رہی تھی کہ نوکر نے کہا۔

"رینا دیوی! آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔"

"کہاں ہے؟" رینا کے ہاتھ سے ریکارڈ گرتے گرتے بچے۔

"پہلی منزل پر کھڑا ہے۔"

رینا ریکارڈ لگانا بھول گئی۔ ریکارڈ رکھ کر وہ تیزی سے نیچے کی طرف بڑھی۔ بلڈنگ بہت بڑی تھی نیچے زینے میں مہندر کھڑا تھا۔

رینا بانہیں پھیلا کر اس کی طرف بڑھی۔ اور جاتے ہی اس سے لپٹ گئی۔ اور بے اختیار ہو کر اس کے ہونٹوں پر بوسے ثبت کرنے لگی۔

"رینا ہوش کرو کوئی دیکھ نہ لے۔"

"بلا سے۔" رینا نے کہا اور عمل جاری رکھا۔

مہندر کو پہلی بار ابھی تک یاد تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے خود کو الگ کیا۔ زینے میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔

رینا بھی سنبھلنے پر مجبور ہو گئی۔

"تمہیں میرا خط مل گیا تھا۔"

"ہاں! کل —— میں شہر سے باہر تھا۔"

"کہاں گئے تھے؟"

"فلم لے کر۔"

"فلم لے کر۔"

"ہاں ان دنوں میں ایک ڈسٹری بیوٹر کے ہاں REPRESENTA-TIVE ہوں۔"

"کیا تنخواہ مل رہی ہے؟"

"تنخواہ تو ایک سو ہیں ہے۔ لیکن ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار اوپر سے بن جاتا ہے۔"

آنے والا ان پر ایک نگاہ ڈال کر اوپر چلا گیا۔ جب تک وہ دور نہ چلا گیا انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ وہ ایک دوسرے کا جائزہ لے رہے تھے۔

"رینا! اس ڈیڑھ برس کے عرصہ میں تم بہت خوبصورت ہو گئی ہو۔"

"اچھا ——" رینا اپنے حسن کی تعریف پر خوش ہو گئی۔ "لیکن تم بالکل نہیں بدلے۔ اب تو تمہاری معقول آمدنی ہے۔ اب بھی تمہارا لباس ویسا ہے۔"

مہندر اس جواب کی توقع نہ رکھتا تھا۔ رینا نے پہلی بار اس کے لباس پر

اعتراض کیا تھا۔

"ریتا تم جانتی ہو کہ پتاجی کا بزنس تباہ ہوا تھا، تو وہ مقروض ہو گئے تھے۔۔ ملازمت سے انہیں جو آمدن تھی، اس سے قرض تو کیا ادا ہوتا، سود ہی بڑی مشکل سے ادا ہوتا تھا۔ اب ہم وہ قرض اتار رہے ہیں۔"

"اور یہ قرض کب تک ادا ہو سکے گا؟"

"ابھی شاید چار ساڑھے برس لگیں۔"

"ہوں۔" کہہ کر ریتا نے مہندر کے پاؤں دیکھے۔ جن میں معمولی جوتے تھے۔ وہ چاہتے ہوئے بھی نظریں نہ ہٹا سکی۔

"کیا سوچ رہی ہو۔؟"

"کچھ نہیں۔"

"تو کیا دیکھ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔"

"او جوتے! ہاں ریتا میں سوچ رہا تھا کہ نئے جوتے خرید لوں، لیکن تم جانتی ہو بہن مالتی کی شادی قریب ہے۔"

"کب ہو رہی ہے مالتی کی شادی۔؟"

"اس نومبر میں۔"

"تمہاری ماتاجی کیسی ہیں؟" یک لخت ریتا کی آواز مشینی ہو گئی۔

"اچھی ہیں۔ تمہیں بہت یاد کرتی ہیں۔"

"کیا اسی شہر میں ہیں؟"

"نہیں! چند روز میں آ رہی ہیں۔"

کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔ جیسے باتیں بھول گئے تھے۔

"میں تمہارے لئے کچھ لایا ہوں۔" کہہ کر مہندر نے ہاتھ پتلون کی جیب میں

ڈالا۔

"کیا ——؟"

"یہ ——" کہہ کر مہندر نے ایک انگوٹھی بڑھا دی۔

"بہت بڑی ہے۔ بلکہ مردانہ قسم کی ہے۔"

"ماتا جی نے بھیجی ہے۔"

"ماتا جی نے۔؟"

"ہاں! پہن کر دیکھونا۔"

"تم پہنا دو۔"

مہندر نے گداز ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور مخروطی انگلی میں انگوٹھی پہنا دی۔

"کیسی لگتی ہے؟"

"بہت بڑی ہے۔"

"ہے تو بڑی۔ لیکن یہ ہماری محبت کی نشانی ہے۔"

"لیکن میں اتنی بڑی انگوٹھی پہن کر کیسے چھپا سکتی ہوں۔ کسی نے پوچھا تو

کیا جواب دوں گی۔"

"کیا تم جواب نہیں جانتی ہو۔؟"

"یہ بات نہیں! لیکن یہ رسم باقاعدہ ہونی چاہیے۔"

مہندر کا دل ڈوب گیا۔

"ریتا تم یہاں کس کے ہاں ٹھہری ہو؟"

"ڈیڈی کے ایک دوست ہیں۔"

"ڈیڈی کے یا تمہاری ماں جی کے ——"

"اسے" ریتا خاموش ہو گئی۔

"معاف کرنا ریتا! میرا مطلب ......"

"اب صفائی پیش کر رہے ہو؟"

"لیکن لیکن ......" مہندر گھبرا گیا تھا۔ اسے الفاظ نہ مل رہے تھے۔ "میں جب اس بلڈنگ کے پاس پہنچا تو میرا یہاں آنے کو حوصلہ ہی نہ پڑ رہا تھا۔ آخر اس بلڈنگ میں رہنے والے غریب نہیں ہو سکتے۔ احساس کمتری سے میری ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ میں تو واپس جا رہا تھا کہ اچانک تمہارے فلیٹ سے نوکر نکلا۔ میں نے جب اسے تمہارے متعلق پوچھ لیا —— اور کہا کہ مجھے نیچے ملے تو اس نے مجھے شک بھری نظروں سے دیکھا۔ میں نے اسے فوراً دو روپے دے دیئے۔"

"ہوں ——"

"ریتا تم واقعی بدل گئی ہو۔"

"کس طرح؟"

"یہی کہ پہلے سے بہت زیادہ خوبصورت ہو گئی ہو۔ تمہارا جسم بھی بھر گیا ہے۔"

"لیکن تم کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔"

"یہی کہ ــــــ" مہندر کی کھوکھلی ہنسی ابھری۔ "اب تمہیں ملنے کے لئے روپے رشوت کے دینا پڑتے ہیں۔"

"یہ بھی نہیں۔"

"تو پھر سچ جاننا چاہتی ہو۔"

"ہاں ــــــ"

"کیا تمہاری زندگی میں کوئی اور آگیا ہے۔؟"

"یہ تم نے کیسے جان لیا؟"

"تم اکھڑی اکھڑی سی باتیں کر رہی ہو۔ اب تمہاری باتوں میں وہ گرمی نہیں، وہ جوش نہیں۔ تم نے آج تک میرے لباس پہ اعتراض نہ کیا تھا۔ تمہارے اندر آج تک احساس برتری پیدا نہ ہوا تھا۔ لیکن آج میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم بدل گئی ہو۔"

"یہ غلط ہے۔"

"ہو سکتا ہے! لیکن میں ایسا ہی سمجھ رہا ہوں۔"

ریتا نے جواب نہ دیا۔ وہ انگوٹھی سے کھیل رہی تھی۔

تین چار منٹ دونوں خاموش رہے۔

"اچھا ریتا اب مجھے اجازت دو۔ کوئی آنہ جائے۔"

"مہندر ــــــ"

"ہاں ــــــ"

"تم یہ انگوٹھی واپس لے جاؤ۔" کہہ کر ریتا نے انگوٹھی بڑھا دی۔

"اس کا مطلب کیا سمجھوں۔؟"

"میں اتنی بڑی انگوٹھی نہ پہن سکوں گی۔ اور پھر لوگ پوچھیں گے تو کیا جواب دوں گی۔" رینا نے کہا۔

"تم اسے تنہائی میں پہن لیا کرنا۔ لیکن رینا اسے لوٹاؤ نہیں۔"

"نہیں میں اسے اس طرح نہیں لوں گی۔"

"لیکن رینا تم میرا دل توڑ رہی ہو۔"

"مہندر برا نہ مانو! لیکن یہ تمہاری ماتا جی نہیں تو دوسری بات ہے۔" کہہ کر وہ پھر اس کے جوتے دیکھنے لگی۔

"رینا تم کہہ کیوں نہیں دیتی ہو کہ تمہاری زندگی میں کوئی دوسرا لڑکا آ گیا ہے۔"

"مہندر ـــــ" رینا نے اونچے لہجہ میں کہا۔

مہندر کانپ گیا۔ اس نے انگوٹھی لے لی اور جیب میں ڈال لی۔

دو تین منٹ وہ خاموش رہے۔ اس خاموشی کو مہندر نے توڑا۔

"اچھا رینا!"

رینا نے جواب دیا۔

"رینا تم نے ہمیشہ ہاں کی ہے۔ کیا میں ایک بوسہ لے سکتا ہوں۔؟"

رینا نے جواب نہ دیا۔

مہندر نے اسے بازوؤں میں لے لیا۔ لیکن رینا برف کی طرح سرد تھی۔

مہندر نے سرد ہونٹوں کا بوسہ لیا اور چل دیا۔

مہندر سر جھکائے زینہ اتر رہا تھا۔ اس کے کندھے بھی جھک گئے تھے۔ اس نے مڑ کر ریتا کو نہ دیکھا۔ اور نہ ہی ریتا نے اسے پکارا۔ آہستہ آہستہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

زبیدی نے نظریں اٹھا کر خاوند کو دیکھا۔

"شنو پر اس خبر کا کیا اثر پڑے گا۔؟"

"کچھ نہیں سکتا! میں نے سنا تو ایک لفظ نہ بول سکا تھا۔ آج شنشی کے پاپا ملے تھے۔ بیچارے خون کے آنسو بہا رہے تھے۔"

"خون کے آنسو بہانے والی بات ہی ہے۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آتا۔ کل میں اپنے ہاتھوں سے اس کے ہاتھوں میں مہندی رچ رہی تھی۔"

"لیکن شنشی تو بہت خاموش لڑکی تھی۔"

"اسی لئے تو اس نے ایسا کر ڈالا۔ اور میں جانتی تھی۔ اگرچہ اس نے بغاوت نہیں کی، زبان سے شکوہ یا شکایت نہیں کی۔ صرف کل میں جب اسے مہندی رچ رہی تھی تو بڑے ہی حسرت بھرے لہجہ میں بولی۔

"زبیدی! آپ مجھے دلہن بنا رہی ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے میری مہندی رچا رہی ہیں۔"

"ہاں ——— آخر میں تمہیں پیار کرتی ہوں۔"

"کیا فائدہ اس پیار سے۔ آپ تو میرے ارمانوں کا خون میرے ہاتھوں میں رچ رہی ہیں۔"

"نہیں پگلی ایسی باتیں نہیں کہتے۔ آج کتنا شُبھ دن ہے۔ تمہاری مانگ میں سیندور بھرا جا رہا ہے۔ تم خوش و خرم رہو گی۔"

"خوشی میرے جیون میں کہاں۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"کیوں ایسی کیا بات ہے؟"

"دیدی! مہندی ہی رچنا تھی تو مجھے اپنے گھر لے جاتیں۔ مجھے آپ پر بڑا وشواس تھا ——— آپ نے میرا دل، میرا وشواس توڑ ڈالا۔"

"اس کا اشارہ شنو کی طرف تھا۔" کلونت نے پوچھا۔

"آپ اب تک نہیں سمجھے۔" دیدی بولی۔ "کہنے لگی۔"

"دیدی! سنا ہے کچھ رشتے جنم جنم سے چلے آتے ہیں۔ اور جنم جنم بھر رہتے ہیں۔ لیکن دیدی عمروں میں فرق بھی تو پڑ جاتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" کلونت چلایا۔

"پہلے تو میں بھی نہ سمجھی تھی لیکن اب سمجھ رہی ہوں۔ اس کا مطلب تھا کہ اگر میں اب مر گئی اور مجھے فوراً جنم مل گیا۔ تب بھی جب میں اٹھارہ برس کی ہوں گی، شنو چالیس برس کا ہو جائے گا۔"

"او میرے بھگوان! پیار اتنا خاموش!"

"میرے تو آنسو ہی نہیں تھمتے تھے، جب میں نے خبر سنی!" کہہ کر دیدی پھر

رونے لگی۔

"لیکن تم نے شنڈر سے کبھی نہیں کہا۔"

"میں نے آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ وہ آپ کا دوست ہے، اسے سمجھایئے۔ وہ آپ کی بات مانتا ہے۔ آپ ذرا سا دباؤ ڈالتے تو وہ ہاں کہہ دیتا۔ اور اب ـــ"

"لیکن کملیش وہ مجھ سے زیادہ تمہیں پیار کرتا ہے۔ میں دوست ہوں۔ میری بات جھٹلا سکتا ہے۔ لیکن تم سے ڈرتا ہے۔ احترام کرتا ہے۔ تم نے زور کیوں نہ ڈالا۔" کلونت بولا۔

"میں نے اسے ایک زور کہا تھا، کہ دیکھ لینا پچھتاؤ گے۔"

"کیا جواب دیا اس نے۔؟"

"کہنے لگا ـــ کیوں ـــ؟"

"اور میں جانتا ہوں وہ ششی سے خاموش محبت کرتا تھا۔ کل اس کی شادی میں شریک نہیں ہوا۔ کل صبح ڈولی گئی تو گھر سے بھاگ گیا۔ اور رات شراب کے نشے میں دھت آیا تھا۔ غم بھلانے کی خاطر۔" کلونت نے بھاری آواز میں کہا۔

"میں تو ڈرتی ہوں کہ کہیں اسے تیز طرار بیوی مل گئی تو اس کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ ششی بہترین بیوی ثابت ہوتی۔ جیسا یہ خاموش اور کم بولنے والا تھا، ویسی ہی ششی تھی۔ زندگی میں ایک بار بھی ان میں جھگڑا نہ ہوتا۔ نہ اسے جھگڑنے کی عادت ہے نہ ششی کو ـــ اور اب ـــ"

"اب! تمہارا خیال ہے ششی کا شراپ اسے بخش دے گا؟"

"بھگوان نہ کرے۔ ششی کا شراپ اگر پڑ گیا تو۔ ۔ ۔ ۔"

"میں سوچ رہا ہوں، اسے بتائے کون ؟"

"میں تو نہیں بتاؤں گی ۔"

"پھر میں بھی یہ کام نہیں کر سکتا ۔ وہ تین چار روز سے کھویا کھویا ہے ۔ اور ڈولی اٹھنے کے بعد تو اور بھی کھو گیا تھا ۔ وہ تو اسی غم کو برداشت کرنے کے لئے شراب کا سہارا لے رہا ہے ۔ اب سنے گا تو اس غم کے پہاڑ کو کیونکر اٹھا سکے گا ۔"

"میرا تو جی گھبرا رہا ہے ۔ میں تو چند روز کے لئے میکے چلی جاؤں تو اچھا ہے ۔"

"شنو کو تنہا چھوڑ کر ۔ جب اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہے ۔" کلونت بولا ۔

"لیکن میں بھی یہ غم برداشت نہیں کر سکتی ۔ کل ــــــ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے دلہن کا لباس پہنایا ۔ وداع کیا ۔ وداع ہوتے وقت وہ میرے گلے لگ کر کتنی دیر روتی رہی ۔ اگر اس نے یہی ٹھان رکھی تھی ۔ پگلی مجھے کل ہی بتا دیتی تو میں یہ شادی رکوا دیتی ۔ اتنا جہیز ہی بچ جاتا ۔ آخر اس نے یہاں ہی کیوں نہ کر ڈالا ۔"

"شاید اس لئے کہ وہ دلہن بن کر ڈولی میں سوار ہونا چاہتی تھی ، لیکن سہاگ رات کو دوسرے مرد کو اپنا جسم نہ دینا چاہتی تھی ۔"

"شاید آپ ٹھیک کہتے ہیں ۔ کیا اسے بہت تکلیف ہوئی ہوگی ۔ میری تو آنکھوں کے سامنے کل کا منظر گھوم رہا ہے ۔ دلہن بنی کتنی خوبصورت دکھائی دے رہی تھی ۔"

"نہیں سائنیڈ سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی ۔"

"لاش مل گئی ہے ۔ ؟"

"ہاں اب تک مل گئی ہوگی ۔ لیکن سنسکار کل صبح ہوگا ۔"

"کہتے ہیں۔ دس بج کر دس منٹ پر اس کی نند اس کے کمرے سے نکلی ہے اس سے باتیں کرتی رہی۔ اور دس بج کر بیس منٹ پر جب اس کا خاوند اندر گیا تو وہ مر چکی تھی۔" زبیدہ نے کہا۔ "اف میرے بھگوان! میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے موت کے منہ میں بھیجا۔ اب مجھے کیا خبر تھی کہ میں نے واقعی اس کے ارمانوں کا خون اس کے ہاتھوں میں رچ رہی تھی۔ واقعی میں نے اس کا رشتہ اس توڑ ڈالا۔ میں جانتی تھی، وہ شو سے پیار کرتی ہے۔ لیکن یہ بات تو میرے ذہن میں کبھی نہ آئی تھی کہ یہ خاموش سی لڑکی اس خاموشی سے جان بھی دے سکتی ہے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، میری آنکھوں کے سامنے گذشتہ دنوں کے مناظر گھوم رہے ہیں ——— میں انہیں کیسے بھلا سکوں گی۔ اس کی معصوم باتیں۔ پہروں ہمارے ہاں آ جاتی۔ باتیں مجھ سے کرتی، لیکن آتی تھی شو کو دیکھنے۔ اسے چور نظروں سے دیکھتی۔"

"واقعی جوڑی بری نہ تھی۔ میں نے اس نظریئے سے کبھی سوچا ہی نہ تھا۔ شو خاموش طبع ہے۔ اگر اسے کوئی تیز طرار لڑکی مل گئی تو اس کا جیون آرام سے نہ کٹے گا۔ ششی جیسی لڑکی جو اپنے ایک ارمان کے نہ پورا ہونے پر جان دے سکتی ہے، اس شو کی خوشی اور آرام کے لئے کوئی بھی قربانی دینے سے گریز نہ کرتی۔" کلونت نے یوں کہا جیسے وہ خود سے بول رہا تھا۔

"یہی تو میں کہتی ہوں۔ شو ایک عام سا لڑکا نہیں۔ اسے عام سی لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہیئے۔ واقعی ہم نے دیر کر دی ——— اور اب کیا ہو سکتا ہے۔"

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔

"لو آگیا ہے۔" کلونت نے کہا۔ "تم دروازہ کھولو۔"

"آپ کیوں نہیں جاتے۔"

"تم جاؤ۔"

دیدی نے جاکر دروازہ کھولا۔ شنو ہی تھا۔ دیوار کا سہارا لئے کھڑا تھا۔ "معاف کرنا دیدی آج پھر دیر ہو گئی ہے۔"

"اب اندر تو آجاؤ۔"

شنو اندر چلا گیا۔ دیدی بھی دروازہ بند کر کے کمرے میں پہنچ گئی۔ شنو کی آنکھیں شراب سے بھیگی ہوئی تھیں۔ اس شراب کے باوجود بھی اس کی آنکھوں میں جو کشش تھی، وہ نمایاں تھی۔ ویرانی اور خمار ان آنکھوں کو زیادہ دل کش بنا دیتے تھے۔

"کہاں سے آ رہے ہو برخوردار؟" کلونت نے مسکرا کر کہا۔

"ایک ادبی محفل میں چلا گیا تھا۔"

"ادبی یا موسیقی کی محفل میں۔"

دیدی اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

"کیا بات آج تم کیسے بیدار ہو؟" شنو نے سوال کیا۔

"مجھے پتہ چلا تھا کہ ایک ہفتہ سے تم برابر دیر سے آ رہے ہو۔ کملیش نے شکایت کی۔ میں آج دیکھنا چاہتا تھا۔ تم کتنی دیر سے آتے ہو۔"

"دیدی کبھی شکایت نہیں کر سکتی۔" شنو نے دیدی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

دیدی کا چہرہ کھل گیا۔

"اچھا یہ بتاؤ۔ یہ ادبی محفلیں کم نہیں ہو سکتیں۔"

"ہو سکتی ہیں۔" شنو نے مسکرا کر جواب دیا۔ اور جیب سے سگریٹ نکالا۔

"لاؤ ایک سگریٹ مجھے بھی دو۔" کلونت اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"زہے نصیب۔ تم کب سے بالغ ہونے لگے ہو؟"

"تمہاری لاابالیوں سے تنگ آ کر۔" کلونت نے کہا۔

"کھانا لاؤں؟" دیدی نے پوچھا۔

"آپ لوگ کھا چکے ہیں؟"

"نہیں آج میں بھی بھوکا ہوں۔"

"تو لے آؤ۔"

"لے آؤ۔ یا آج پھر کھا آئے ہو۔" دیدی نے کہا۔

"نہیں ——" کہہ کر شنو کلونت کے بستر میں گھس گیا۔

"سوٹ تو اتار دیتے۔" دیدی نے کہا۔

"ابھی اتارتا ہوں۔"

"شنو ——" کلونت نے کہا۔ "یہ شانتی کا کیا چکر ہے؟"

"کیا چکر۔ ؟"

"کیا تم اس سے عشق وشق کرتے تھے؟"

"عشق تو نہیں کرتا تھا۔ وشق کیا ہوتا ہے میں نہیں جانتا۔"

کلونت نے کملیش کو دیکھا۔ "جب سے اس کی شادی کی تیاریاں شروع ہوئی ہیں، اس روز سے تم نے ادبی محفل میں جانا شروع کر دیا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔" شنو نے نظریں جھکا کر کہا۔

"تم خود کو فریب دے رہے ہو۔" دیدی بولی۔

"ارے نہیں دیدی۔" شنو نے مسکرانے کی کوشش کی۔ "تم نے کئی بار کہا ہے لیکن یقین کرو۔ اور اب اس بات سے حاصل کیا ہے۔ اس کی شادی ہو گئی۔ ایک برس کے اندر اندر وہ ایک عدد بچے کی ماں ہو گی۔ اور اس ملک میں عشق ہوتا ہی کیا ہے میں تو آج تک نہیں سمجھا۔"

دیدی اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ "جانتے ہو شنو کہ میں نے تمہیں کتنی بار کہا تھا کہ ایک روز پچھتاؤ گے۔"

"لیکن کیوں؟" شنو نے مسکرا کر کہا۔

"ایک بری خبر سنو گے۔" دیدی نے کہا۔

"ضرور سنوں گا۔"

"شانتی نے رات خودکشی کر لی۔" دیدی نے کہا۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ دیدی، کلونت ایک دوسرے کو دیکھ کر شنو کا جائزہ لے رہے تھے۔

شنو پتھر کا بت بن گیا تھا۔ سر جھکائے وہ سوچ رہا تھا کئی منٹ گزر گئے۔ شنو نے سر نہ اٹھایا۔ نہ ہی تفصیل پوچھی۔

"کیوں کر لی اس نے خودکشی؟" آخر اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔ اس نے چہرہ اٹھایا تو اس کی آنکھیں پرنم تھیں۔

"رات کو دس بج کر دس منٹ پر اس کی نند اس کے کمرے سے باتیں کر کے نکلی تھی، اور دس بیس پر خاوند اندر گیا تو وہ مر چکی تھی۔"

کمرے میں ایک بار پھر سناٹا چھا گیا۔

دو منٹ ـــــ پانچ منٹ ـــــ دس منٹ ـــ

"ڈیڈی ـــــ" شتو نے بیٹھے بیٹھے اپنا سر ڈیڈی کے جسم پر رکھ دیا۔ "بس مر کیوں نہیں جاتا ـــ میں مر کیوں نہیں جاتا" کہہ کر وہ بچوں کی طرح رونے لگا۔

∴

"ہاں آپ کا یہ فیچر تو پسند کر لیا ہے۔" پروگرام ایگزیکٹو (P.E.) نے کہا

"شکریہ ــــــــ" شو نے کہا۔

"بات یہ ہے مسٹر شو کہ ہمیں اچھے فیچرز کی ہمیشہ ضرورت ہے۔ لیکن اچھے فیچرز لکھنا آسان کام نہیں۔" پی ای نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔"

دروازے پر دستک ہوئی اور پی ای نے کہا "کم اِن۔"

دوسرے لمحے بیس اکیس برس کی لڑکی اندر تھی۔ اس نے سبز رنگ کا کریپ سلک کا سوٹ پہن رکھا تھا جس میں بہت خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔

"آیئے مس ریتا۔"

ریتا نے نمستے کہی اور بیٹھ گئی۔

"میری AUDITION کا کیا بنا؟"

"مس ریتا مجھے افسوس ہے کہ وہ اتنی اچھی نہیں۔"

"لیکن میرا ایک گیت بہت مقبول ہوا۔"

"میں مانتا ہوں۔ لیکن دو برس میں ریاض کے بنا، آواز بھی بگڑ سکتی تھی۔"
پی ای نے کہا۔

"پھر میں امید توڑ دوں۔" رینا نے بوجھل آواز سے کہا۔

"نہیں ایسی بات نہیں! میں کوشش کر کے آپ کو مہینے میں ایک آدھ پروگرام دے سکتا ہوں ——— اگر گیت کا نہیں، تو کسی فیچر میں آپ کو رول دلا دونگا۔"
پی ای نے بات ختم بھی نہ کرنا چاہی۔

"بہت شکریہ!"

"شکریہ کی بات نہیں۔" چالیس برس کی عمر کے پی ای نے ہوسناک نگاہوں سے رینا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم تو یہاں بیٹھے ہی اس لئے ہیں کہ نیا TALENT تلاش کریں۔ اب مسٹر شو سے پوچھ لیجئے۔ دو برس سے یہاں آرہے ہیں۔ اور آج پہلا فیچر ACCEPT ہوا ہے۔ اور آرٹ ایک سمندر ہے۔ اس کی کوئی وسعت نہیں۔ کوئی ساحل نہیں ——— ریاض ——— ریاض ——— ان تھک محنت، مشاہدہ ——— تب جا کر آرٹسٹ آرٹسٹ بنتا ہے۔ اور اگر آرٹسٹ ابتدا میں ناکامیوں اور REJECTIONS سے گھبرا جائے، تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کامیاب آرٹسٹ بننے کے لئے سچی لگن کی ضرورت ہے۔" پی ای دس بارہ منٹ تک اپنی قابلیت کا لیکچر دیتا رہا۔

جب لیکچر ختم ہوا تو شو کھڑا ہو گیا۔ "میں اجازت چاہتا ہوں۔"

"بہتر مسٹر شو! اب دروازہ آپ کے لئے کھل گیا ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے

کہ اس سمندر میں کہاں تک تیر سکتے ہیں اور کیا کیا گوہر تلاش کر سکتے ہیں۔ ہر نوجوان جو فنکار بننا چاہتا ہے، وہ صرف ولولے رکھتا ہے۔ لیکن چند تھپیڑے اسے تھکا دیتے ہیں۔ اور جس نے سمندر کے تھپیڑے کے ساتھ ساتھ ایک آدھ طوفان کا بھی مقابلہ کر لیا، اس کے لئے منزل دور نہیں۔ تم جوان ہو۔ تمہارے پاس ولولے ہیں اگر تم نے مستقل مزاجی اور تحمل سے کام لیا۔ ناکامیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیا تو یقین کرو ایک روز شہرت اور دولت تمہارے قدموں میں لوٹ رہی ہو گی۔"

"اس رہنمائی کے لئے شکریہ! میں ان الفاظ کو یاد رکھوں گا۔ اور ان کی روشنی میں آگے بڑھوں گا۔" شو نے سلام کرتے ہوئے کہا۔

لیکن پی اے نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

شو بس سٹاپ پر کھڑا تھا۔ اور بس کا انتظار کر رہا تھا ـــــ انتظار ـــــ اس زندگی میں انتظار ہی انتظار تھا۔ زندگی میں فنکار بننے کے لئے معقول BREAK کا انتظار ـــــ اس روز کا انتظار جب شہرت حاصل ہو گی۔ اس روز کا انتظار جب دولت حاصل ہو گی ـــــ بس کا انتظار ـــــ اور بس کی کوئی خبر نہ تھی۔

اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ کب ریتا اس کے ساتھ انتظار میں شامل ہو گئی۔ شو نے یونہی گردن گھمائی تو ریتا کو کھڑے پایا۔

ریتا اسے دیکھ کر مسکرائی۔ شو کو بھی زیرِ لب مسکرانا پڑا۔

"ہمارا INDIRECT تعارف تو پی اے نے کرا ہی دیا ہے۔ کیوں نہ ہم براہ راست متعارف ہو جائیں، آپ بھی فنکار بننے کی جدوجہد کر رہے ہیں

ہیں اور میں بھی۔" ریتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوب! میرا نام شبو ہے۔"

"اور مجھے ریتا کہتے ہیں۔"

"مزید تعارف یہ ہے ...."

"کہ آپ ڈرامے اور فیچر لکھتے ہیں۔" ریتا نے لقمہ دیا۔

"جو براڈ کاسٹ نہیں ہو سکتے۔" شبو نے ہنس کر کہا۔

"اور میں گیت، گانا چاہتی ہوں ...."

"جو انہیں پسند نہیں۔"

"پسند نہیں۔" ریتا غرائی۔ "میرا پہلا گیت بے حد مقبول ہوا۔ لیکن اس کی مقبولیت کے بعد بھی مجھے موقع نہیں دیا جاتا۔ اس لئے کہ سفارش نہیں اور میں ان کی ہوسناک نگاہوں کی تاب نہیں لاتی۔" ریتا نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں یہی مشکل میرے ساتھ ہے۔"

"آپ تو مرد ہیں۔ اور میں لڑکی ہوں۔ جوان اور خوبصورت۔"

"میں ریڈیو اور فلم کو چٹکلا کہتا ہوں۔ لیکن کیا کروں! ریڈیو کے بنا ادبی دنیا سے متعارف نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک ریڈیو سے شہرت نہ ملے، فلم میں کوئی چانس نہیں۔" شبو نے کہا۔

"یہ پی ای صاحب بھی خوب آدمی ہیں۔ ایک یہ ہی کیا سب کے سب ــــ جو یہاں کام کرتے ہیں۔ خوبصورت لڑکیوں سے بہت سی توقعات رکھتے ہیں۔ کیا TALENT پر لیکچر دے رہا تھا۔ جیسے میں نہیں جانتی کہ TALENT کسے

کہتے ہیں۔" رینانے عز اکر کہا۔

"آپ کا کون سا گیت تھا؟"

"میرے خواب ٹوٹ کر بکھر گئے۔" رینانے کہا۔

"ارے یہ گیت میں نے بارہا سنا ہے۔ اور کتنی لوگوں کو گنگناتے سنا ہے۔"

"لیکن پی ای کہتا ہے اب میرا گلا خراب ہو گیا ہے۔"

"مس رینا! میں اور آپ ایک ہی منزل کے راہی ہیں۔ اور یہ لوگ جو کرسیاں سنبھالے بیٹھے ہیں، خود کو خدا سمجھتے ہیں۔ ادب ریڈیو اور فلم ——— اصل میں ریل کے وہ ڈبے ہیں جو بظاہر کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں اور لوگ بھی سما سکتے ہیں۔ جیسے ہی گاڑی کسی سٹیشن پر کھڑی ہوتی ہے تو ایک آدھ اندر آنے والا ہوتا ہے اندر سوار ہونے والے کئی ہوتے ہیں۔ اور جو صاحب کھڑکیوں کے پاس بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ شور مچاتے ہیں۔ اندر جگہ نہیں۔ جگہ نہیں ——— لیکن ایک آدھ مسافر اپنی طاقت کے بل بوتے پر اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اور دھکا کئی سے جگہ بنا لیتا ہے۔ گاڑی چل پڑتی ہے ——— اگلے سٹیشن پر رکتی ہے۔ تو نیا داخل ہونے والا سب سے زیادہ شور مچاتا ہے کہ اندر جگہ نہیں ——— لیکن ورجنوں مسافروں میں سے ایک آدھا طاقت کے بل بوتے پر گھس آتا ہے۔ اور اس طرح یہ گاڑی ——— اور اس کے کھچا کھچ بھرے ڈبے سوئے منزل رواں رہتے ہیں ——— ٹھیک یہی حالت ادب، ریڈیو اور فلم کی ہے۔ جو لوگ کرسیاں دبائے بیٹھے ہیں۔ وہ شور مچاتے ہیں کہ مزید فنکاروں کے لئے جگہ نہیں۔ لیکن میں وہ فنکار نہیں جو حوصلہ ہار دوں ——— میں اپنی طاقت

اور محنت کے بل بوتے پر ان کچھا کچھ بھرے ڈبوں میں داخل ہو جاؤں گا ____ میں ہمت ہارنے والا نہیں۔"

"بہت خوب!" ریتا نے داد دی۔

بس آ گئی تھی۔ دونوں سوار ہو گئے۔

"کہاں جائیے گا؟" ریتا نے سوال کیا۔

"آپ بتائیے، میں ٹکٹ خرید لوں گا۔"

"نہیں آپ بتائیے۔"

"میں تو ابھی کافی ہاؤس میں جا کر بیٹھوں گا۔"

"بس ٹھیک ہے! میں بھی آپ کا ساتھ دوں گی۔ آپ کی باتیں سن کر مجھے بڑا حوصلہ ملا ہے۔ ورنہ میں تو مایوس ہو چکی تھی۔"

وہ کافی ہاؤس کے پاس اتر گئے۔

"کیوں نہ کسی اچھے ریستوران میں چلیں۔ کافی ہاؤس میں شریف لوگ نہیں جاتے۔" ریتا نے تجویز کیا

"شریف لوگ یا آپ جیسی خوبصورت لڑکیاں۔"

"نہیں وہاں شور بہت ہوتا ہے۔"

شاذ کو محسوس ہوا کہ ریتا اس پر چھا رہی تھی۔ اور اسے اس کے فیصلے کو تسلیم کرنا پڑتا تھا۔

ریستوران میں قدرے سکون تھا۔

"ہم ایک ہی منزل کے راہی ہیں۔" ریتا نے مسکرا کر کہا۔ "آپ نے کیا بات

ہی تھی۔ آپ بھی زندگی میں کامیابی چاہتے ہیں۔ لیکن راستے میں رکاوٹیں ہی رکاوٹیں ہیں۔ ناکامیاں ہیں۔"

"لیکن لگن ہے۔"

"ہاں! اور میرے ساتھ بھی یہی ہے۔ میں بھی منزل کی طرف چل رہی ہوں۔ لیکن پتہ نہیں منزل کہاں ہے۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔" ریتا نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن میں ان تاریکیوں کو چیر کر منزل تلاش کروں گا۔ میں جوان ہوں۔ مجھ میں طاقت ہے۔ لگن ہے۔ سچی محنت ہے۔ پھر منزل کیوں نہ ملے گی۔"

"اچھا ترشو صاحب ایک بات بتایئے۔" ریتا نے لفظ پوچھوں نہ استعمال کیا

"ہوں۔"

"ہر فنکار کے فن کا محرک، پریرنا یا INSPIRATION ہوتا ہے۔ کیا آپ اسے تسلیم کرتے ہیں۔"

"ضرور ——"

"پھر آپ کی پریرنا کون ہے؟"

"کوئی بھی نہیں۔" ترشو نے بیباکی سے جواب دیا۔

"حیرت ہے۔"

"کیا یہ ضروری ہے؟"

"ہاں ——"

"اس کا مطلب ہے! اگر مرد کی پریرنا عورت ہو سکتی ہے تو عورت کی پریرنا مرد ہو گا۔"

"یقیناً ــــ" ریتا نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے، آپ اپنی پریرنا کو پا چکی ہیں۔"

"نہیں ــــ ورنہ میں آج کامیاب نہ ہوتی۔"

"لیکن آپ کا وہ گیت تو درد اور سوز میں ڈوبا ہوا تھا۔ جیسے وہ آپ کے دل کی آواز ہو۔" شو نے کہا۔

"وہ ایک لمحاتی سی بات تھی۔ نیلے پی ای ٹھیک کہتا ہے۔ اب میرے گلے میں وہ سوز اور درد نہیں رہا۔"

"کیا سوز اور درد ضروری ہیں؟" شو نے سوال کر ڈالا۔

"کیوں نہیں! ادب، آرٹ، موسیقی اور مصوّری کے لئے چوٹ کھانا ضروری ہے۔ ادب، آرٹ، موسیقی، نغمہ اور مصوّری دماغ کی پیداوار نہیں۔ انہیں دل جنم دیتا ہے۔ جب تک دل پر چوٹ نہ پڑے۔ تو ٹیس نہیں اٹھے گی۔ درد نہیں ہو گا تو سوز کہاں سے پیدا ہو گا ــــ اچھا یہ بتایئے آپ کے بچے کتنے ہیں۔؟" ریتا نے یہ نہ پوچھا کہ آپ شادی شدہ ہیں یا نہیں۔

"بچے ــــ" شو مسکرا دیا۔ "پہلے شادی تو کرا لوں۔"

"ہوں ــــ" ریتا نے اطمینان کا سانس لیا۔ نہ معلوم کیوں اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ اسے جان لے۔

"آپ کے والدین۔"

"زندہ نہیں۔"

"بھائی بہن۔"

"دو بھائی ہیں۔ لیکن خود مختار۔"

"اور بہن۔؟"

"ایک ـــــــ شادی شدہ۔"

"تو آپ کہاں رہتے ہیں؟"

"ایک دوست کے ہاں۔"

"روٹی کہاں سے کھاتے ہیں؟"

"دوست کے ہاں۔" شنو نے ہنس کر کہا۔

"نہیں میرا مطلب تھا کہ آمدن کے ذرائع کیا ہیں؟"

"چوبیس برس کا ہو گیا ہوں لیکن جم کر کوئی کام نہیں کیا۔ کچھ روپیہ والد سے وراثت میں ملا تھا، وہ کھا رہا ہوں یا ختم کر رہا ہوں۔"

رنیلا نے سوچا میدان صاف تھا۔ "کیا آپ نے کبھی احساس کیا ہے کہ عورت مرد کو آگے بڑھانے میں طاقت ثابت ہوتی ہے۔"

"اور گرا بھی سکتی ہے۔"

"غلط عورت! ایک فنکار جو جد و جہد کر رہا ہو۔ جو حالات اور مصائب سے لڑ رہا ہو۔ اسے اگر عورت کا ساتھ مل جائے، جو اس کی اس روز ہمت بڑھائے جس روز وہ ناکام ہو کر گھر لوٹے، تو ناکامی ناکامی نہیں رہتی۔"

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ لیکن میں نے اس پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔" شنو نے سر جھکا کر کہا۔

"آپ ایک عظیم فنکار بننا چاہتے ہیں۔ لیکن پریرنا کے بنا، جب تک پریرنا

آپ کے پاس نہ ہوگی۔ آپ اچھا ادب کیسے پیدا کر سکیں گے۔ پھر ڈرامے اگر کامیاب ہو بھی جائیں تو زندگی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ آپ نے اپنی منزل تو سوچی ہوگی؟"

"میں ایک روز فلموں کی کہانیاں لکھوں گا۔ پھر انہیں ڈائریکٹ کروں گا۔ اور ایک روز ادارے کا مالک بن جاؤں گا۔"

"یہ کام ایک روز یا ایک ماہ یا ایک سال کا نہیں۔ کامیابی کی منزل تک پہنچنے میں کئی سال لگتے ہیں۔ اور یہ راہ تنہا طے نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے ساتھی کی ضرورت ہے۔"

"آپ بھی تو آئیڈیلسٹ ہیں۔ کیا آپ نے ساتھی تلاش کر لیا ہے؟"

"نہیں ——"

"کیا آپ کے والدین کو فکر نہیں ہے؟"

"نہیں! میں اکلوتی بیٹی ہوں۔ اور اپنی پسند کے لڑکے سے شادی کروں گی۔ مجھے کلرک پسند نہیں جن کی زندگی جھیل کی طرح ساکن اور خاموش ہوتی ہے۔ جن کی زندگی ایک ہی محور پر گھومتی ہے۔ جو ہر وقت مطمئن نظر آتے ہیں۔ جن کے گھر میں آٹا نہیں تو احتجاجات بلند نہیں کر سکتے۔ جو جدوجہد اور مصائب سے گھبراتے ہیں۔"

"آپ کے خیالات بہت نیک ہیں۔" تنویر نے ہنس کر کہا۔

"میں آرٹسٹ ہوں۔ اور آرٹسٹ زندگی سے کبھی سمجھوتہ نہیں کرتا۔ وہ حالات سے لڑنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔"

"کیا آپ بہت امیر ہیں؟"

"نہیں ــــــــــ" لیکن رینا فوراً سنبھل گئی۔ "یہی تو موقعہ تھا۔ لیکن غریب بھی نہیں۔ میرے نام بینک میں دس ہزار روپیہ ہے۔ اور ماں کے بعد مجھے ایک مکان ملے گا۔" ریتا نے پانسہ پھینکا۔

"خوش قسمت ہو۔" شو نے مسکرا کر کہا۔ "میرا خیال ہے اب چلا جائے۔"

"کیوں ابھی کیا جلدی ہے؟"

"اب جا کر کچھ لکھوں گا۔"

"کیا مواد مل گیا ہے یا پیرینا۔" ریتا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

شو نے جواب نہ دیا۔ یہ لڑکی اس پر چھا جانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آپ رہتے کہاں ہیں؟"

شو نے گھر کا پتہ بتا دیا۔

"کیا میں وہاں آ سکتی ہوں؟"

"لیکن کیوں؟"

"تبادلہ خیالات کے لیے۔ کیا آپ اس ملاقات کے بعد ملنا نہیں چاہتے؟"

"لیکن وہاں میری دیدی ہے۔"

"تب کیا ہوا۔؟"

شو اس بیبا کی پر بھونچکا رہ گیا۔

"آپ نے جواب نہیں دیا۔"

"لیکن میرا کوئی وقت معین نہیں۔ کبھی صبح ہی گھر سے نکل آتا ہوں۔ اور رات کو دیر سے گھر پہنچتا ہوں۔"

"پھر اگلی ملاقات کب اور کہاں ہو سکتی ہے ؟"

شِنو سوچنے لگا۔

"کیا سوچنے لگے۔ میں فیصلہ کر دیتی ہوں۔ پرسوں دوپہر تین بجے ہم اسی ریستوران میں مل رہے ہیں ــــــ ٹھیک تین بجے۔ ڈرامائسٹ صاحب! بھول نہ جائیے گا۔"

شنو نے جواب نہ دیا۔

"دیکھئے دیر سے نہ آئیے۔ مجھے انتظار سے بڑی کوفت ہوتی ہے۔" ریتا نے کہہ کر بیرے کو بِل لانے کا حکم دیا۔

شنو نے بل ادا کرنا چاہا۔ تو ریتا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"پرسوں آپ ادا کریں گے۔ آج میں۔" ریتا نے مسکرا کر کہا۔ "پھر کہا جاتا ہے لیڈیز فرسٹ۔"

شنو خاموش ہو گیا۔

وہ بس سٹاپ پر جُدا ہو گئے۔

ریتا خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی وہ ماں سے لپٹ گئی۔

"کیا بات ہے۔ آج تو خوشی سما نہیں رہی ہے۔" ماں نے مسکرا کر کہا۔

"ماں آخر وہ مجھے مل گیا جس کا انتظار تھا۔ یا جس کی تلاش تھی۔" ریتا نے جھوم کر کہا۔

"کون ــــــ؟"

"شِنو ــــــ!"

"سڑک پر چلتے ہوئے ؟"

"ہاں سڑک پر چلتے ہوئے ہی سمجھ لو۔" ریتا نے کہا۔ "میں پرسوں پھر مل رہی ہوں لیکن میں جانتی ہوں۔ میں اسے جیت لوں گی۔"

"جیت لوگی۔ کیا یہ کوئی جنگ ہے ؟"

"جنگ ہی تو ہے ماں! بڑا ہی خوبصورت ہے۔ خاموش اور شائستہ باتیں کرتا ہے۔ مینرز بہت اچھے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات ہے کہ وہ ہے جو تم چاہتی ہو۔"

"یعنی تا عمر تمہارے زیر رہے گا۔"

"ہاں! ہاں ماں ——" کہہ کر ریتا ایک بار پھر ماں سے لپٹ گئی۔ "مجھے پورا یقین ہے کہ میں اسے پالوں گی۔"

"اتنی خوشی اچھی نہیں! لڑکے کے خاندان کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔"

"ماں وہ تم فکر نہ کرو۔ میں بچی نہیں ہوں۔"

"اور مہندر کی بار کیوں غلطی کی تھی ؟"

"وہ میرا بچپن تھا۔" ریتا نے کہا۔

"کچھ تفصیل سے بتاؤ۔"

"والدین زندہ نہیں۔ دو بھائی ہیں وہ شادی شدہ ہیں، اور خود مختار ہیں۔ ایک بہن ہے، وہ شادی شدہ ہے۔ تھوڑی بہت جائیداد تھی۔"

"کتنی باہے۔ ؟"

ریتا سنبھل گئی۔ "اب بھی ہے ماں۔"

"رہتا کہاں ہے؟"

"ایک دوست کے پاس۔"

"دوست کے پاس۔ آخر وہ دوست اسے کب تک رکھ سکتا ہے؟"

"ماں وہ اس دوست کو بھائی سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ اور اس کی بیوی کو بہن سے زیادہ۔"

"کتنی عمر ہے اس منہ بولی بہن کی؟"

"یہ تو پوچھا نہیں۔"

"کام کیا کرتا ہے؟"

"ڈرامے لکھتا ہے۔"

"ڈرامے تو لکھتا ہے لیکن کھانا کہاں سے ہے؟"

"کھاتا تھا باپ سے وراثت میں روپیہ ملا تھا۔"

"اور اسے ختم کر رہا ہے۔ اور تم ایک نکھٹو سے شادی کر رہی ہو۔"

"ماں! ان باتوں سے کچھ حاصل نہیں۔ ذرا دوسرے نظریئے سے سوچو — تمہاری بیٹی کو اچھا دل جائے۔ جو اسے تا عمر خوش رکھے۔ وہ جوان ہے۔ خوبصورت ہے۔ پڑھا لکھا ہے۔ اس کے پاس جذبات ہیں۔ وہ بہت بڑا ادیب بننا چاہتا ہے فلموں کی کہانیاں لکھنا چاہتا ہے۔ اور ایک روز فلمیں ڈائریکٹ کرنا چاہتا ہے۔ اور میرا دل کہتا ہے کہ ایک روز ایسا کر کے دکھائے گا۔"

"تمہارا دل کہتا ہے۔" ماں بڑبڑائی۔

"ماں لوگو نہیں میری سن لو۔ میں نے کہا ہے کہ دوسرے نظریئے سے سوچو۔"

"وہ بھی بتا دو۔"

"وہی تو بتا رہی تھی۔ اس کا دنیا میں کوئی نہیں۔ تم چاہتی ہو کہ تمہاری بیٹی کی شادی ایک شریف اور خاندانی لڑکے سے ہو جائے —— تم یہ کیوں نہیں سوچتی ہو کہ تم اپنی لڑکی کے عوض لڑکا حاصل کر رہی ہو۔"

"تمہارا مطلب گھر داماد۔"

"بالکل —— بیٹی بھی تمہارے پاس اور داماد بھی —— یعنی پلا پلایا بیٹا۔ پھر میں نے کہہ دیا تھا کہ بنک میں میرے نام دس ہزار پڑا ہے۔ ایک مکان بھی مجھے مل جائے گا۔"

"لیکن اگر وہ اچھے گھر کا ہے تو ضروری بات ہے کہ وہ تم کو اور تمہارے خاندان کے متعلق جاننا چاہے گا۔" ماں نے تیکھی آواز میں کہا۔

"ماں! لیکن میں اسے اس کا موقع ہی نہیں دوں گی۔ ماں تم شادی کی تیاری شروع کر دو۔ میں ایک ماہ کے اندر اندر اس سے شادی کر رہی ہوں۔"

"لیکن اس کے رشتہ دار —— بھائی —— بہن ——"

"میں شادی کے بعد ایک ایک کو دور کر دوں گی۔ وہ میرا ہو گا۔ صرف میرا۔ بس اس کی بیوی اور تم اس کی ماں۔ اس کے سگے بھائی، بہن۔ دوست احباب رشتہ دار سب دور ہو جائیں گے۔ ماں میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں اسے جیت لوں گی۔ اور پھر تم جانتی ہو، ایسا اچھا موقع دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"لیکن مجھے ملواؤ گی تو سہی نا۔"

"کیوں نہیں! اور تم اسے پسند ہی نہیں کرو گی بلکہ داماد کی جگہ بیٹا بنانا پسند

کروگی ۔" ریتا نے کہا۔

اس شب شنو دیر تک پلنگ پر کروٹیں بدلتا رہا۔ پہلی نظر کا تیر یہاں بھی کام کررہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے آگے ریتا کی تصویر گھومتی رہی۔ اسے ریتا پسند تھی۔ لیکن وہ امیر تھی۔ اور اسے یہ پسند نہ تھا۔

ریتا سے یہ چوتھی ملاقات تھی۔ وہ اسی مخصوص ریستوران میں بیٹھے تھے۔ آج وہ تہیہ کر کے آئی تھی کہ شنو کو مجبور کر دے گی کہ وہ شادی کی درخواست کرے۔

وہ ہر کام میں پہل کررہی تھی۔ لیکن صرف اس بات کے لئے وہ متمنی تھی کہ شنو پہل کرے۔ کیونکہ یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی جیت ہوگی۔ اس کے بعد تو تاعمر شنو اس کے قبضے میں رہے گا۔

"ریتا! ہم بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔" شنو نے کہا۔

"کس سلسلے میں ——— ؟" ریتا نے پلکیں اٹھا کر جھکا لیں۔ جیسے وہ سولہ برس کی الھڑ دوشیزہ تھی۔

"یہی ہماری ملاقاتیں ———" شنو نے کانپتی آواز میں کہا۔

"آپ گھبرا گئے ہیں۔" ریتا نے تیر پھینکا۔

"نہیں نہیں ———" تیر ٹھیک نشانے پر پڑا تھا۔

"پھر کیوں آپ ایسا سوچتے ہیں۔" ریتا نے سر دلوہے کے ٹکڑے کو آگ میں پھینکا دیا۔ اور کوئلوں کو ہوا دینے لگی۔

"ایک جوان لڑکا ——— ایک جوان لڑکی ———" شو کہتے کہتے رک گیا۔

"رک کیوں گئے ———" ریتا نے آگ تیز کر دی۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔ تم اس آگ سے بچکر جاؤ گے کہاں۔ کہہ دو جو میں سننے کے لئے بیقرار اور بیتاب ہوں۔ کہہ دو وہ لفظ جو میں کہہ سکتی ہوں، لیکن کہوں گی نہیں! میں تمہاری زبان سے کہلوانا چاہتی ہوں۔ میں وہ ہوں جس نے ارسطو کو گھوڑا بنایا تھا۔ میں وہ ہوں جس نے ایڈورڈ ہشتم کو تاج و تخت ٹھکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں وہ ہوں جس نے مہاسنیاسی وشوامتر کا سنیاس بھنگ کر دیا تھا، اور شکنتلا پیدا کی تھی۔ اور تم تو میرے سامنے دودھ پیتے بچے ہو۔

"ریتا ———" شو کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ "تم سوچو کہ آخر ہم کہاں بڑھ رہے ہیں۔ اور یہ ملاقاتیں کیا رنگ لائیں گی؟"

تو مچھلی جال میں پھنس گئی تھی۔ ابھی نہیں ——— ریتا نے سوچا ——— ابھی ڈوری کو اور کھول دو۔ "کیا رنگ لا سکتی ہیں؟"

"یہی یہی ———" شو کے حلق میں کانٹا تھا۔ اسے دل کی بات کہنے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔

"اب کہہ بھی ڈالو۔" ریتا کا دل خوشی سے کانپ رہا تھا۔

"انجام ـــــــ" شِو نے بڑی مشکل سے کہا۔

"کیا ہو سکتا ہے انجام!" ریتا نے ڈر رکھینچی۔

"جو ہوا کرتا ہے۔"

"کئی بار تو ٹریجڈی بھی ہو جاتا ہے۔" ریتا نے کہا۔

"نہیں ریتا! نہیں! میں تمہارے بغیر جی نہیں سکتا۔ میں تمہارے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں۔" شِو نے حلق سے پھانس نکال ڈالی۔

ریتا چاہتی تھی کہ ناچنے لگے۔ لیکن اس وقت کے اظہار مسرت سے تمام عمر زیر ہونا پڑے گا۔ وہ خاموش رہی۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔"

"میرا جواب کیا ہو سکتا ہے؟" وہ جیتی ہوئی بازی ہارنا نہیں چاہتی تھی۔ طول دینے سے جیت ہار میں منتقل ہو سکتی ہے۔

"میں سننا چاہتا ہوں۔"

"میرا وہی جواب ہے جو آپ چاہتے ہیں۔"

"شکریہ ـــــــ" کہہ کر شِو نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

اب مزید ضبط اور اداکاری کی ضرورت نہ تھی۔ اب پھر حالات کو ریتا نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"ویسے تو اس ماہ کی بیس تاریخ کو بہت سی شادیاں ہو رہی ہیں۔ لیکن میں کل اپنے پنڈت سے تاریخ نکلوا کر بتا دوں گی۔" ریتا جانتی تھی کہ اب شِو کو سوچنے اور

سنبھلنے کا موقع نہیں دیتا ہے۔

"لیکن آج تو آٹھ تاریخ ہے۔ اور بیس میں صرف بارہ دن ہیں۔ کیا اتنے دنوں میں تیاری مکمل ہو سکے گی۔"

"تیاری لڑکی والے کرتے ہیں۔ ہماری طرف سے مکمل ہے۔ اور آپ کا کیا ہے۔ ایک بینڈ ـــــ ایک گھوڑی ـــــ اور براتی ـــــ جس دوست کو بلائیں گے وہ برات میں شامل ہو جائے گا۔" ریتا نے اس کی مشکل آسان کر دی۔

"اور تمہارے کپڑے ـــــ زیور ـــــ"

"وہ ہم دونوں کسی روز خرید لیں گے۔"

اب کون سا سوال رہ گیا تھا، شو نے سوچا۔ ریتا نے تو تمام مشکل آسان کر دی تھی۔

"بیس کو شادی ـــــ اکیس کو وہ عظیم رات ـــــ" ریتا نے سر جھکا کر کہا۔ جیسے حیا نے اسے دوہرا کر دیا ہو۔ "بائیس ـــــ تیئس ـــــ چوبیس ـــــ اور۔۔۔۔۔"

"یہ کیا گن رہی ہو۔۔؟"

"کچھ نہیں ـــــ" ریتا نے کہا۔ اسے دیکھا اور آنکھیں جھکا کر زیر لب مسکرا دی۔

"پھر بھی!"

"کہانا کچھ نہیں۔"

"پھر تم مسکرا کیوں رہی ہو؟"

"خود ہی جان جاؤگے۔" کہہ کر رینا کھڑی ہوگئی۔

"کیا چلیں۔؟"

"ہاں! میں یہ خوشخبری ماں کو سنانا چاہتی ہوں۔"

جدا ہو کر وہ اپنے اپنے گھر پہنچے۔

"ڈیڈی ———"

"کہو ———" ڈیڈی نے مشین چھوڑ کر شنو کو دیکھا۔ "کیا بات ہے بڑے خوش نظر آرہے ہو۔؟"

"ہاں ڈیڈی! میں شادی کر رہا ہوں۔"

"کیا ——— ؟!" ڈیڈی حیرت زدہ رہ گئی۔

"کیا تم سن کر خوش نہیں ہوئیں ؟"

"کیوں نہیں! لیکن کچھ تفصیل سے بتاؤ۔"

"اس ماہ کی بیس تاریخ کو۔ آج سے بارہ دن بعد۔"

"یہ چپکے چپکے سب کچھ طے کر ڈالا۔ اور مجھے لڑکی تک نہیں دکھائی۔"

"میں معافی چاہتا ہوں۔ میں کل ہی اسے یہاں لے آؤں گا۔"

"اور اب تک کیوں چھپائے رکھا۔"

"غلطی ہوگئی"۔

"کون ہے وہ لڑکی؟"

"بس کل دیکھ لینا"۔

پھر وہ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ بیاہ کی تیاری کی۔ لڑکی کے سوٹ اور سارے طلائی زیورات کی۔

اور دو گھنٹے یوں گذر گئے کہ پتہ ہی نہ چلا۔ کلونت داخل ہوا تو دونوں کو باتوں میں مصروف پایا۔

"آج ایسی کیا باتیں ہو رہی ہیں بہن بھائی میں جو چولھا بھی نہیں جلا ہے"۔

"ارے ساڑھے چھ بج گئے"۔ کہہ کر دیدی ہو گئی۔

"ایسی کیا بات تھی جو وقت کا پتہ ہی نہیں چلا"۔

"شنو شادی کرا رہا ہے"۔

"شادی کرا رہا ہے۔۔۔ کب ۔۔۔؟"

"اس ماہ کی بیس کو"۔

"یہ سب کچھ کس نے طے کیا ہے۔ اور کب کیا ہے؟" کلونت نے پوچھا۔

"رینا نے ۔۔۔" دیدی بولی۔

"کیا تم خوش نہیں ہوئے؟" شنو بولا۔

"ارے خوش کیوں نہیں! میری شادی کے بعد آج دوسرا دن ہے، جو خوشی لایا ہے۔ لیکن پہلے چائے کا انتظام کرو"۔

"چائے تو بناتی ہوں لیکن آپ دونوں رسوئی گھر میں بیٹھیں گے"۔ دیدی نے

شروع ہو گئی۔

"او میرے خدا ۔۔۔۔ ان عورتوں کو بیاہ شادی اور بچوں کی پیدائش کی ہر بات جاننا ضروری ہے۔ اتنے گھنٹے سے باتیں کر رہی ہو، اب تمہارے سے بچوری کچھ نہیں طے ہوتا۔ گھبراؤ نہیں" کلونت نے کہا۔

"لیکن آپ دونوں وہاں کیوں نہیں آجاتے ؟"

"چلو شیرا ورنہ آج چائے نہیں ملے گی۔ انگیٹھی سلگا کر یہاں آجائے گی۔ پندرہ منٹ بعد پتہ چلے گا کہ کوئلے ہی نہیں سلگے" کلونت نے ہنس کر کہا۔

"ہاں برخوردار اب سناؤ" کلونت نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں کل لڑکی دیکھ رہی ہوں" دیدی بول پڑی

"تم صرف کتاب کا سرورق دیکھنا چاہتی ہو ۔۔۔۔ اور میں کتاب کا مضمون پڑھ کر اسے پسند کرنا چاہتا ہوں" کلونت نے کہا۔

"کیا مطلب ۔۔۔۔ ؟"

"مطلب یہی، کہ تم صرف اس کی شکل دیکھ کر اسے پسند کرنا چاہتی ہو۔ اور یقین کرو، بدصورت کتابوں کے سرورق ہمیشہ خوبصورت بنائے جاتے ہیں۔ فحش، معیار سے گری ہوئی، اور اسی قسم کی واہیات کتابوں کے سرورق بھڑکیلے، شوخ، خوبصورت اور دل کش ہوتے ہیں۔ لوگ سرورق دیکھ کر ہی کتاب خریدتے ہیں۔ لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں۔ میں لڑکی کے خاندان اور والدین کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔ میں کتاب پڑھ کر خریدنا چاہتا ہوں" کلونت نے کہا۔

"آپ کتابیں ہی پڑھا کریں۔ اور پھر اتنی دیر ہو جاتی ہے کہ کتاب ہی دوسرا

لے جاتا ہے۔" دیدی نے کہا۔ اس کا اشارہ ششی کی طرف تھا۔

"میں بحث میں نہیں الجھتا۔ میں کب کہتا ہوں کہ تم کتاب کا سرورق نہ دیکھو۔ تم ریتا کو دیکھو۔ ملو۔ چائے پر بلاؤ۔ لیکن مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو۔" کلونت نے کہا۔

ادھر ریتا گھر میں داخل ہو کر اپنی ماں سے لپٹ گئی۔

"کیا بات ہے میری لاڈلی آج تو خوشیوں سے جھولی بھر لائی ہو۔"

"ہاں ماں! سب طے ہو گیا۔ بیس تاریخ کو ہماری شادی ہو رہی ہے۔"

"اس بیس کو۔۔؟"

"ہاں ——"

"بارہ دن میں تم باقی کا انتظام مکمل کر ڈالو۔"

"اس نے منظور کر لیا ہے۔"

"ماں وہ کیا کرے گا۔ سب کچھ میں طے کر رہی ہوں۔ وہ تو میرے اشاروں پر ناچ رہا ہے۔"

"میری لاڈلی اتنے تیز قدم نہ اٹھاؤ۔"

"ماں نیک کام میں دیر نہیں کرتے۔ اگر اسے سوچنے اور سنبھلنے کا موقع دیا تو بات سرے نہ چڑھے گی۔" ریتا نے کہا۔

"ریتا! کیا وہ اتنا ہی معصوم ہے جتنا دکھائی دیتا ہے؟"

"ہاں ماں ــــ"

"لیکن میں اس کے برعکس سمجھتی ہوں۔ وہ عورتوں کے متعلق بہت نہیں تو کافی جانتا ہے۔"

"بازاری عورتوں کے متعلق جانتا ہوگا۔"

"میرا تو دل کبھی کبھی ......"

"کس بات پر ماں۔؟"

"سہاگ رات ــــ"

"تم گھبراؤ نہیں ماں! میں سب کچھ سنبھال لوں گی۔"

"لیکن مجھے یقین نہیں آتا۔"

"آج میں نے کہا کہ بیس کو ہماری شادی ہوگی۔ اکیس کو عظیم رات ــــ بائیس ــــ تیئیس ــــ چوبیس ــــ"

پوچھنے لگا یہ کیا گن رہی ہو۔

"کچھ نہیں۔" کہہ کر میں مسکرادی۔

وہ تو اتنی سی بات بھی نہ سمجھ سکا۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔"

"نہیں ماں تم فکر نہ کرو۔"

"اور یہاں مستقل طور پر رہنے کے لئے سہاگ رات کو ہی ذکر کر دینا۔"

"بہتر ــــ"

"ریتا، نہ معلوم کیوں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ ...."

"ہاں اب تم تیاری کرو۔ باقی باتیں بھول جاؤ۔"

∴

بیس تاریخ کو شادی ہو گئی۔

برات میں عزیز و اقارب کے علاوہ دوست احباب بھی جمع تھے۔ شنو نے صرف دو آدمیوں کو زندگی میں قریب سمجھا تھا، جنہیں وہ دوستی کا درجہ دے سکتا تھا۔

ایک کلونت اور دوسرا اجے۔!

اجے باہر آیا۔ ذرا ٹھہرا، گھبرا گیا، تو اجے اور شنو کی ملاقات ہوئی۔

"شنو! مجھے تم سے ایک بات کرنا ہے۔" اجے نے کہا۔

"علیحدگی میں؟"

"ہاں ــــــ"

"ایک تنہا جگہ پر چلے گئے۔" گو اب مجھے کہنا نہیں چاہیئے۔ لیکن تم نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔"

"کیا مطلب ــــــ؟"

اپنے نے مطلب بتا دیا۔ شنو کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر مسکرا کر بولا "میں اسے یاد رکھوں گا۔"

پھر وہ عظیم رات آگئی ——— یہ درست تھا کہ دونوں ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ اور ملتے رہے تھے۔ لیکن عورت کی حیا اور شرم اس رات کو دس گنا بڑھا جاتی ہے۔

شنو جب کمرے میں داخل ہوا ریتا دلہن کی طرح سمٹ گئی۔ اس کے چہرے پر ہلکا سا برائے نام گھونگھٹ تھا۔

اس ہلکے سے گھونگھٹ کو شنو نے پلٹ دیا۔

اور اس کے بعد ریتا نے شنو کو سنبھال لیا۔ جیسے وہ سہاگ رات کے تمام اسرار و رموز سے واقف تھی۔

شب کے دو بجے ہوں گے۔ باتیں ختم ہونے میں نہ آرہی تھیں۔ ریتا نے پیار اور جنس کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ اور شنو اس نشے سے مخمور ہو چکا تھا۔

"اب رہائش کے متعلق کیا سوچا ہے؟"

"کیوں ———؟"

"کیا ہمارا اپنا گھر نہیں ہونا چاہیئے؟"

"لیکن ہمیں یہاں کیا تکلیف ہے؟" شنو نے سوال کیا۔

"تکلیف ہمیں نہیں! آپ کی دیدی کو ہوگی۔ صرف دو کمرے ہیں۔ ان میں ایک پر اگر ہم نے قبضہ کر لیا تو انہیں کتنی تکلیف ہوگی۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے! خیر ابھی چند روز تو ہم یہاں ہی ٹک جائیں گے۔ پھر مکان

تلاش کر لیں گے۔"

"میری ایک تجویز تھی۔ اگر آپ پسند کریں ؟"

"تمہاری ہر تجویز پسند ہے مجھے۔"

"کیوں نہ ہم ماں جی کے پاس رہیں۔ میرے چلے آنے سے وہ گھر سونا ہو گیا ہے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں، ماں جی مجھے کتنا پیار کرتی ہیں۔"

"لیکن ____"

"لیکن کیا! اس گھر میں کتنی جگہ ہے۔"

"گھر داماد ____"

"نہیں ____"

"خیر ریتا! اس تجویز کو میں زندگی بھر تسلیم نہ کروں گا۔" شِو نے کچھ اس انداز سے کہا کہ ریتا کو سنبھلنا پڑا۔

لیکن ریتا نے پہلے سے تیاری کر رکھی تھی۔ اس کے عوض اس کا گھر بن سکتا تھا۔

اور وہ گھر ایک ماہ بعد بن گیا۔

ڈیڈی اور کلونت نے بہت کہا کہ ابھی ان کے ہاں ہی ٹھہرو۔ لیکن ریتا کے آگے ایک پیش نہ گئی۔ جب ڈیڈی نے دیکھا کہ اس لڑکی نے شِو کو چھین لیا ہے تو اس نے آخری کوشش کی کہ انہیں مکان قریب ہی مل جائے۔ لیکن یہاں بھی ڈیڈی ہار گئی۔ اور ریتا نے مکان ڈیڈی کے مکان سے کئی میل دور لیا۔

⁂

جنسی طور پر رینا عام عورتوں سے زیادہ طاقتور تھی۔

بیڈ ٹی، بریک فاسٹ، بعد دوپہر کی چائے ــــــ ڈنر ــــــ اور رات کا سُپر ــــــ رینا ہر کھانے پر ساتھ دیتی۔

بیاہتا شادی شدہ جوڑا ــــــ شوکسی دفتر میں ملازم نہ تھا۔ اسے چھٹیوں کی ضرورت نہ تھی۔ دن میں نکلتا تو کسی پبلشر یا پروڈیوسر کے ہاں چکر لگا کر گھر لوٹ آتا۔ ریڈیو سٹیشن پر مہینے میں ابھی ایک پروگرام ہی مل رہا تھا۔ رینا کے حصے میں وہ بھی نہ آیا تھا۔

شادی کے ابتدائی دنوں میں وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر روٹھ جاتے۔ جھگڑ پڑتے۔ اور ان کا انجام یا فیصلہ پلنگ میں ہو جاتا۔

اس کے علاوہ ان میں کسی بھی بات پہ ایسا جھگڑا نہ ہوا تھا، جس کی بنیاد گہری ثابت ہوئی ہو۔

شادی کے چار ماہ بعد ایجنے کی شادی تھی۔ ایجنے کی شادی بڑی شان و شوکت

سے ہو رہی تھی۔ اس کے رشتہ دار جاگیردار تھے، یا بڑے افسر۔ اور شادی اس پیمانے پر ہو رہی تھی کہ ہر مہمان کیلئے سکاچ پانی کی طرح بہائی گئی۔ مرغے دال سمجھ کر پیش کئے گئے۔

مہمانوں میں ایک جاگیردار کی بیوی کو اس کی نوکرانی غسل کراتی تھی اور جب وہ غسل کر کے نکلتی تو دوسری مہمان عورتیں غسل خانے میں جا کر خوشبوئیں سونگھتیں۔

ایسے ماحول میں ریتا گھبرا گئی۔

اس روز ڈولی آئی تھی۔ تمام عورتیں دلہن کو دیکھ رہی تھیں۔ اور ریتا نے شو سے کہا۔

"ہم اسی وقت یہاں سے چل رہے ہیں۔"

"اسی وقت ——؟" شو نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں ——"

"لیکن آج ڈولی آئی ہے۔ ہم کل چلے چلیں گے۔"

"کل کیا۔ میں شام تک انتظار نہیں کر سکتی۔"

"کیا تمہیں کوئی تکلیف ہے؟"

"نہیں ——"

"کسی نے کچھ کہا ہے؟"

"نہیں ——"

"پھر ایسی کیا بات ہے! اتنی عظیم شادی، عام دیکھنے میں نہیں آتی۔ آج شام کو رقص و سرود کی محفل جم رہی ہے۔"

"آپ کو تو بس رقص و سرور چاہیئے ـــــ اور شراب ــــ" ریتا نے اسے ننگی گالی دی۔

شِو سنبھل گیا۔ اس نے ریتا کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا۔ لیکن ریتا نے کوئی پرواہ نہ کی۔

"ریتا تمہیں یہ الفاظ واپس لینا چاہیئے"۔

"نہیں ــــــ"

"او ریتا سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر ہم اس وقت چلے گئے تو یہ لوگ کیا سمجھیں گے۔ ہماری اور ان کی عزت کا سوال ہے۔ اجے یہ سمجھے گا کہ ہماری یہاں خاطر مدارت نہیں ہوئی۔ وہ ہمارے اس طرح چلے جانے سے اپنی تضحیک اور توہین سمجھے گا۔ پھر میں نہیں سمجھ سکا کہ تمہیں جب یہاں کوئی تکلیف نہیں۔ کسی نے تمہیں برا بھلا نہیں کہا۔ پھر ایسے موقع روز روز نہیں آتے۔ یہی موقعے تو ہوتے ہیں، جب انسان ہنستا کھیلتا ہے۔ اور تفکرات سے دور ہوتا ہے۔"

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی! دونوں میں سے ایک کا فیصلہ کر لیجیئے۔ آپ میرے ساتھ چل رہے ہیں، یا رقص و سرور کی محفل میں شریک ہو رہے ہیں۔؟" ریتا نے اعلان کیا۔

"میں سمجھا نہیں ــــــ" شِو کو غصہ برداشت کرنا محال ہو رہا تھا

"میں نے کوئی بہت ٹیڑھی بات تو نہیں کہی ہے۔"

"اتنی آسان بھی نہیں۔" شِو نے غصے میں ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم یہ کہنا چاہتی ہو، اگر میں جانے پر رضامند نہیں تو تم تنہا چلی جاؤ گی۔"

"بالکل ـــــــــ" ریتا نے پورے اعتماد سے کہا۔

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہمارے اس طرح چلے جانے سے برسوں کے تعلقات بگڑ جائیں گے۔ اور اجے ہمارے اس سلوک کو کبھی فراموش نہ کرے گا۔" شو نے دلائل سے کام لینا چاہا۔

"میں اس کی پرواہ نہیں کرتی۔"

"اگر دنیا داری اور تعلقات کی پرواہ نہیں کرتی ہو، تو کیا میرے جذبات کی قدر کر سکتی ہو۔ ان کا احترام کر سکتی ہو۔" شو چاہتا تھا کہ بدمزگی نہ پیدا ہو۔

"جب آپ میرے جذبات کی پرواہ نہیں کرتے تو میں کیوں کرنے لگی۔"

"لیکن اجے میرا دوست ہے! اور میرے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ یہ درست ہے کہ اس عام سی شادی میں، جہاں دال اور پیاز سے مہمانوں کی خاطر کی گئی ہے۔ جہاں افلاس اور غربت ناچ رہے ہیں، تمہیں پسند نہیں تو کم از کم میری عزت کا ہی خیال کرو ـــــــــ یا تم بتا دو کہ تمہیں یہاں تکلیف کیا ہے؟"

شو اپنا سر دیوار سے ٹکرا دینا چاہتا تھا۔ وہ سمجھ نہیں رہا تھا کہ ریتا ایسا کیوں کر رہی تھی۔

"میں جا رہی ہوں۔"

"ریتا! خدا کے لئے ہوش سے کام لو ہم یہاں مہمان ہیں۔ لوگ سنیں گے اور دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔"

"میں لوگوں کی پرواہ نہیں کرتی۔"

اب شو رو دینا چاہتا تھا۔ وہ اس ہٹ کے آگے سر نہ جھکانا چاہتا تھا۔ دلائل

سے کام نہ چلا تھا۔ غصّہ بے معنی ثابت ہوا تھا۔ اب ——— اب صرف ایک، چارہ تھا کہ وہ منت سماجت کرے۔ وہ اس پر ہی اتر آیا۔

"ریتا میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ میری خاطر ——— صرف میری خاطر چوبیس گھنٹے کاٹ لو۔ ہم کل صبح ہی چلے جائیں گے۔ ہمارا اس طرح جانا اچھا دکھائی نہیں دے گا۔ ابھی تک ایک بھی مہمان نہیں گیا۔ آج ڈنر لی آئی ہے۔ آج کوئی نہیں جاتا ——— ریتا بھگوان کی خاطر ——— میری خاطر مان جاؤ۔ میں جانتا ہوں، تمہیں یہ ہنگامہ پسند نہیں آیا۔ لیکن جو کچھ بھی ہے، صرف چوبیس گھنٹے رک جاؤ۔" شو کی آواز کپکپا گئی تھی۔

"دونوں میں ایک کو چن لیجیے۔ مجھے یا رقص و سرور کی محفل کو۔"

"رقص و سرور کی محفل گئی بھاڑ میں ——— اجیت سے میرے آٹھ برس کے تعلقات ہیں۔"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میرے ساتھ صرف چند ماہ دیرینہ ہیں؟"

"میں تعلقات کو ناپ نہیں رہا ہوں، نہ ہی تول رہا ہوں۔ تم بیوی ہو، وہ دوست ہے۔ مجھے تمہاری بھی ضرورت ہے۔ تمہارے جذبات کا احترام لازم ہے۔ لیکن وہ میرا دوست ہے۔ کیا اس کے جذبات کا احترام لازم نہیں۔"

"خیر آپ احترام کیجیے، یا دنیاداری نبھایئے، میں جا رہی ہوں۔" کہہ کر ریتا چل دی۔

شو نے سمجھا وہ مذاق کر رہی ہے، یا جھوٹی دھمکی دے رہی ہے، لیکن وہ دیکھتے دیکھتے محل نما گھر سے نکل گئی۔

دو منٹ ـــــــ دس منٹ ـــــــ پندرہ منٹ ـــــــ اور ریتا نہ لوٹی تو شنو کا دل گھبرا اٹھا۔ اس اجنبی شہر میں ـــــــ جوان اور خوبصورت لڑکی

شنو اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ ایک گھنٹہ کی تلاش کے بعد، پسینے میں شرابور چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئیں ـــــــ خشک ہونٹوں کے ساتھ جب وہ سٹیشن پر پہنچا تو ریتا وہاں تھی۔

شنو کے جی میں آیا کہ وہ اسے اسی حالت میں چھوڑ دے۔ اور اسے اسی طرح چلے جلنے دے۔ یہاں سے ہی نہیں، بلکہ زندگی سے ـــــــ اور ہمیشہ کے لئے ـــ اگر اس نے ریتا کی اس ناجائز اور نازیبا حرکت کو تسلیم کر لیا تو وہ ہمیشہ ایسی حرکتوں کی مجاز رہے گی۔

لیکن چاہتے ہوئے بھی، دماغ کے سمجھانے پر بھی دل ہار گیا۔ اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر شنو اس کے پاس چلا گیا۔

ریتا نے اسے دیکھا، اور منہ پھلا کر دوسری طرف کر لیا۔

"ریتا ـــــــ"

ریتا نے جواب نہ دیا۔

"ریتا سن رہی ہو، یا اس جگہ ہنگامہ کھڑا کرنا چاہتی ہو۔"

ریتا نے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔

"ہم چل رہے ہیں۔"

ریتا کے چہرے پر فتح کی مسرت پھیل گئی۔ اور شنو کے دل میں حقارت کی لہر پھیل گئی۔

"آؤ! سامان اٹھالائیں۔ اور ان سے اجازت لے لیں۔"

"آپ لے آئیے۔ میں نہیں جاتی اب۔"

"یہ تو غلط ہی نہیں، بلکہ ...."

رینا جانتی تھی کہ حالات کو کس مقام پر موڑ دینا مناسب ہے۔

"چلئے ——" کہہ کر وہ کھڑی ہو گئی

انہوں نے ٹیکسی لی اور اجنے کے گھر پہنچے۔

شنو ٹیکسی والے کو پیسے دینے لگا تو رینا بولی۔ "اسے چھوڑئیے نہیں! میں پانچ منٹ میں سامان تیار کر کے لاتی ہوں۔"

شنو نے پرس جیب میں ڈال لیا۔ اور گھر کے اندر چلا گیا۔ اجنے کو تلاش کرنے میں اسے دشواری نہ ہوئی۔

"اجنے!" شنو نے کہا۔

اجنے لڑکیوں کے جھرمٹ سے باہر آ گیا۔ "کیا بات ہے یہ تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں۔؟" اجنے نے مسکرا کر کہا۔

"کچھ نہیں!"

"طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔؟"

"ہاں ——" شنو نے گہرا سانس لے کر کہا۔

"شاید تم کوئی خاص بات کہنا چاہتے ہو؟"

"ہاں! ہم جا رہے ہیں۔"

"تم جا رہے ہو؟" اجنے نے چونک کر پوچھا۔ "آج ——؟"

"اسی وقت ــــــــ"

"اور شام کی محفل چھوڑ کر۔"

"یہ بات نہیں اجے! بات یہ ہے کہ ریتا کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ وہ جانا چاہتی ہے۔"

"ریتا کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اور تم چل دیئے ــــــ عورت کے غلام۔ زن مرید ــــــ کیا یہاں ڈاکٹر نہیں۔ ان مہمانوں میں ایک آدھ تو سِول سرجن ہو گا۔ اور دو تین ڈاکٹر۔ کیا ہم جنگل میں کھڑے ہیں؟"

"نہیں! اجے ہمیں جانا ہی چاہیئے۔"

"تاکہ کل تم یہ کہہ سکو کہ ریتا کی طبیعت خراب ہو گئی تھی، اور اجے ایک ڈاکٹر کا انتظام نہ کر سکا۔" اجے نے ہنس کر کہا۔

"اجے! اس وقت ہمیں جانے کی اجازت دے دو۔ پھر کبھی موقع ملے گا تو بیٹھ کر تجزیہ کریں گے۔" شنو نے پُرنم آنکھوں سے کہا۔

اجے کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے شنو کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "تم جا سکتے ہو۔ میں تمہیں روکوں گا نہیں! یہ درست ہے کہ میرے والدین تمہارے اس طرح چلے جانے پر خوش نہ ہوں گے۔ لیکن میں تمہارا دوست ہوں۔ اور دوست وہ ہوتا ہے جو دوست کی ناجائز حرکتوں پر پردہ ڈال دے۔ لیکن بس ایک بات کہنا چاہتا ہوں اسے یاد رکھنا۔"

"کہو ــــــ"

"میں جانتا ہوں یہ تم نہیں جا رہے ہو۔ ریتا تمہیں لے جا رہی ہے۔ اور

یہاں سے ہی نہیں لے جارہی ہے، بلکہ وہ تمہیں میری زندگی سے نکال کر لے جارہی ہے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں، وہ کبھی نہیں جارہی ہے۔ اس کا ماضی مجبور کر رہا ہے کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے۔ اور تمہیں میری زندگی سے نکال کر لے جائے۔ یہ درست ہے کہ اب ہم بہت جلد نہیں ملا کریں گے۔"

"نہیں اچنے ایسا نہ سوچو ـــــــــــ"

"مجھے بات مکمل کر لینے دو۔ میں کہہ رہا تھا کہ ریتا تا عمر اپنے ماضی سے بھاگتی رہے گی۔ اور تمہیں اس کے ساتھ بھاگنا پڑے گا۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ تم اس دوڑ میں اس کا ساتھ دو۔ لیکن اگر ہم برسوں تک نہیں ملتے، تب بھی یاد رکھو میں تمہارا دوست ہوں۔ اور جب بھی زندگی میں تمہیں دوست کی ضرورت پڑے۔ تم حالات سے گھبرا کر اپنے دل کی بات کسی دوست کو بتانا چاہو، تو میرے پاس چلے آنا۔" اچنے نے کہا۔

"اچنے وہ بات نہیں، جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"خیر! خدا کرے ایسا ہی ہو۔ لیکن میں جانتا ہوں ایسا نہیں ہوگا ـــــــ ہر مرد کی شادی ہوتی ہے۔ لیکن بیوی دوستوں سے خاوند کو چھین نہیں لیتی۔ اس میں ریتا کا قصور نہیں! وہ تمہیں پاگلوں اور دیوانوں کی طرح چاہتی ہے۔ پیار کرتی ہے، اور تمہارے بنا زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب تک تم جوان ہو، تمہیں ریتا کی ضرورت ہے۔ اور جب ادھیڑ عمر کے ہو جاؤ گے، یا بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھو گے، تو تمہیں دوست کی ضرورت پڑے گی، اور تم میرے پاس چلے آنا۔"

"اچنے! تم تو یوں باتیں کر رہے ہو، جیسے میں جا نہیں رہا ہوں، بلکہ دوستی منقطع

کر رہا ہوں۔"

"میرے دوست! ہم ملیں گے۔ ملتے رہیں گے۔ لیکن کچھ برس تک ایک دوسرے کے رازداں نہ بن سکیں گے۔" اجے نے کہا۔

ریتا نے آن کر اعلان کیا کہ سامان ٹیکسی میں رکھا جا چکا ہے۔

"ٹیکسی میں ـــــ" اجے چلایا۔ "لیکن ریتا بھابی! باہر ایک درجن سے زائد کاریں کھڑی ہیں۔ کسی کار میں چلے جاتے۔"

"نہیں اجے! شکریہ ـــــ" ریتا نے کہا۔

"اچھا شنو! اچھا بھابی ـــــ میں آپ کو سٹیشن پہنچا کر آتا ہوں۔"

"نہیں نہیں! تمہاری یہاں ضرورت ہے۔" شنو نے کہا۔

"ضرورت!" اجے مسکرایا۔ "تم میرے دوست ہو نا! تمہاری بات الگ ہے۔ اپنی بھابی سے ملے ہو، جسے میں بیاہ کر لایا ہوں۔"

شنو شرمندہ ہو گیا۔

"خیر! ریتا بھابی تم تو مل چکی ہو اپنی دیورانی سے۔"

"جی ہاں ـــــ"

"پسند آئی ـــــ؟"

"بہت ـــــ" ریتا نے کہا۔ "اب چلئے نا۔" وہ خاوند سے مخاطب ہوئی۔

"جاؤ شنو ـــــ جاؤ ـــــ ریتا بھابی بہت اداس ہو گئی ہے۔ بچاری تین رات سے تمہارے پاس نہیں جا سکی۔" اجے نے ہنس کر کہا۔

گاڑی دوڑ رہی تھی۔ شیو گہری سوچ میں کھویا ہوا تھا۔ کیا اجے نے ٹھیک کہا تھا کہ ریتا ماضی سے بھاگ رہی تھی۔ اور اجے اس کا رازداں تھا۔ وہ کون سا راز تھا۔

فرسٹ کلاس کے کوپے میں وہ دونوں تھے۔ ریتا رسالہ کی ورق گردانی کرتے ہوئے خاوند کا جائزہ لے رہی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہیں آپ؟"

"کچھ نہیں۔" شیو نے گہرا سانس لیا۔

"میں اس طرح چلی کیوں آئی؟"

"ریتا ایک سوال کا صحیح جواب دو گی۔"

"پوچھیے ــــــ"

"کیا مجھ سے پہلے ــــ یعنی شادی سے پہلے ــــ تمہارا کسی لڑکے سے معاشقہ رہا ہے؟"

ریتا ایک منٹ خاموش رہی ــــ "جی ہاں ــــ"

"او ــــ" شیو نے گہرا سانس لیا۔

"میں جانتی ہوں کہ سچ کتنا کڑوا ہوتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ یہ بات تسلیم کرنے سے میں نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے۔ لیکن گناہ وہ ہے، جو تسلیم نہ کیا

جلائے۔ اگر آپ سچ جاننا چاہتے ہیں، تو میں یہ کہوں گی کہ وہ عشق نہ تھا، وہ محض میری الھڑ جوانی کی لغزش تھی۔"

"اور اس لغزش میں تم کہاں تک گریں؟"

"میں سمجھی نہیں ــــــ"

"کیا تمہارے جنسی تعلقات تھے؟"

"نہیں ــــــ"

"پھر ــــــ؟"

"صرف کسنگ تک۔" رینا نے کہا۔ اور وہ اس کے قریب آ گئی۔ اس نے اپنا بازو شنو کی کمر کے گرد حمائل کر دیا۔

شنو خاموش ہو گیا۔ کیا وہ ایک امریکن لڑکی سے بات کر رہا تھا، یا ایک مشرقی عورت سے۔ جو بڑے فخر سے تسلیم کر رہی تھی کہ اس کا ایک عاشق بھی تھا، اور وہ اسے کسنگ کرتی تھی۔

"کیا تم اب بھی اسے ملتی ہو ــــــ؟" شنو کے اندر نفرت اور گھِن پیدا ہو رہی تھی۔ وہ کئی ماہ سے ان باسی ہونٹوں کو چوس رہا تھا۔

"نہیں ــــــ" کہہ کر رینا نے اسے بازوؤں میں لے لیا۔ پیشتر اس کے کہ شنو کوئی اور سوال کرتا، رینا کے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر تھے۔

دو منٹ بعد شنو بھول گیا کہ یہ ہونٹ باسی تھے۔ رینا اس کے کپڑے اتار رہی تھی، اور وہ کوئی مزاحمت نہ پیش کر سکا۔

⁂

شادی کے پہلے پانچ سال بیت گئے۔

شیو دت تیس برس کا ہو گیا تھا۔ اس عرصہ میں تین باتیں قابلِ ذکر رونما ہوئی تھیں۔

پہلی یہ کہ ان کے ہاں ایک لڑکی نے جنم لیا تھا۔

دوسری یہ کہ شیو کو ایک پروڈیوسر کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس پروڈیوسر کے تحت اس نے دو فلموں میں مکالمے لکھے۔ فلمیں کامیاب ہوئیں، لیکن ایک روز ایک معمولی سی بات پر اس کا پروڈیوسر سے جھگڑا ہو گیا۔

بات ضد کی تھی۔ پروڈیوسر نے کہا، کہ وہ غلطی پر ہے ــــــ شیو ضد پر تھا کہ وہ غلطی پر نہیں ہے۔ اور بات بڑھ گئی۔

پروڈیوسر نے کہا کہ وہ معافی مانگ لے۔

شیو بضد تھا کہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی۔ لہذا وہ معافی نہیں مانگے گا۔

شیو کو یہ ضد مہنگی پڑی۔ وہ ابھی بہت بڑا فنکار نہ بنا تھا۔ اسے کسی بڑے

ادارے کی ضرورت تھی، جو اس کی قابلیتوں کا تعارف کرا سکے۔ اس کا مستقبل سنوار سکے۔ لیکن شنو نے ضد کی بنا پر ہزاروں روپے کا نقصان ہی نہ اٹھایا، بلکہ اپنا مستقبل بھی تاریک بنا ڈالا۔

اگر وہ تنہا فیصلہ کرتا تو شاید اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی بھی کر ڈالتا۔ آخر وہ ایک انسان تھا۔ اور انسان سے غلط فیصلے بھی ہو جاتے ہیں۔ غلط قدم بھی اٹھ جاتے ہیں۔ لیکن رینا نے اس کے غلط قدم یا غلط فیصلے کو سراہا ہی نہیں بلکہ اسکی پرزور تائید کی

اور اس پرزور تائید کا یہ نتیجہ نکلا کہ شنو کو جب افلاس اور غربت نے آن گھیرا تو رینا سہارا بن کر کھڑی ہو گئی۔ شنو دت کا اثاثہ شادی کے پہلے ہی برس میں ختم ہو چکا تھا۔ پروڈیوسر سے جو ملا، وہ مشکل سے دو برس چلا۔ اور باقی دو برس رینا کے پیسے سے گذارے گئے۔

غربت اور افلاس رینا کے لئے باعث مہر درخشاں ثابت ہوا۔ شنو کے اندر جو تھوڑی بہت سرکشی کی بُو باقی تھی، وہ بھی ختم ہو گئی۔

"کیا بات ہے آج آپ اداس سے ہیں؟"

"نہیں! تھک گیا ہوں۔" شنو نے جواب دیا۔

"بس! ابھی سے تھک گئے۔ ان معمولی معمولی ناکامیوں سے تھک گئے۔ اگر آپ نے ہمت ہار دی تو منزل کب ملے گی۔ آپ تو دنیا کے بہت بڑے آدمی بننا چاہتے تھے۔ اپنی پہلی ملاقات یاد ہے۔ جب ہم ریڈیو سٹیشن سے نکلے تھے تو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کے پاس حوصلہ ہے ——— ۶-۱ ام ہیں) ——— بلند

ارادے ہیں ـــــ اور انہیں ہار دیا۔ محض اس لئے کہ مقدر ہمارے ساتھ نہیں ـــــ جائیے بازار جائیے ـــــ اور اگر میری باتوں سے آپ کا غم ہلکا نہیں ہو سکتا، تو روائتی شے خرید لائیے۔" کہہ کر ریتا دس کا نوٹ بڑھا دیتی۔

"نہیں ریتا نہیں ـــــ میں تمہارے پیسے سے شراب نہیں پیؤں گا۔"

"پھر وہی ضد! تمہارا اور میرا ـــــ آپ اس تفریق اور امتیاز کی دیوار کو نہ معلوم کب گرائیں گے ـــــ جب میں آپ کی ہوں تو میرا پیسہ بھی آپ کا ہے۔ کہیئے تو کل صبح آپ کے اکاؤنٹ میں جمع کرا دوں تاکہ آپ میری اجازت کے بناء اور مجھے بتلائے بناء نکلوا لیا کریں۔"

"ریتا!" شو فرطِ جذبات سے اس کی گود میں گر پڑتا۔

ریتا اسے سنبھال لیتی "یوں دل نہیں چھوٹا کرتے۔ مخالف ہواؤں سے گھبرا نہیں جاتے۔ میں جانتی ہوں، مجھے کامل یقین ہے۔ اور اسی یقین کے تحت میں نے آپ سے شادی کی تھی کہ آپ ایک روز بہت بڑے آدمی بنیں گے ـــــ شہرت اور دولت آپ کے قدموں میں لوٹے گی۔ اور اس شہرت اور دولت کو مجھ سے چھین تو نہ لیں گے۔ میں بھی اس کی اتنی ہی حقدار ہوں گی۔ جتنے آپ ہوں گے اور اب ان تفکرات کو بھول جائیے۔ جا کر وہسکی لائیے، اور ان ناکامیوں کا جشن منائیے۔"

اور اس طرح دو برس ریتا کے پیسے سے کٹتے رہے۔ شو کو ریڈیو اور رسائل سے تھوڑی بہت آمدن ہو جاتی۔ لیکن ان کے گھر کے پورے اخراجات نہ حل ہو سکتے تھے۔

اور ان پانچ برسوں میں تیسری نمایاں بات تھی......

ریتا اور دیدی میں نوک جھونک تو شادی کے ایک برس بعد ہی شروع ہو گئی تھی۔ لیکن ابھی تک اس میں تلخی کا عنصر نہ شامل ہوا تھا۔ شاید اس وجہ سے کہ ریتا جانتی تھی، شِبّو، دیدی، اور کلونت کو بہت پیار کرتا ہے اور بعض معاملات میں ریتا پر ان کو ترجیح دیتا تھا۔

لیکن ریتا بھی جانتی تھی کہ پنجرہ بڑا ہے: اس میں شبو کو مقید کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کے بال و پَر کاٹ دیئے جائیں۔ اجیت اور کلونت ——— شبو دت کے دو ہی، راز داں اور گہرے دوست تھے۔ اجیت کو اس نے شادی کے پہلے سال ہی کاٹ ڈالا تھا۔ لیکن کلونت ابھی باقی تھا۔ کسی روز بھی پنجرے کا دروازہ کھلا رہ جاتا، تو شبو اس پنجرے سے بھاگ نکلتا ——— اور ابھی تک وہ شبو کا دوسرا بازو نہ کاٹ سکی تھی۔

دیدی، کلونت اور ان کے بچے دوپہر میں آئے تھے۔ دوپہر کا کھانا تو دیدی اور ریتا نے مل کر بنا لیا تھا۔ لیکن شام کی چائے پر ریتا بپھر گئی۔

"ارے چھوڑو شبو! اگر ہمیں ضرورت ہوگی، تو خود بنا لیں گے۔ یہ کوئی غیر کا گھر نہیں ہے ——— اپنا گھر ہے۔" دیدی نے پُر خلوص لہجے میں کہا۔

"اس میں کیا شک ہے۔" ریتا چلّائی۔

کلونت نے اپنی بیوی اور ریتا کو دیکھا۔ وہ اس ماحول سے گھبرا رہا تھا۔

"کیا مطلب ــــــ؟" شودت نے ترش لہجے میں کہا۔

"مطلب جو ہوتا ہے۔" ریتا نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"جو آپ کی دیدی نے کہا ہے۔"

"کیا کہا ہے اس نے؟"

"یہ گھر ان کا ہے۔"

"تو اس میں کیا شک ہے؟"

"پھر بگڑ کیوں رہے ہیں۔ میں ان کی ہی بات کر رہی ہوں کہ یہ گھر ان کا ہے میں تو محض مہمان ہوں۔ اور اس گھر کی حقدار تو آپ کی دیدی ہیں۔ میں نے ان کا حق چھین لیا ہے۔" ریتا نے سرخ چہرے سے کہا۔

"کیسا حق چھین لیا ہے؟" شودت گرجا۔

کلونت کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا، اور دیدی کا سفید۔

"یہی کہ اس گھر کی مالکن تو انہیں ہونا چاہیئے تھا۔"

"ریتا ــــــ" شودت گرجا۔

"آہستہ بولئے ــــــ" کہہ کر ریتا کھڑی ہو گئی۔ "میں بہری نہیں ہوں۔" کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئی۔

شودت غصّے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

"چلو کملیش ــــــ" کلونت نے کھڑے ہو کر کہا۔

"چلئے ـــــــ" کملیش بھی جانے کے لئے کھڑی ہو گئی۔

"نہیں، دیدی! میں چائے تیار کرتا ہوں۔"

"شیو پاگل نہ بنو۔ چائے کی ہمیں طلب ہی نہیں۔" دیدی نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"نہیں آپ ایسے نہیں جائیں گے۔"

"شیو ـــــ" کلونت نے کہا۔

"میں کچھ نہیں سنوں گا۔" شیودت نے کہا اور رسوئی گھر میں چلا گیا۔ لیکن دیدی بھی اس کے تعاقب میں چلی گئی۔

ریتا ساتھ کے کمرے میں پلنگ پر منہ لپیٹے لیٹی ہوئی تھی۔

چائے تیار ہوئی۔ سب نے زہر مار کر پی۔ اور وہ چلے گئے۔

شیودت غصے سے پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ دیدی اور کلونت کو گئے دس منٹ نہ گذرے ہوں گے کہ ریتا کمرے میں داخل ہوئی۔

"پارٹی ختم ہو گئی۔" ریتا نے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔

شیودت نے جواب نہ دیا۔

"واقعی دیدی کا بہت دکھ ہوتا ہے۔" ریتا نے اسے اشتعال دلانا چاہا۔

شیودت اب بھی خاموش رہا۔

"بیچاری بھائی کا درد نہ برداشت کر سکی۔ جیسے ہی بھائی رسوئی میں گیا، ساتھ چلی گئی۔ دیدی تو خیر دیدی ہی ہے، لیکن اس کے خاوند کا بھی جواب نہیں۔ جو سب کچھ دیکھ کر بھی خاموش رہتا ہے۔"

"بکومت ـــــ" شودت، کو زبان کھولنا پڑی۔

"کیوں بہت دکھ ہوا ہے۔ بہت تکلیف پہنچی ہے؟" ریتا نے سوال کیا۔

"ذلیل ـــــ" شودت نے کہا۔

"کون ہیں! یا مسٹر کلونت ـــ؟"

"ریتا! بہتر یہی ہے کہ تم اپنی زبان کو لگام دو۔"

"اس لئے کہ سچ تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔"

"شاید یہ تمہارا ضمیر تمہیں ایسی ذلیل بات کہنے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ تمہارا یار یاد آتا ہے، تو تم شریف لوگوں پر کیچڑ اچھالتی ہو۔"

"شکریہ! لیکن مجھے میرا یار یاد آتا ہوتا، تو میں تسلیم کر لیتی۔ مجھ میں سچ بولنے کی قوت ہے، اور اس کے انجام سے بھی باخبر ہوں، لیکن آپ کو سچ بولنے کی جرأت کیوں نہیں ہوتی؟" ریتا نے تلخ لہجے میں کہا۔

"بکواس بند کرو۔ اپنا سامان باندھو اور ماں کے گھر چلی جاؤ۔"

"شکریہ! میری ماں نے مجھے بلایا نہیں ہے۔ اور بن بلائے کسی کے ہاں کوئی شریف آدمی نہیں جاتا۔"

"شرافت اور تم میں؟"

"جی نہیں! شرافت تو اس گھر میں میرے میکے جانے سے پیدا ہوگی، تاکہ آپ اور دیدی چائے بنا سکیں۔"

"اگر مجھے دیدی کے ساتھ چائے بنانا ہے، تو میں اس کے گھر بھی بنا سکتا ہوں۔"

"اب سچ بولا ہے آپ نے۔ اور وہاں برسوں بیتی ہے۔ کوئی نئی بات نہیں!"

"ریتا بکواس بند کردو، ورنہ ...."

"ورنہ ———" ریتا سینہ تان کر کھڑی ہو گئی۔

شودت خاموش ہو گئے۔

"اب چپ کیوں ہو گئے۔ یہ آپ کی دیدی کیا آپ کو رکھشا بندھن باندھتی ہے۔ کیا اس کے سگے بھائی جب آتے ہیں، انہیں اتنا پیار کرتی ہے۔ ان کا رات کے گیارہ گیارہ بجے تک انتظار کرتی ہے۔"

"اور تم یہ بھول رہی ہو کہ شادی کے بعد ہم پندرہ روز ان کے ہاں کھانا کھاتے رہے ہیں۔ اور آج تم سے چائے بھی نہیں بنی۔"

"آپ نے رکھا تھا۔ میں نے تو پہلے روز ہی کہہ دیا تھا، کہ ماں کے ہاں چلتے ہیں۔"

"تم اور تمہاری ماں۔"

"آپ اور آپ کی دیدی۔" ریتا نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"ریتا تم چاہتی کیا ہو؟"

"آپ اقرار کر لیں۔ پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"کس بات کا؟"

"اب بات بھی سمجھانا پڑے گی۔" ریتا نے ہونٹ کاٹ کر کہا۔ "ایسے معصوم بچے کیوں بن رہے ہیں۔ کیا آپ کے دیدی سے جسمانی تعلقات نہیں ہیں۔"

جواب میں یگ دت نے اس کے چہرے پر پوری قوت سے تھپڑ جڑ دیا۔

"شکریہ ——" کہہ کر ریتا نے دوسرا رخسار آگے کر دیا۔" ایک اِدھر بھی۔"

"یہ بھی لو ——" کہہ کر شِودت نے دوسرے رخسار پر تھپیڑ جڑ دیا۔

"شکریہ —— اگر ہاتھ تھک گئے ہوں تو چپل پیش کر دوں۔" کہہ کر ریتا نے پاؤں سے چپل اتار کر بڑھا دیا۔

شِودت نے چپل لے کر اس کے منہ پر جڑ دیا۔

"شکریہ ——" ریتا کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ "آج پتہ چلا کہ سوت کی وجہ سے مار کیسے پڑتی ہے۔"

"بکواس ——" شِودت نے چپل پھینک دی۔" ذلیل۔" کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

"اب کہاں جا رہے ہیں آپ؟"

"جہنم میں ——"

"تنہا نہیں! میں بھی چلوں گی۔"

"تم جیسے لوگوں کے لئے تو جہنم میں بھی شاید جگہ نہ ہو۔" کہہ کر شِودت گھر سے نکل گیا۔ اس نے بازار جا کر شراب خریدی۔ اور ایک طوائف کے ہاں بیٹھ کر پینے لگا۔

شراب پی کر وہ سیدھا دیدی کے ہاں پہنچا۔ کلونتی گھر میں نہیں تھا۔

"دیدی ——" کہہ کر اس نے سینے پر سر رکھ دیا، اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔

دیدی اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی "روتے ہو! بالکل بچے ہو ــــ اور یہ کیا، تم نے شراب پی رکھی ہے۔"

"ہاں ــــ دیدی میں مر کیوں نہیں جاتا۔ یہ عورت مجھے کیا بنا رہی ہے؟"

"شنو حوصلہ رکھو۔"

"حوصلہ! دیدی! اس عورت میں حسد اور رشک کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔ اس نے آج تمہارا اپمان کیا۔ مجھے معاف کر دو۔"

"تم کیوں روتے ہو۔ یگ ــــ میں نے ایک روز کہا تھا کہ شنتی کو ٹھکرا کر تم پچھتاؤ گے۔" دیدی نے بھاری آواز میں کہا۔

"لیکن اب میں کیا کروں۔ کہاں جاؤں ــــ کیا اسے طلاق دیدوں؟"

"نہیں ــــ" کہہ کر دیدی نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔ ایسی بری بات نہ کہو۔ ابھی جوانی ہے۔ بچپن ہے ــــ جب ادھیڑ عمر کی ہو جائے گی تو......"

"اور اس وقت تک میں اس نفرت کا شکار رہوں گا۔ میرے صرف دو دوست ہیں۔ ایک اجنتے، جس کو اس نے میری زندگی سے نکال دیا۔ دوسرا تکلونتا۔ اب وہ مجھے اس سے بھی الگ کر رہی ہے۔ وہ تمہیں مجھ سے الگ کر رہی ہے۔"

"نہیں دور نہیں ہوں! میں کون ہوں میری آتما جانتی ہے۔ تم کون ہو، تمہاری آتما جانتی ہے۔ اس کے کیچڑ پھینکنے سے کیا ہوتا ہے۔" دیدی نے کہا "اور اب تم

"میں اس گھر میں نہیں جاؤں گا۔ وہ گھر نہیں! وہاں عورت نہیں! وہ تو قلوپطرہ ہے ——— مجھے اس کے سائے سے بھی ڈر آتا ہے۔"

"نہیں شنو! اگر تم گھر نہ گئے، تو اس کے شک اور نفرت کو اور ہوا ملے گی —— اسے اور باتیں کہنے کا موقع ملے گا۔" دیدی نے پرنم آنکھوں سے کہا۔

شنودت گھر جانے پر مجبور ہو گیا۔

جب وہ گھر میں داخل ہوا تو رینا بہترین ساڑھی زیب تن کئے میک اپ سے مزین بیٹھی تھی۔

"کھانا کب کھائیے گا۔؟" رینا نے یوں کہا، جیسے کوئی ہنگامہ ہی نہ ہوا تھا۔

"مجھے بھوک نہیں۔"

رینا اٹھ کر اس کے پاس آ گئی اور اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ شنودت نے خود کو اس گرفت سے آزاد کرانا چاہا۔

"بہت ناراض ہو۔" رینا نے کہا۔

شنودت نے جواب نہ دیا۔

"کہاں بیٹھ کر پی۔" رینا نے ہونٹ اس کے ہونٹوں کے پاس کرتے ہوئے کہا۔

شنودت نے ہونٹ دوسری طرف کر لئے۔

"بہت ناراض ہو۔ میں بری جو ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ بات نہیں کرنا چاہتا۔"

"مت کیجئے ———" کہہ کر رینا نے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر

رکھ دیئے۔ شودت نے ہونٹ الگ کرنا چاہے، لیکن رینا کے ہونٹوں کی گرفت مضبوط تھی۔ اور.........

اس ہنگامے کے بعد دیدی سے ایک ماہ یا ڈیڑھ ماہ کے وقفے کے بعد ملاقات ہونے لگی۔ اس سے پہلے ہر ہفتہ ہوتی ہے۔

دوسری بار جب ہنگامہ کھڑا ہوا تو شودت نے غصے میں رینا کی قمیض پھاڑ ڈالی۔ لیکن ملاقات کا وقفہ ایک ڈیڑھ ماہ سے تین ماہ ہو گیا۔

تیسری بار جب شودت، نے چار چپل ماریں، اور تین تھپڑ تو دیدی سے ایک برس بعد ملاقات ہونے لگی۔

پنچھی پنجرے سے نکلنے کے لئے پھڑپھڑایا تو بہت! آخر بے بس و مجبور ہو کر وہ مقید ہو گیا۔

رینا نے شودت کے دونوں گہرے دوستوں کو زندگی سے نکال باہر کیا تھا۔ اور اب وہ چھوٹے سے چھوٹا دکھ، چھوٹی سے چھوٹی بات ـــــ صرف اس اس کے ساتھ کرنا تھا۔

⁂

پبلشر سے کیا طے ہوگا۔ ریڈیو پر کون سا ڈرامہ کب نشر ہوگا۔ پروڈیوسر سے کن شرائط پر بات چیت ہوگی۔ اب اس کا کلی فیصلہ ریتا کے ہاتھ میں تھا۔

کاروباری سلسلے کے علاوہ شودت کہیں نہ جاتا تھا۔ ریتا نے احباب کا حلقہ اتنا تنگ کر ڈالا تھا کہ وہ کسی کے ہاں نہ جاتے تھے۔ اور جو کاروباری طور پر یا مداح شودت کو ملنے آتا، شودت کی جگہ ریتا اس کا خیر مقدم کرتی۔

شادی کے دوسرے پنج سالہ تعمیر کے تھے۔

شودت کا نام چمکنے لگا تھا۔ اس کی ڈاک میں مداحوں کے تعریفی خطوط موصول ہونے لگے تھے۔ آمدن معقول ہوگئی تھی۔ اتنی کہ ——— انہوں نے ایک مکان خرید لیا تھا۔ سیکنڈ ہینڈ کار ——— گھر میں بہترین فرنیچر آگیا تھا۔ آرائش و آرام کے لوازمات بھی آگئے تھے۔

لڑکی کے بعد ایک لڑکے نے جنم لے لیا تھا۔

لڑکے کی ماں بننے سے ریتا خود کو شودت کی نظروں میں اہم سمجھنے لگی تھی۔ اہم

اس لئے کہ اب شادی کا بندھن مستحکم ہوگیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اب وہ خوف زائل ہوگیا تھا، جو کبھی کبھی ریتا کو پریشان کرتا تھا کہ شادی ناکام ہو جائے۔

اچیے اور کلونت اس کی زندگی سے چلے گئے تھے۔ لیکن ریتا نے کبھی ان کی کمی محسوس نہ ہونے دی تھی۔ آخر دوست کا مطلب ہوتا ہے، جو دکھ سکھ کی باتیں سنے۔ جو مصائب اور تلخیوں کا رازداں ہو۔

شادی کے پہلے پانچ برسوں میں جو غربت اور افلاس انہیں ملے تھے۔ اس نے ریتا اور شیودت کو قریب ہی نہ کیا تھا، بلکہ دنیا کی نظروں میں بہترین میاں بیوی کی تصویر بنا ڈالی تھی۔ احباب اور ملنے والے انہیں کامیاب میاں بیوی سمجھتے ہی نہ تھے، بلکہ ان کا حوالہ دیتے تھے۔ ہر رشتہ دار عزیز و اقارب، دوست احباب ہر کوئی ریتا کو قابلِ احترام سمجھتا ہی نہ تھا، بلکہ احترام کرتا تھا۔ شیودت نے اسے سماج میں سہارا، حفاظت اور وقار ہی نہ دیئے تھے، بلکہ اسے ایک مثالی عورت بنا ڈالا تھا۔ اور کبھی کسی نے ریتا کے ماضی پر بحث کرنے کی جرات نہ کی تھی۔

یوں تو عورت میں بائیس برس کی عمر سے تیس برس کی عمر کے بیچ خوبصورت ترین ہوتی ہے۔ یہ وہ برس ہوتے ہیں، جب وہ بچے پیدا کرتی ہے۔ اس کے جسم کے خالی حصے بھر جاتے ہیں۔ وہ گداز ہو جاتی ہے۔ صرف چند عورتیں فربہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن ریتا نے اس لحاظ سے اپنا جسم سنبھال کر رکھا تھا۔ وہ دو بچوں کی ماں بننے کے بعد بھی ایک سو دس پاؤنڈ تھی۔ اس کی ساخت اور شکل بگڑی نہ تھی۔

بلکہ شیودت جب پینتیس برس کا ہوگیا، اور ریتا تیس برس کی، تو شیودت کو غیر عورت پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ ریتا کا جسم قدرت نے DURABLE

بنا یا تھا۔ جیسے کچھ کپڑے ہوتے ہیں، جو جتنا زیادہ دھوئے جائیں، ان کے رنگ اور کپڑے کی چمک، اور نکھر آتی ہے۔

رینا ابھی تک خود کو محفوظ نہ سمجھتی تھی۔ اگرچہ شیودت طبع کے مطابق پڑوسیوں سے میل جول نہ بڑھاتا تھا۔ بلڈنگ میں اتنے فلیٹ تھے کہ وہ جانتا ہی نہ تھا کہ ان کے پڑوس میں کون رہتا ہے۔ اس کے باوجود اس کا ایک پڑوسی سے جھگڑا ہو گیا۔

شام کو شیودت گھر پہنچا تو رینا کا منہ پھولا ہوا تھا۔

"خیریت تو ہے۔ آج موڈ بگڑا دکھائی پڑتا ہے۔"

رینا نے جواب نہ دیا۔ اس کے جواب نہ دینے پر شیودت کا اشتیاق بڑھ گیا۔ اور یہی وہ چاہتی تھی۔

"کیا میری وجہ سے یہ موڈ بگڑا ہے؟"

رینا نے اب بھی جواب نہ دیا۔

"اب کچھ بولو بھی۔" شیو نے کہا۔

"ہمارے پڑوس میں کون رہتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں نے کبھی راہ و رسم بڑھانے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

"خیر ابھی بتائے دیتی ہوں۔"

"مختصر طور پر یا مفصل ——؟" شیودت نے مسکرا کر پوچھا۔

"آپ مسکرا رہے ہیں، اور میں ......"

"رو دینا چاہتی ہوں۔" شیو نے لقمہ دیا اور مسکرا دیا۔

"خیر میں نہیں بتاتی۔"

"اب روٹھنے لگی ہو۔ لیکن تمہاری شادی آٹھ برس پرانی ہو گئی ہے۔ اور تیرے تم دو بچّوں کی ماں ہو۔ آج نئی نویلی دلہن کی طرح روٹھنا کیسے یاد آ گیا۔ اب روٹھو نہیں بتا دو۔ کیا نام ہے اس پڑوسی کا؟"

"اٹل ——"

"تنہا رہتا ہے؟"

"نہیں اس کے بیوی بچّے ہیں۔"

"کیا کام کرتا ہے؟"

"کسی فرم میں ملازم ہے۔"

"کیا تنخواہ ملتی ہے؟"

"شاید چار سو یا ساڑھے چار سو۔"

"پھر تو ہمیں ان سے مراسم قائم کر لینا چاہئیں۔"

"مراسم قائم کر لینا چاہئیں۔ اس سے جس نے میری بے عزتی کی ہے۔"

"تمہاری بے عزتی ——" شودت مسکرایا۔ "تمہاری بے عزتی کرنے والا کہاں سے پیدا ہو گیا؟"

"ہو ہی نہیں گیا ہے، بلکہ پڑوس میں رہتا ہے۔"

"بات تو بتاؤ ——"

"بات کیا ہے۔ وہ ہمیں کھاتا پیتا دیکھ کر جلتے ہیں۔"

"یہ نئی بات نہیں! ہندوستان میں ہر پڑوسی یہی نیک کام کرتا ہے۔" شودت نے ہنس کر کہا۔ "تم اس کے سامنے اچھا پہن کر نہ جاؤ —— اچھا نہ کھاؤ"

جھگڑا ختم ——"

"لیکن اٹل کی بیوی نے اوستھی کی بیوی سے ناجائز باتیں کہی ہیں۔"

"اب یہ اوستھی صاحب کون ہیں؟"

"وہ جو سامنے فلیٹ میں رہتے ہیں۔" ریتا نے متعارف کرا دیا۔

"ٹھہرو میں پہلے کاغذ پنسل لے لوں۔"

"کیوں ——؟"

"اس لئے کہ بلڈنگ کا نقشہ بنانے سے میں آسانی سے سمجھ سکوں گا کہ اٹل صاحب کون سے فلیٹ میں رہتے ہیں، اور اوستھی صاحب کون سے فلیٹ میں رہتے ہیں۔ اس کے بعد تم نے کسی اور کا نام لیا تو فوراً نقشے کی مدد سے سمجھ سکونگا۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

"نہیں میں سنجیدہ ہوں —— چلو نہیں بناتا نقشہ! یہ بتاؤ اوستھی کی بیوی نے کیا کہا؟" شوونت سگرٹ سلگا کر بولا۔

"اوستھی کی بیوی نے نہیں! آپ غور سے سن ہی نہیں رہے ہیں۔" ریتا نے ترش لہجہ میں کہا۔

"غلطی ہو گئی —— اب نہیں ہو گی۔ ہاں تو اٹل کی بیوی نے اوستھی کی بیوی سے کیا کہا۔"

"یہ کہ ہمارے ہاں ہر شام مہمان آتے ہیں۔ اور شراب کے دور چلتے ہیں۔" ہمہ بتا نے کہا۔

"ٹھیک کہتے ہیں۔ اس میں شک کیا ہے۔ میں ایک آرٹسٹ ہوں۔ وہسکی

پینا میرا دھرم کرم ہے۔ انہیں میرے پینے سے کیا شکایت ہے۔ کیا یہاں ادھم مچتا ہے۔ یا میرے مہمان پی کر اتنا بہک جاتے ہیں کہ پڑوسیوں کی عصمت دری کرتے پھرتے ہیں۔" شووت نے کہا۔

"یہی تو میں کہتی ہوں۔"

"اٹل کی بیوی بکتی ہے۔ اور اسے بکنے دو۔"

"لیکن یہ ہماری عزت کا سوال ہے۔"

"دنیا کا کیا ہے۔ ہم کسی کی زبان نہیں بند کر سکتے۔"

"لیکن آج شراب کی بات ہے۔ کل کوئی تہمت لگائیں گے۔"

شووت سنبھلنے پر مجبور ہو گیا۔ بات سنجیدہ تھی

"لیکن رینا! چند ماہ یا ایک ڈیڑھ کی بات ہے۔ ہم نئے فلیٹ میں جا رہے ہیں۔ جہاں چار پانچ سو روپے کمانے والے پڑوسی نہ ہوں گے۔" شو نے کہا۔

"اور میں اس بے عزتی کو برداشت کر لوں۔"

"رینا اب تم چاہتی ہو کہ میں عورتوں سے جھگڑا کروں۔"

"نہیں آپ اٹل سے ملیں۔"

"کمال ہے۔ بات عورتوں کی ہے، اور میں مرد سے ملوں۔"

"میں تو پہلے ہی جانتی تھی کہ آپ میری اور اپنی بے عزتی برداشت کر لیں گے۔ اور بے عزتی کرنے والے کو کچھ نہ کہیں گے۔"

قلوپطرہ نے تو سلطنتیں تباہ کر ڈالی تھیں۔ یہاں تو معاملہ ہی پڑوسی تک تھا۔

آدھ گھنٹہ بعد اٹل کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے سر پر بھی گہری چوٹ لگی تھی ۔ ــــــــ پولیس آئی اور دونوں کو سٹیشن لے گئی ۔ رات کے دو بجے اٹل اور شودت کی خلاصی ہوئی ۔

تین ماہ بعد راد ستھی کا نمبر تھا ــــــــ اس کا بھی سر پھٹا، اور پولیس کی نوبت آئی ۔

اور اس جھگڑے کے بعد شودت کو بلڈنگ کے لوگ دبے الفاظ میں غنڈہ شہدہ کہنے لگے ۔ لیکن اس سے دبنے لگے ۔

اودستھی کے جھگڑے کو دو ماہ گذرے تھے ۔ ایک دن شودت شام کو گھر آیا نو ریتا کے ساتھ ایک عورت بات کر رہی تھی ۔ اور وہ دونوں کسی بات پر کھل کھلا کر ہنس پڑیں ۔

شودت کو دیکھ کر ریتا بولی

"آؤ تعارف کرادوں ۔"

شودت نے اجنبی عورت کو دیکھا ۔

"یہ ہمارے پڑوسی مسٹر اٹل کی بیوی ہیں ۔" ریتا نے تعارف کرایا ۔

شودت نے حیرت زدہ نگاہوں سے مسز اٹل کو دیکھا ۔ کندھے جھٹکے ۔ سر کھجایا اور دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا ۔

دروازے میں رک کر اس نے ریتا سے کہا "مسز اودستھی سے کب ملوا رہی ہو ۔" کہہ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا ۔

⁂

حالات نے کروٹ لی تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ ایک سینما دیکھ رہے تھے۔

ایک ڈیڑھ برس میں دولت، ہر کھڑکی، دروازے اور روشندان سے گھر میں گھس آئی۔

اس دولت کی آواز اور جھنکار چھپی نہ رہ سکی۔ آٹھ نو برس خاموشی سے گذارنے کے بعد شوودت کی زندگی میں ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے حلقۂ احباب میں کئی لوگ گھس آئے۔

شوودت شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گیا تھا۔ اس کی ڈاک مداحوں کے خطوط سے بھری ہوتی تھی ــــــ رسائل اور اخباروں میں اس پر مضامین لکھے جا رہے تھے ــــــ نمائندے انٹرویو کے لئے آتے ــــــ اس کی تصویریں چھپتیں۔ اس کی ڈائرکٹ کردہ دو فلمیں ہٹ گئی تھیں۔ اگرچہ اسے مخصوص رقم ملی تھی۔ لیکن اب اس کے لئے میدان صاف ہو گیا تھا۔

جو لوگ اسے پانچ برس پیشتر جاننے اور پہچاننے سے گریز کرتے تھے، اب

اس کے قریب آنا چاہتے تھے۔ اب وہ دعوے کرنے لگے تھے کہ شوکت ان کا خاص دوست ہے۔

جہاں شہرت نے اس کے احباب پیدا کئے تھے، وہاں اسی شہرت نے اس کے دشمن بھی پیدا کئے تھے۔ بلکہ احباب کم اور دشمن زیادہ۔

"بد دماغ ہے ——" اکثر لوگ کہتے۔

"مغرور ہے ——" کافی لوگ کہتے۔

"لیکن ہے ذہین ۔ کردار نگاری پر جو اس نے فلمیں پیش کی ہیں، عام پروڈیوسر جرأت نہیں کر سکتا۔"

"ناکام عشق اور عورت کے مکروہ چہرے کو صرف یہی پیش کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔"

"وہ فلم یاد ہے۔ جس کی کہانی کالج سے شروع ہوتی ہے —— لڑکا ادیب اور غریب ہوتا ہے۔ اور لڑکی امیر اور خوبصورت —— اور اس رنڈی کے کردار کو خوب نبھایا ہے —— رنڈی کے ایثار اور خلوص پر اس سے بہتر فلم نہیں بنی۔"

"جینئس ہے جینئس ——"

شوکت مغرور تھا یا نہیں ۔ بد دماغ تھا یا نہیں ۔ جینئس تھا یا نہیں —— لیکن اس میں علیحدگی تھی ۔ وہ عام روش سے ہٹ کر فلمیں پیش کر رہا تھا۔ اور یہ سب سے بڑی خوبی تھی۔

Nothing like success which succeeds.

اور شوودت شہرت کے بام پر تھا جوان لڑکے اور لڑکیوں کا ہیرو تھا۔ لڑکیاں اسے محبت بھرے خط لکھ رہی تھیں۔ آٹوگراف اور فوٹو کے تقاضے بڑھنے لگے تھے۔
شہرت کیا تھ ساتھ دولت بھی آرہی تھی۔ گذرے ہوئے تمام برس یوں دکھائی پڑتے تھے، جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ فارغ البالی نے ماضی کے افلاس اور غربت کو بھلا دیا تھا۔

لوگ کیا کچھ کہتے تھے۔ ان کے کہنے میں اتفاق نہ تھا۔

متفقہ طور پر ایک جملہ دوست اور دشمن بھی کہتا تھا۔ وہ تھا کہ شوودت کو بنانے میں ریتا کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔ ریتا کی قربانی اور مالی امداد کے بغیر وہ کبھی اس مقام پر نہ پہنچ سکتا۔

اور ریتا اس حقیقت سے باخبر تھی۔ باخبر ہی نہ تھی، بلکہ وہ خود کو باعث فخر سمجھتی تھی۔

ریتا کا یہ فخر حق بجانب تھا اس نے تاریک اور سیاہ دنوں میں شوودت کا ساتھ دیا تھا۔ جب بھی ناکامی نے منہ چڑایا ریتا نے شوودت کی دلجوئی کی تھی۔ مشکل دنوں میں اس کا حوصلہ بڑھایا تھا۔ اسے منزل کی طرف گامزن رہنے کی تلقین کی تھی۔

لیکن شوودت حقائق سے غافل نہ تھا۔ اس نے متعدد بار کہا تھا۔ "ریتا! آج میں شہرت کے جس مقام پر پہنچا ہوں، یہ تمہارے مرہون منت ہے۔ اس میں سب سے بڑا ہاتھ تمہارا ہے۔"

ریتا کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو جاتا۔ وہ جواب میں اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں

پر رکھ دیتی ——— اور معاوضہ وصول کر لیتی۔

شودت کو بچپن سے ہی گھر بنانے کا، اشیاء خریدنے کا شوق تھا۔ دولت کے آتے ہی اس نے اپنا فلیٹ خرید لیا۔ اور اسے بہترین فرنیچر اور آسائش کے سامان سے بھر ڈالا۔ قالین، فرج، ریڈیوگرام، ٹیپ ——— آرام و آسائش کی بیشتر اشیاء۔

فلیٹ اور سامان پر پچاس ہزار سے زائد خرچ ہو گیا۔

جس روز رینا نے دوسرے لڑکے یعنی تیسرے بچے کو جنم دیا۔ اسی روز شودت نے ذاتی ادارے کی داغ بیل ڈالی۔

شودت نے اسی بلڈنگ میں دفتر کھولا۔ جہاں اس پروڈیوسر کا دفتر تھا، جس کے ساتھ اس نے زندگی میں پہلی بار کام کیا تھا۔ جس کے ساتھ معمولی سی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ شودت نے پروڈیوسر سے معافی نہ مانگی تھی۔ اور کئی برس افلاس کی زندگی گذارنا منظور کر لی تھی۔ آج اسی ضد کی خاطر اس نے اسی بلڈنگ میں دفتر بنایا، جس میں اس پروڈیوسر کا دفتر تھا۔

یہ شودت کی کامیاب زندگی کا عروج تھا۔

رینا اکثر دفتر کا ذکر سنتی۔ کتنا شاندار تھا۔ اس کا میز کس طرح کا تھا۔ کرسی کس قسم کی تھی۔ مینیجر کا میز کس قسم کا تھا۔ دوسرے سٹاف کا۔ اور اس روز کی تمنا کرتی جب وہ دفتر میں جا سکے گی۔

"لیکن اس دفتر کے بنانے میں میں نے کوئی کام نہیں کیا۔" رینا نے کہا۔

"لیکن تم اسے پسند کرو گی۔"

"وہ تو درست ہے۔ لیکن میں آپ کی میز اور کرسی، قلمدان اور ڈیسک کیلنڈر کا خود انتخاب کرنا چاہتی تھی۔"

"مجھے افسوس ہے ریتا! لیکن اب بھی تم اسے پسند کروگی۔"

"وہ الگ بات ہے! میں آپ کے معیار پر اعتراض نہیں کرتی۔ لیکن ہم دونوں مل کر فرنیچر پسند کرتے تو دوسری بات تھی۔"

"اب کرلیں گے۔ میں اپنا میز اور اپنی کرسی منیجر کو دیدوں گا۔"

"نہیں یہ بدشگنی ہے۔ جس کرسی پر آپ ایک بار بیٹھ چکے ہیں۔ میں نہیں چاہتی اس پر کوئی دوسرا بیٹھے۔"

"اب تم جلدی سے اچھی ہو جاؤ۔"

"بس دو روز اور ہیں۔ پھر مجھے یہاں سے چھٹی مل جائے گی۔" کہہ کر ریتا نے نوزائیدہ بچے کو دیکھا۔ "بالکل آپ کی ناک اور آپ کے ہونٹ کا نہ پایا ہے۔"

"نہیں ہاردی سے ملتا ہے۔"

"ہاردی بھی تو آپ سے ملتا ہے۔"

"ریتا میں آج دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں۔ دنیا میری زندگی پر رشک کرتی ہے۔ ذاتی فلیٹ —— بہترین فرنیچر اور آرائش کا سامان۔ تین بچے —— ایک لڑکی —— دو لڑکے —— اپنا ذاتی دفتر —— گھر پر فون —— دفتر میں فون —— کار —— بنک میں روپیہ —— اور سب سے آخری اور سب سے بڑی بات۔"

"وہ کیا —— ؟"

"تمہاری جیسی خوبصورت اور پیار کرنے والی بیوی۔" کہہ کر شودرشنانے بیوی کا منہ چوم لیا۔

"کیا کر رہے ہیں۔ کوئی ڈاکٹر یا نرس دیکھ لے گی۔"

"وہ سمجھیں گے ہم چوتھے بچّے کی تیاری کر رہے ہیں۔"

"نہیں اب نہیں۔"

"بس تین سے تو اکتا گئیں؟"

"نہیں! ایک اور کو جنم دوں گی۔ اس بار لڑکی کو جنم دوں گی ——— لیکن پانچ برس بعد ——— اگر میں نے پانچ برس بعد بیٹی کو جنم دیا، تو جب کرن کی شادی ہوگی تو میری چھوٹی بیٹی پانچ چھ برس کی ہوگی۔ کرن کے چلے جانے سے گھر میں جو خلا پیدا ہوگا، وہ میری دوسری بیٹی پر کر دے گی۔" رینا نے کہا۔

"تو میری ہماری شادی کی گیارہویں سال گرہ ہے۔"

"ہاں! گیارہ برس میں تین بچے!" رینا نے کہا۔ "اچھا ایک بات بتایئے۔"

"پوچھو ———"

"کیا آپ اس منے کو بھی اتنا ہی پیار کریں گے جتنا روی کو کرتے ہیں۔؟"

"کیوں نہیں ——— تم نے ایسا سوال کیوں کیا۔ کیا یہ میرا یا ہمارا نہیں؟"

"ہے! لیکن نہ معلوم میں کیوں سوچتی ہوں کہ آپ اسے اتنا پیار نہیں کریں گے۔" رینا نے کہا۔ "اور جانتے ہیں آپ! اس منے کے بعد میرے جسم کی وہ SHAPE نہیں رہے گی۔"

"کیوں ———؟"

"میرے کولہے بہت بھاری ہو جائیں گے۔ شاید ۳۲ تک پہلے جائیں۔ بازو بھی اب سڈول نہیں رہے۔ اور وزن بھی ایک سو تیس پاؤنڈ سے اوپر ہو جائے گا۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ مجھے موٹی عورتیں پسند نہیں۔"

"موٹی تو نہیں ہو جاؤں گی۔ لیکن ایک سو دس والی بات بھی نہ ہو گی۔"

"تم ایک سو پچاس بھی ہو جاؤ تو بھی تمہیں شب اول کی طرح چاہوں گا۔" شو نے ہنس کر کہا۔

"اچھا جس روز میں دفتر آؤں گی، آپ کا سٹاف مجھے سلام کرے گا۔"

"سلام ——— " شو دت نے ہنس کر کہا۔ "وہ کرسیاں چھوڑ کر با ادب با ملاحظہ ——— ہوشیار ——— ہو گا۔ اور اس وقت تک اپنی کرسی پر نہیں بیٹھے گا جب تک ہر ہائی نس مہارانی ریتا دیوی والیٔ ریاست شو دت کرسی پر تشریف فرما نہ ہوں گی۔" شو دت نے فنی انداز میں اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"اب ہر ہائی نس مہارانی ریتا دیوی ——— والیٔ ریاست شو دت اپنے منے کو دودھ دے گی۔ اس لئے آپ اس کمرے کو خالی کر دیں۔" ریتا نے مسکرا کر کہا۔

"اور ہر ہائی نس شو دت اپنے دفتر جا رہا ہے۔" کہہ کر شو دت کھڑا ہو گیا۔ اس نے فوجی انداز سے سلام کیا۔ اور کمرے سے نکل گیا۔

شو دت کے جاتے کے بعد ریتا کی ماں آ گئی۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد جب ریتا نے بتایا کہ شو دت نے اپنا دفتر کھول لیا ہے۔ تو ماں نے کہا۔

"ریتا ایک بات پوچھوں۔"

"پوچھو ماں۔"

"دیکھو بیٹی! آج تمہاری زندگی کا سب سے بڑا دن ہے۔ تمہارا اپنا فلیٹ ہے کار ہے ـــــ آرام ہے ـــــ اولاد ہے ـــــ اور پیار کرنے والا پتی ہے۔"

"ہاں ماں ـــــ میں دنیا کی سب سے زیادہ خوش قسمت عورت ہوں۔ اور میں کتنا ڈرا کرتی تھی کہ میری شادی کامیاب ہوگی یا نہیں۔"

"خیر وہ تو ہو گئی ہے۔ لیکن یہ بتاؤ، تمہارے پاس کیش کتنا ہے؟"

"معلوم نہیں ماں۔"

"او میں سمجھ گئی تم بتانا نہیں چاہتی ہو۔"

"نہیں ماں! یہی کوئی ایک لاکھ کے قریب ہوگا۔ لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"میں اس لئے پوچھ رہی تھی کہ مرد ذات کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اب تمہاری شادی کو گیارہ برس ہونے کو آئے ہیں۔ شوکت پینتیس برس سے زائد کا ہو گیا ہے۔ اِدھر تم تین بچوں کی ماں بن گئی ہو۔ تمہاری جوانی اب جوانی نہیں رہی۔ اِدھر شوکت کے پاس شہرت اور دولت آگئی ہے۔ اب وہ کسی بھی دن دوسری عورت کے چکر میں گرفتار ہو سکتا ہے۔"

"نہیں ماں وہ ایسا نہیں کرے گا۔"

"اس بھروسے پر کبھی قائم نہ رہنا۔ میں مرد ذات کو تم سے زیادہ اور بہتر سمجھتی ہوں۔ مرد جب ۳۵ سے اوپر ہو جاتا ہے، تو وہ بیوی کو بھلا کر جوان لڑکیوں میں دلچسپی لینے لگتا ہے۔ مرد کے بھٹکنے کی یہی عمر ہوتی ہے ـــــ اور عورت صرف دو بار بھٹکتی ہے۔ پہلے جب وہ سولہ اور بیس کے درمیان ہوتی ہے۔ اس وقت الھڑ جوانی

کی وجہ سے تانک جھانک۔ یا بوس و بازی تک بات رہتی ہے۔ پھر بیس سے تیس بتیس برس کی عمر تک وہ بچے جننے اور انہیں پالنے میں مصروف رہتی ہے۔ پھر ۳۳ سے ۳۸ برس کی عمر میں بہکتی ہے، جب وہ جوان لڑکوں کی طرف رجوع کرتی ہے۔"

"ماں یہ تم کس قسم کی باتیں کر رہی ہو۔ تمہارا مطلب ہے، میں بھی بہک سکتی ہوں؟" ریتا نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا تم مہندر سے ملتی ہو؟"

ریتا نے جواب نہ دیا۔

"ہوں! اس کا مطلب ہے ملتی ہو۔"

"نہیں ——" ریتا نے کمزور لہجے میں کہا۔

"خیر تمہارے آنے والے پانچ سال بہت خطرناک ہیں۔"

"ماں میں شو دت کو کہیں نہ جانے دوں گی۔ تمہارا خیال ہے، ایسا میں اسے کھو دوں گی، جب اس کا ایک ایک بال بھی میرا ہے؟"

"کیا اسے لڑکیاں ملنے نہیں آتیں؟"

"وہ تو اس کا پیشہ ہے۔ آخر آج اسے لاکھوں لوگ جانتے ہیں۔ اور جوان لڑکے اور لڑکیاں ہی تو اس کے سب سے بڑے مداح ہیں۔"

"خیر میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا ہے۔"

میٹرنٹی ہوم سے وہ گھر پہنچی، تو ابھی دو تین روز آرام کرنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ

شودت کا دفتر دیکھنا چاہتی تھی۔ اسے اس بات پر غصہ تھا، کہ شودت نے دفتر کے افتتاح میں اسے شریک کیوں نہیں کیا۔ اسے صرف گیارہ روز ہی تو میٹرنٹی ہوم میں رہنا تھا۔

گیارہ برس کی شادی شدہ زندگی میں یہ پہلا کام تھا، جو اس سے مشورہ کئے بغیر شودت نے کر ڈالا تھا۔ اور ریتا اس حرکت کو اپنی ذاتی توہین سمجھتی تھی۔ لگلے پانچ روز میں شودت نے اسے تین بار کہا کہ وہ دفتر دیکھنے کیوں نہیں آتی۔

"ابھی کمزور ہوں۔ ذرا جسم میں طاقت آجائے تو آؤں گی۔" ریتا نے تینوں بار یہی جواب دیا تھا۔ اگرچہ وجہ کچھ اور تھی۔

ریتا صوفے پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

ریتا نے اٹھ کر ریسیور اٹھایا۔ "کون ؟"

"شودت صاحب کو بلوا دیجئے۔" نسوانی آواز آئی۔

"بلوا دیجئے۔ لیکن وہ تو اس وقت دفتر میں ہیں۔"

"او ــــــــ" عورت نے گہرا سانس لیا۔

"آپ کون بول رہی ہیں ؟"

"جی ـــــ میں سمی ہوں۔"

"سمی ـــــــ اپ شودت کو کب سے جانتی ہیں ؟"

جواب میں سمی نے فون بند کر دیا۔

ریتا کا ذہن گھوم گیا۔ سمی نے گھر پر فون کیوں کیا۔ وہ شودت کو کب سے جانتی

تھی۔ اور اتنا کیوں نہیں جانتی تھی کہ شودت اس وقت دفتر میں ہوتا ہے۔

اس نے آج تک شودت کو دفتر بنانے کی اجازت نہ دی تھی۔ یہ دفتر بنتے ہی فون اور کئی بیدا ہوگئے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ دفتر کھلنے کے بعد وہ شودت پر نگرانی نہ رکھ سکے گی۔ وہ اب بھی دفتر کے خلاف تھی۔ لیکن شودت مصر تھا کہ ادارے کا دفتر ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ ریتا بضد تھی کہ فلیٹ کے ایک کمرے میں دفتر کھول لیا جائے۔

اس نے لباس تبدیل کیا اور ٹیکسی پکڑ کر دفتر پہنچی۔ دفتر تلاش کرنے میں اسے دشواری نہ ہوئی۔

دروازے پر چپڑاسی بیٹھا تھا۔

"فرمایئے کس سے ملنا ہے؟" چپڑاسی نے سوال کیا۔

ریتا نے اس پر قہر آلود نگاہ ڈالی اور اندر داخل ہوگئی۔ سامنے منیجر کا میز تھا۔ "فرمایئے آپ کس سے ملنا چاہتی ہیں"!

"کسی سے نہیں ______" کہہ کر ریتا نے کیبن کا دروازہ کھولا اور اندر پہنچ گئی۔

منیجر اور دونوں کلرک ایک دوسرے کو دیکھنے لگے

شودت کے پاس دو آدمی بیٹھے تھے۔ ریتا کے بغیر مطلع کئے داخل ہونے پر شودت ایک بار چونکا۔

"ارے تم ______" شودت کے لہجے میں اچنبھا تھا۔

"کیوں! میرا آنا ناگوار گذرا ہے"؟

"ارے کیا کہہ رہی ہو ـــــ بیٹھو بیٹھو ـــــ"

لیکن کیبن میں تیسری کرسی نہ تھی۔ شو دت نے گھنٹی بجائی۔ چپراسی آیا تو بولا۔

"ایک کرسی لاؤ۔"

"آپ یہاں تشریف رکھیئے۔" ایک آدمی نے اپنی کرسی خالی کر دی۔

"جی نہیں شکریہ ـــــ" ریتا نے ترش لہجہ میں کہا۔

"ارے آپ بیٹھئے ـــــ یہ میری شریک حیات ہے۔" شو دت نے تعارف کرایا۔ "یہ میوزک ڈائریکٹر رمن ہے۔ اور یہ گیت کار ـــــ راہی ہے۔"

دونوں نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کہی۔ ریتا نے جواب میں کچھ نہ کہا۔

شو دت ہی کھسیا کر رہ گیا۔ محفل میں اس طرح پیش آنے کی عادت گئی نہ تھی۔

ایسے ہی موقع ملتا تو خاوند کو اسی طرح چھوٹا بنا دیا کرتی تھی۔

"اچھا ہم پھر حاضر ہوں گے۔" ادھیڑ عمر میوزک ڈائریکٹر رمن نے ریتا کے چہرے کے تاثرات بھانپتے ہوئے کہا۔

دونوں حضرات چلے گئے۔ اس بار بھی ریتا نے ان کی نمستے کا جواب نہ دیا۔

شو دت اس کے رویے پر غصے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

"دفتر پسند آیا؟" شو دت نے ماحول کی تلخی کو کم کرنا چاہا۔

"ٹھیک ہے۔" ریتا نے پتھر مارا۔

"اوہ ـــــ" شو دت نے گہرا سانس لیا۔

دو منٹ کیبن میں خاموشی رہی۔

"کیا پیو گی ـــــ ٹھنڈا یا گرم ...؟"

"کچھ نہیں ——" ریتا نے بے رخی سے کہا۔ اور میز پر پڑے ہوئے رسائل سے ایک اٹھا لیا اور اس کی ورق گردانی کرنے لگی۔

"ریتا! میرے متعلق اس میں ایک مضمون چھپا ہے۔"

"چھپتے ہی رہتے ہیں۔"

"کیا بات ہے، آج موڈ بڑا خراب دکھائی پڑتا ہے؟"

"میرا یا آپ کا ——؟"

ریتا کی بد زبانی کا شودت در جنوں بار شکار ہوا تھا۔ لیکن آج ریتا پہلی بار دفتر میں آئی تھی۔ اور اس کے ساتھ اس بری طرح پیش آ رہی تھی۔ وہ باعث نہ جان سکا تھا۔

"آپ کی سمی کا فون آیا تھا۔" ریتا نے جان بوجھ کر آپ کی سمی کہا۔

"کب ——؟"

"آدھ گھنٹہ ہوا۔"

شودت نے جواب نہیں دیا۔ نہ ہی یہ پوچھا کہ کیا کہہ رہی تھی۔ اس امر نے ریتا کے شک کو مزید آگ سا دی۔

"کون ہے یہ سمی؟" ریتا نے ورق پلٹتے ہوئے کہا۔ "اور آپ نے پوچھا نہیں اس نے کیا کہا۔"

"شاید کوئی مذاق ہوگی۔"

"ہوگی ——" ریتا نے دوسرا ورق پلٹا۔ اور وہ صرف شودت سے بات کرنا چاہتی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ فون گھر پر کر رہی ہے۔ اور اس گھر میں

شوورت صاحب کی بیوی بھی رہتی ہے۔ وہ اس سے بھی بات کر سکتی تھی۔"

اب اس بے رخی اور بدزبانی کی وجہ سمجھ میں آگئی تھی۔

"شاید اسے پتہ نہیں ہو گا کہ تم میٹرنی ہوم سے لوٹ آئی ہو۔"

"تو اسے علم تھا کہ میں میٹرنی ہوم میں ہوں۔ اور وہ دفتر کا فون چلاتے ہوئے بھی گھر فون کرتی ہے۔ اور شوورت صاحب سے متعارف ہے، لیکن ان کی بیوی سے بات کرنے میں شرم ہی محسوس نہیں ہوئی، بلکہ فون بند کر دیا گیا جب اسے پتہ چلا کہ شوورت صاحب دفتر میں تشریف رکھتے ہیں۔"

"وہ ناسمجھ مداح ہو گی۔"

"کیا آپ کے مداح مجھ سے فون پر بات نہیں کرتے، یا گھر پہ ملنے نہیں آتے ———— لیکن اس قسم کے مداح سے میں نے پہلی بار بات کی ہے، جو مجھ سے نہیں، صرف شری شوورت سے بات کرنا چاہتی ہے۔ کب سے جانتے ہیں آپ اسے؟"

"میں آج تک نہیں ملا۔"

"جھوٹ ————" اتنا کہہ کر اور رسالہ بند کر کے میز پہ پٹخ دیا، اور کھڑی ہو گئی۔ "میں شاپنگ کرنا چاہتی ہوں۔ میرے ساتھ چلیے۔"

شوورت نے کلائی کی گھڑی دیکھی۔ ابھی صرف چار بجے تھے۔ اور دفتر ساڑھے پانچ بجے بند ہوتا تھا۔ لیکن وہ دفتر کا مالک تھا۔

"گھڑی دیکھ رہے ہیں آپ۔ کیا آپ کو بھی کسی سے اجازت لینا پڑتی ہے۔ یا آپ کسی کا انتظار کر رہے ہیں" رینکا نے طنز آمیز لہجہ میں کہا۔

"نہیں ـــــ میں چل رہا ہوں" کہہ کر شوونت نے میز کے دراز کو تالا لگایا، اور کیبن سے باہر آ گیا۔

اس نے منیجر اور کلرکوں سے ریتا کا تعارف کرایا۔ سب اپنی اپنی کرسیاں چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے سوال کا جواب مل گیا تھا۔ چپڑاسی انہیں چھوڑنے سڑک تک آیا۔ چپڑاسی نے ریتا کے لیے کار کا دروازہ کھول دیا۔ ریتا بیٹھ گئی۔

کار سٹارٹ ہونے تک چپڑاسی نے ریتا کو تین بار سلام کیا۔ اور ریتا نے سر کو ہلکی سی جنبش دی۔

"کیا خاص چیز خریدنا ہے؟"

"ہاں! بچوں کے ریڈی میڈ کپڑے۔"

"تو کہاں چلوں؟"

"نولایہ ـــــ" ریتا نے۔ بے رخی سے کہا۔

ایک دوکان کے آگے ریتا نے کار روکنے کا حکم دیا۔ شوونت نے کار روک دی۔ وہ دوکان بہت بڑی نہ تھی۔ نہ ہی شہر کی اہم دوکانوں میں سے ایک تھی۔ لیکن شوونت نے یہی سمجھا کہ ریتا کی پسند ریتا کی طرح تنخ اور گری ہوئی تھی۔

دوکان میں سات آٹھ سیلزمین تھے۔ ریتا سیدھی ایک سیلزمین کی طرف بڑھی۔ ۳۴۔۳۵ برس کا نہایت ہی مدقوق اور یتیم مرد تھا۔ شوونت نے غور کیا کہ سیلزمین کے چہرے پر ایک حسرت سی کھیل گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہو گئی تھی۔

"آئیے آئیے ـــــ" سیلزمین نے کہا

"چھوٹے بچے کے لئے فراک دکھایئے۔" ریتا نے کہا۔

"ابھی لیجئے ــــ کتنے مہینے کا ہے؟"

"سو دن کا ــــ"

"مبارک ہو ــــ لڑکا ہے۔" سیلز مین نے کہا۔

ریتا نے جواب نہ دیا۔

فراکوں کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ ریتا ایک فراک اٹھاتی، اور پھینک دیتی۔ سیلز مین فراکوں کی تعریف میں زمین و آسمان ملا رہا تھا۔

ریتا نے ایک بار بھی شوودت سے فراک پسند کرنے کو نہ کہا۔ شوودت بور ہونے لگا تو سگرٹ سلگا کر دوسری الماریوں کی طرف بڑھ گیا۔

شوودت اتنا بور ہو گیا تھا کہ اسکے چوتھے سگرٹ ختم ہونے تک ریتا فراک منتخب نہ کر سکی تھی۔

چھ فراک خریدنے میں ریتا نے چالیس منٹ صرف کئے۔ بل بنا ــــ وہ کاؤنٹر پر پہنچی ــــ پرس سے اس نے سو سو کے کئی نوٹ نکالے۔ ان میں ایک نوٹ منتخب کیا۔ جیسے باقی نوٹ ننانوے روپے میں چلتے تھے۔ خزانچی نے بل کی رقم وضع کی اور بقایا لوٹا دیا۔ ریتا نے بقایا سنبھالا، پیکٹ اٹھایا اور دوکان سے باہر چل دی۔ اس نے شوودت کو بلایا تک نہیں۔

شوودت اس کے تعاقب میں باہر پہنچا۔ جب وہ کار میں بیٹھنے لگے تو وہی سیلز مین آ گیا۔

"معاف کیجئے آپ یہ بھول آئی تھیں" کہہ کر اس نے انگوٹھی بڑھا دی۔

ریتا نے جواب میں ہاتھ بڑھا دیا۔ سیلزمین نے اُٹھی ہتھیلی پر اس انداز سے رکھی جیسے وہ لمس چاہتا ہو۔ دونوں کی نگاہیں ٹکرا رہی تھیں۔ جیسے وہ کوئی پیغام دے رہی ہوں۔ شودت نے ان نگاہوں کو بھانپا۔ اور سیلزمین سے مخاطب ہوا۔

"معاف کیجئے، آپ کا نام مسٹر مہندر ہے؟"

"جی ہاں ــــــ" سیلزمین نے بے اختیاری میں کہا۔

"شکریہ! آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی" کہہ کر وہ سٹیرنگ پر جا بیٹھا۔ ریتا بھی کار میں بیٹھ گئی تھی۔

کار چلنے لگی۔ دس بارہ منٹ تک دونوں خاموش بیٹھے رہے۔

"اب کہاں چلنا ہے؟"

"مجھے تو گھر جانا ہے۔ آپ کو کہیں جانا ہے، تو یہاں اتار دیجئے، میں ٹیکسی میں گھر چلی جاؤں گی۔"

"میں مہندر سے مل کر خوش ہوا ہوں۔ لیکن ملاقات کا کوئی بہتر طریقہ بھی ہو سکتا تھا۔ جیسے ہی ہم دکان میں داخل ہوئے تھے، اسی وقت ملوا دیتیں تو بہتر تھا۔" شودت نے آہستہ سے کہا۔

ریتا نے جواب نہ دیا۔ وہ جوش جنون میں جو کر بیٹھی تھی، اب اس پر پچھتا رہی تھی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ شودت اسے پہچان لے گا۔ اب وہ جانتی تھی کہ اس کی زندگی میں طوفان کھڑا ہونا تھا۔ اب اس کی اسی میں بہتری تھی کہ خاموش رہے۔ ورنہ اب بوسہ والا خادمہ کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔

"خیر ایک بات کی بہت خوشی ہوئی، کہ تم مہندر کہاں برسوں میں ملتی رہی ہو۔"

شودت نے آہستہ سے کہا۔

"یہ غلط ہے۔" ریتا نے دبی زبان میں کہا۔

"اس کے باوجود کہ تم جانتی تھیں، ہمیں کس دوکان پر رکنا ہے۔ اور تمہیں کسی سیلزمین سے ملنا ہے۔"

"یہ اتفاق ہے ـــــــ" ریتا، جھوٹ کی کمزور دیوار کھڑی کرنا چاہتی۔

"میرا ابھی بھی خیال ہے۔" شودت نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

گیارہ سالہ شادی شدہ زندگی آج ٹوٹ گئی تھی۔ شودت جس انداز سے باتیں کر رہا تھا، صاف ظاہر تھا، آج رات کو طوفان کھڑا ہوگا۔

وہ فلیٹ میں داخل ہوئے تو روی اور کرن اس کی طرف بڑھے۔ کرن نے تو اپنی ممی سے پارسل سنبھال لیا۔ لیکن روی اسے چمٹ گیا۔ یہ درست تھا کہ وہ روی کو بہت پیار کرتا تھا۔ اس نے روی سے بھی کوئی بات نہ کی۔ ریڈیوگرام بس ہی اس کا یار تھا۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ وہاں ڈھائی بوتل مختلف قسم کی شراب تھی۔ اس نے وہسکی کی بوتل نکال لی۔

"روی بیٹے نوکر کو بولو۔ سوڈا ہے تو لے آئے، ورنہ ایک گلاس پانی دیدے۔ اور پھر بازار سے سوڈے لے آئے۔"

روی ڈیڈی کا ہر حکم بجا لاتا تھا۔ بلکہ وہسکی کے معاملہ میں ہر وقت چوق و چوبند رہتا تھا۔ وہ خود ہی ایک گلاس پانی لے آیا۔

شو نے ڈبل پیگ وہسکی ڈالا، برابر کا پانی۔ اور ایک ہی جرعے میں اس نے گلاس خالی کر دیا۔

"ڈیڈی آج میں اسکول میں دوڑ میں اوّل آیا" رونی نے کہا۔

"شاباش ——————" شودت نے بے رخی سے کہا۔ اور اٹھ کر ریکارڈ تلاش کرنے لگا۔

کرن بھی کمرے میں آگئی۔ ریتا سامنے کونے آئی۔

شب کے نو بج گئے۔ بچے کھانا کھا کر سونے کے لئے چلے گئے تھے۔ شودت نے نصف سے زائد بوتل خالی کر ڈالی تھی۔ ریتا کسی کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ کمرے میں ہولناک سناٹا تھا۔ اور یہ سناٹا طوفان کا پیش خیمہ تھا۔

ریتا جانتی تھی کہ شودت معمول سے زیادہ شراب پی چکا ہے۔ لیکن اس نے ٹوکنا مناسب نہ سمجھا۔ شراب کے بعد ضروری بات تھی کہ شودت برسے گا۔ بڑی بات نہیں کہ آج برسوں کے بعد اس پر ہاتھ بھی اٹھائے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمیشہ کا جھگڑا ختم تھا۔

شودت جب نئی بوتل نکالنے لگا، تو ریتا بول پڑی۔

"کھانا نہیں کھائیے گا۔ سوا نو بج رہے ہیں۔"

"نہیں! تم کھا لو۔" شودت نے کہا۔ "اور آج کے بعد تم میرے ساتھ نہیں سویا کرو گی۔"

ریتا نے جواب نہ دیا۔

"اور اب تم اس کمرے سے باہر چلی جاؤ۔"

ریتا دو ایک منٹ سوچتی رہی۔ پھر اٹھ کر چلی گئی۔

شب کے دو بجے ریتا کی آنکھ کھلی تو شودت کے کمرے میں روشنی تھی۔ وہ اٹھ

کہ ڈرائنگ روم آئی۔ تو شودت صوفے پہ بے سدھ پڑا سو رہا تھا۔ نئی بوتل میں
سے ایک پاؤ سے زیادہ خالی تھی۔ یعنی شودت پون بوتل سے زیادہ پی گیا تھا۔
ریتا کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اس نے شودت پر بیڈ کور ڈال دیا۔
اور ڈرائنگ روم کی بتی بند کر کے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

تین ماہ سے زائد گذر گئے، لیکن اس موضوع پر کوئی بات نہ ہوئی۔

ریتا جانتی تھی کہ اس نے شودت کو کھو دیا تھا۔ لیکن وہ اس آسانی سے شودت کو کھو نہ سکتی تھی۔ شودت نے نیا نیا کاروبار شروع کیا تھا۔ اس کے لئے پیسے کی ضرورت تھی۔ اور اب تک شودت نے صرف پچاس ہزار روپیہ لیا تھا۔ ریتا نے سوچا کہ شودت کو دوبارہ حاصل کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے کہ کاروبار فیل ہو جائے۔ ایک بار پھر وہ روزگار کی کشمکش میں گرفتار ہو جائے۔ اور جیسے ہی وہ کاروبار کے سلسلے میں پریشان ہو گا، اسے ریتا کے مشوروں اور سہاروں کی ضرورت پڑے گی۔ وہ ایک بار پھر اس کی دلجوئی کرے گی۔ اس کا حوصلہ بڑھائے گی۔ اور شودت ایک بار پھر اس کے قبضے میں آجائے گا۔

ایک روز بچے سکول جا چکے تھے۔ نوکر بیٹے کو لے کر بازار گیا تھا۔ شودت کو ساڑھے دس بجے دفتر جانا تھا۔

ریتا باورچی خانہ میں کچھ تیار کر رہی تھی۔

شیو دت باورچی خانہ میں گیا ـــــ "رینا ـــــ"

"جی ـــــ" رینا نے انڈے فرائی کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کچھ روپے کی ضرورت ہے۔"

"وارڈروب سے نکال لیجئے ـــــ یہ رہیں چابیاں۔"

"وارڈروب میں دو چار ہزار ہوگا، لیکن مجھے بیس ہزار کی ضرورت ہے۔"

"بیس ہزار اس گھر میں کہاں ہے۔" رینا نے لاپرواہی سے کہا۔

"یہی تو میں کہتا ہوں۔ آج بنک سے روپیہ نکلوا کر دفتر پہنچا دینا۔"

"لیکن بنک میں اتنا روپیہ نہیں ہوگا۔"

"کہاں انویسٹ کر رکھا ہے؟"

"انویسٹ ـــــ" رینا نے فرائی پین اتار کر رکھ دیا۔ اور گیس کا چولھا بند کر دیا۔ "آپ سمجھتے ہیں کہ میرے پاس روپیہ ہے، جو میں نے الگ چھپا رکھا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" شیو دت نے چونک کر پوچھا

"سارا روپیہ ختم ہو گیا ہے۔ دو تین ہزار بنک میں ہوگا۔ اور چند سو گھر میں پڑا ہے۔" رینا نے جواب دیا۔

"اور روپیہ گیا کہاں؟"

"آپ ہی لے جاتے رہے ہیں۔"

"میں ـــــ"

"میں نے مشکل سے ساٹھ ستر ہزار لیا ہوگا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تمہارے پاس ڈیڑھ دو لاکھ کے قریب تھا۔" شیو دت نے کہا۔

"اگر آپ مجھے چور سمجھتے ہیں تو دوسری بات ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ روپیہ ختم ہو چکا ہے۔ گذشتہ چند ماہ سے آپ شراب پر کنٹرول نہیں رکھ سکے ہیں۔ اور ہر شب آپ دو چار سو روپیہ لے جاتے رہے ہیں۔" ریتا نے صفائی پیش کی۔

"میں لے جاتا رہا ہوں۔" شودت نے مسکرا کر کہا۔ اور باورچی خانے سے نکل کر بیڈ روم میں چلا گیا۔ ریتا اس کے تعاقب میں چلی آئی۔

ریتا جانتی تھی کہ یہ لاوا جو گذشتہ چند ماہ سے ابل رہا ہے، اب پھٹ کر باہر آجائے گا۔ یہ وہ ترپ کا پتہ تھا جس پر وہ شودت کو دوبارہ حاصل کر سکتی تھی۔

"کیا آپ میری بات کا یقین نہیں کرتے؟"

"کرتا ہوں۔" شودت نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارا روپیہ کہاں ہے؟"

"وہ بھی ختم ہو گیا۔ میں نے اسے کبھی اپنا سمجھا ہی نہیں۔ ایک برس گذرا آپ نے بیتاب پروڈکشنز کو چھوڑ دیا ہے۔ اس روز سے اب تک آمدنی تو کوئی ہوئی نہیں۔ لیکن گھر کے اخراجات دو ہزار سے کم نہیں ہوتے۔"

"شکریہ! جو تم نے مجھے احساس دلایا ہے کہ میں نے بیتاب پروڈکشنز کو چھوڑ کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اور اس سے بڑی غلطی یہ کی ہے کہ اپنا ادارہ ختم کر لیا ہے۔" شودت نے سگرٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"غلطی تو نہیں کہا میں نے! لیکن ہمیں وہاں سے چار ہزار روپیہ ماہوار مل رہا تھا۔"

"ایک بار پھر شکریہ! جو تم نے مجھے میری خامیوں اور لغزشوں سے آگاہ کیا ہے۔" کہہ کر شودت ڈرائنگ روم میں گیا۔ اس نے ریڈیو گرام کھولا۔ اور وہسکی

کی بوتل نکالی۔ ریتا نے اسے روکا نہیں۔ وہ تو چاہتی تھی کہ یہ لاوا اچھٹ کر بہہ جائے۔

شودت نے گلاس میں وہسکی ڈالی اور ینٹ ہی حلق میں انڈیل لی۔ کھانسی ابھری۔ لیکن دو منٹ بعد دب گئی۔ ریتا پانی کا جگ لے آئی تھی۔

شودت نے جگ دیکھ کر مسکرایا اور بولا "تم چاہتی ہو کہ میں اور پیوں" کہہ کر اس نے دوسرا پیگ پانی کے ساتھ بنایا۔ اور حلق سے نیچے اتارنے لگا۔

"تمہاری شادی گیارہ برس پرانی ہے۔ اور یہ گیارہ برس درجنوں نقاب کے نیچے چھپے ہوئے ہیں۔ اور ابھی نہ معلوم تمہارے چہرے پر کتنے نقاب اور ہیں۔ جنہیں تم وقت اور حالات کے مطابق اپنے چہرے پر اوڑھ لیتی ہو۔" کہہ کر شودت نے گلاس خالی کر دیا۔

"رمی کے متعلق کیا ارشاد ہے؟" ریتا نے اسے اشتعال دلانا چاہا۔

"ابھی کچھ نہیں! ابھی اسے ملا نہیں ہوں۔ جب مل لوں گا تو بتا سکوں گا۔"

کہہ کر شودت نے گلاس میں وہسکی ڈالی۔ یہ ظاہر تھا کہ اس کا تیتون زوروں پر تھا۔

"ٹھہریئے۔" ریتا نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہے؟"

"آپ کی ناک سے خون بہہ رہا ہے۔"

شودت نے جیب سے رومال نکالا۔ ناک کو لگایا تو اس پر خون کے دھبے پڑ گئے۔ نکسیر پھوٹ نکلی تھی۔

"ٹھہریئے میں رومال گیلا کر کے لاتی ہوں۔"

"رہنے دو۔" کہہ کر شِودت نے ہاتھ میں پکڑا گلاس خالی کر دیا۔ نیٹ وہسکی نے خون کے بہنے کی رفتار تیز کر دی۔ جگ سے پانی نکال کر رومال گیلا کیا۔ اور ناک پر رکھ دیا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ہماری شادی کو گیارہ برس ہو گئے ہیں۔ اور یہ گیارہ برس تم نے ایک کے بعد دوسرے نقاب پہن کر گذار دیئے۔ تمہارا اصلی چہرہ کیا ہے، وہ میں آج تک نہیں دیکھ سکا۔ اور نہ ہی امید ہے کہ اس زندگی میں دیکھ سکوں گا۔" کہہ کر شِودت نے رومال ہٹایا۔ نکسیر کی رفتار مدھم ہو گئی تھی۔ "شادی ایک بندھن ہے۔ اور اس بندھن کی شرائط ہوتی ہیں۔ تم نے ہر شرط کو جب ضرورت پڑی توڑ ڈالا۔"

"لیکن ...."

"نہیں! آج میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ سنو! میں گیارہ برس سے سنتا آیا ہوں ــــ دیکھتا آیا ہوں ــــ اور محسوس کرتا رہا ہوں۔ آج میرا دن ہے۔ آج تم اپنے ہونٹوں کو میرے ہونٹوں پر رکھ کر بند نہیں کر سکتی ہو۔ ہاں تو شادی کے بندھن کی سب سے پہلی شرط ہے اعتماد ــــ اور تم نے اس اعتماد کو ہمیشہ توڑا ہے۔ میں نے تم پر اعتماد کیا۔ تم نے جو کہا اسے سچ جانا۔ اور تم نے میرے اعتماد کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔"

"لیکن ...."

"نہیں ــــ!" شِودت نے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔ "آج میں تمہارے تمام نقاب اتار دینا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ہی میں تمہارا اصلی چہرہ دیکھ سکوں

گا۔ تم نے اس شادی کے بندھن اور میرے اعتماد کو توڑ ڈالا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ایک روز تم پکڑی جاؤ گی۔ تم تلوار کی تیز دھار پر چلتی رہیں۔ تم جانتی تھیں کہ خطرہ ہر وقت تمہارے سر پر منڈلا رہا ہے۔ لیکن تم ان خطرات سے کھیلتی رہیں۔ تم نے انجام کی کبھی پرواہ نہ کی۔ تم نے کبھی نہ سوچا کہ جس روز پکڑی جاؤ گی اس کا انجام کیا ہوگا۔"

"لیکن میں اسے کبھی نہیں ملی۔"

"اس کے باوجود تم جانتی تھیں کہ مجھے کب اور کہاں مل سکتی ہو۔ مجھے ملانے کے لئے تمہیں اس کی تلاش نہیں کرنا پڑی۔ تم وہاں یوں پہنچی تھیں جیسے لوگ جب ریل میں سوار ہوتے ہیں، تو جانتے ہیں کہ ریلوے سٹیشن کہاں ہے سینما دیکھنے جاتے ہیں تو جانتے ہیں کہ سینما گھر کہاں ہے۔"

"لیکن میرے اس کے ساتھ کوئی تعلقات نہ تھے۔ آپ یقین کیجئے۔"

"گیارہ برس یقین کرنے کے بعد میں آج پھر یقین کر لیتا ہوں، کہ تمہارے اس کے ساتھ کوئی تعلقات نہ تھے۔ اور بقول تمہارے یہ محض اتفاق تھا، جو ہم اس دوکان پر پہنچ گئے۔ لیکن اس نقاب کو میں تمہارے چہرے سے ابھی ہٹانا نہیں چاہتا۔ میں پہلے دوسرے نقاب اتار دینا چاہتا ہوں۔"

ریتا خاموش بیٹھی اسے تک رہی تھی۔

"تم ایک مشرقی عورت ہو، بلکہ ہندو عورت۔ جو گھر کی لکشمی کہلاتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہندو عورتوں کو دولت سے پیار نہیں، بلکہ عشق ہوتا ہے۔ مرد کا کام روپیہ کمانا ہوتا ہے، اور عورت گھر چلاتی ہے ——— آج تم کتنی آسانی سے

کہہ رہی ہو کہ گھر میں روپیہ نہیں! اور میں ہر شب دو چار سو روپے لے جاتا رہا ہوں۔ اور تم نے مجھے اس لیے نہیں روکا کیونکہ میں نے کمایا تھا یہی بات ہے نا۔؟"

"جی ہاں ــــــ" ریتا نے تسلیم کیا۔

"میں اس جواب سے با خبر تھا۔ لیکن اس سوال کا کیا جواب ہے کہ تم نے اپنا روپیہ سنبھال کر کیوں نہیں رکھا؟"

"اس لیے کہ میں نے اسے اپنا سمجھا ہی نہیں۔"

"نہیں! اس لیے کہ جس روز تمہارے خاوند کو روپے کی ضرورت پڑے تو تم اسے نہ دو۔ تاکہ اس کا کاروبار سرے نہ چڑھ سکے۔ تاکہ وہ کاروبار فیل ہو جائے۔ اور پھر خاوند تمہارے پاس لوٹ آئے۔ اپنی مشکلات اور مصائب کا ذکر کرے۔ اور تم اس کی دلجوئی کرو۔"

"یہ غلط ہے۔" ریتا نے تڑپ کر کہا۔

"ہر حقیقت تلخ ہوتی ہے، اور غلط ہوتی ہے۔ گیارہ برس سے اس گھر میں نفرت کی آگ پھیلتی رہی ہے۔ اور اس نفرت کی آگ کے کئی لوگ شکار ہوئے ہیں۔ سب سے پہلا شکار میں ہوں۔ تم میری شہرت سے جلتی ہو۔ تم مجھے بڑا دیکھنا چاہتی تھیں۔ اور جب میں بڑا بن گیا۔ جب مجھے شہرت مل گئی اور میرے مداح مجھے ملنے لگے، تو تمہیں یک لخت محسوس ہوا کہ کوئی بھی مداح یہ نہیں کہتا کہ میری شہرت میں تمہارا بھی ہاتھ ہے۔ اس امر نے تمہیں میری شہرت سے بدظن کر دیا۔ اور آج تم میری شہرت کی دشمن ہو۔ محض اس لیے کہ تمہیں LAURALS نہیں ملے۔ تمہارے ماتھے پر سہرا نہیں باندھا گیا!"

"یہ بہتان ہے۔"

"نہیں! یہ حقیقت ہے۔ اگر تم جانتی تھیں کہ بیتاب پروڈکشنز سے علیحدہ ہوتے وقت میں نے تم سے مشورہ نہیں کیا۔ اس لئے تم ہمیشہ ثابت کرنے کی کوشش کرو گی کہ میں نے چھوڑ کر غلطی کی ہے۔ تم نے میرے ہر ملنے والے سے کہا کہ میں نے انہیں چھوڑ کر غلطی کی ہے۔ تم میرے خلاف پروپیگنڈہ کر رہی ہو۔ حالانکہ تمہیں میری کوتاہیوں پر پردہ ڈالنا چاہئے تھا۔ جب دفتر کھلا تو تمہارے ساتھ مشورہ نہیں کیا گیا۔ تمہیں رنج تھا کہ دفتر تمہارے مشورے کے بغیر کیوں کھولا گیا۔ فرنیچر خریدتے وقت تمہارے ساتھ مشورہ کیوں نہیں کیا گیا۔ تم نے نفرت اور حسد کی وجہ سے اس دفتر میں قدم نہ رکھا۔ میں نے کئی بار بلایا اور تم نہ آئیں ــــ اور جس روز آئیں۔ اس روز میں نے بلایا نہیں تھا۔ اس روز تم دفتر دیکھنے نہ گئی تھیں، بلکہ یہ دیکھنے گئی تھیں کہ کسی نے گھر پر فون کرنے کے بعد دفتر تو فون نہیں کیا۔ وہ دفتر تو نہیں پہنچی۔ تم نے وہاں چائے کا کپ یا پانی کا گلاس تک نہیں پیا۔"

"یہ غلط ہے۔"

"کیوں ــــ؟"

"اس لئے کہ میں جانتی تھی، آپ مجھے اس کرسی پہ بٹھائیں، جس پہ آپ بیٹھے رہتے۔ یہ بات تم نے بیان کی۔"

"میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔ تم جانتی تھیں کہ فرم کو پرائیویٹ لمیٹڈ بنایا جا رہا ہے۔ اور تم ڈائرکٹرز میں سے ایک ہو گی۔ اس لئے تم نے ان تجربات سے وابستہ

نہ کرو۔"

"لیکن یہ میری خواہش تھی۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی، بورڈ کی میٹنگ میں ہر ڈائریکٹر شامل ہوتا ہے۔ ہر ڈائریکٹر کے مشورے کے بعد کاروبار کو تشکیل دی جاتی ہے۔ ہر قدم ڈائریکٹرز کے مشوروں کے بعد اٹھایا جاتا ہے۔ بالفرض میں تسلیم کر لوں کہ یہ تمہارے دلی جذبات تھے، تو میری بات اور آسان ہو جاتی ہے۔ میں تمہاری ہی منطق سے ثابت کر سکتا ہوں، کہ تم نے نفرت، کی آگ اس گھر سے باہر اب دفتر میں بھی پھیلا دی ہے۔ تم نے مجھے روپیہ خرچ کرنے سے روکا نہیں، نہ ہی اپنا روپیہ بچا کر رکھا۔ محض اس لئے کہ وہ فرم فیل ہو جائے۔" شورت نے کہا۔

"کوئی بیوی ایسا نہیں چاہتی۔" رینا نے کمزور لہجہ میں کہا۔

"اس کے باوجود آج جب مجھے کاروبار کے لئے روپے کی ضرورت ہے، تمہارے بنک خالی ہیں۔ کیا میں نے اس لئے وہ روپیہ تمہاری تحویل میں دیا تھا کہ بوقت ضرورت مجھے روپے کی جگہ صرف جواب ملے۔" شورت نے بھاری آواز میں کہا۔ "میں تمہیں آج تک نہیں سمجھ سکا ہوں۔ اور تمہاری ذہنیت میری سمجھ سے بالا ہے۔ نہ معلوم تمہارے چہرے پر کتنے نقاب ہیں ۔۔۔ یہ نقاب بھی اتر جائے تو اچھا ہے۔"

"کون سا ۔۔۔۔"

"اب تمہارا پڑوسیوں سے جھگڑا کیوں نہیں ہوتا۔"

"اس لئے کہ اب ہم بہتر ماحول اور پڑوس میں رہ رہے ہیں۔"

"نہیں! اس لئے کہ میں نے چھ ماہ ہوئے کہا تھا کہ جب میں ان پڑوسیوں سے ملنا ہی نہیں۔ ان میں بیٹھنا اٹھنا نہیں، تو میں کیسے جان لوں کہ جھگڑے کی بنیاد کیا ہے۔ بیٹھنی تم ان میں تھیں۔ جھگڑا تمہارا ہوتا تھا اور جو کچھ تم کہتی تھیں، میں اسے تسلیم کر کے پڑوسیوں سے جھگڑتا تھا ——— اور میں نے آج تک ان سے سمجھوتہ نہیں کیا۔ تم خود ہی سمجھوتہ کر لیتی تھیں۔ اٹل کا واقعہ یاد ہو گا۔ جھگڑے کے بعد تم نے پھر اس سے بولنا شروع کر دیا تھا" رشو دت نے مسکرا کر کہا۔

"اس نے معافی مانگ لی تھی"

"کس سے! تم سے! اور جھگڑا کون تھا ——— میں! جب لڑا میں تھا تو سمجھوتے سے پہلے تم نے مجھ سے اجازت لینا ضروری کیوں نہ سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے چھ ماہ ہوئے کہا تھا کہ میں تمہارے کہنے سے پڑوسیوں سے کبھی نہیں جھگڑونگا یہ میری شرط تھی کہ تمہارا پڑوسیوں سے جھگڑا ہوتا تھا۔ اور جس روز میں نے یہ شرط اپس لے لی، تمہارا پڑوسیوں سے جھگڑا ختم ہو گیا۔" رشو دت نے مسکرا کر کہا اور نیا سگریٹ سلگایا۔

رینا کے چہرے کا رنگ اتر گیا تھا۔

"اب میں دوستوں کی طرف آتا ہوں۔ شادی کے فوراً بعد تم نے مجھ پر قبضہ کرنے کی خاطر ہر ذریعہ اور گر آزما ڈالا۔ تم نے جیسے ہی جانا کہ میرے اجے اور کلونت سے گہرے مراسم تھے۔ تم نے اجے کو میری زندگی سے نکال دیا۔ تم نے وہ بین کھڑا کیا، جس سے دوستوں میں تفریق پیدا ہو گئی۔ برسوں کی دوستی کو تمہاری ایک ناجائز حرکت نے ختم کر ڈالا۔ دوسرا دوست کلونت تھا۔ تم نے دیدی پر الزام لگا کر اسے میری زندگی سے دور کر ڈالا۔"

"وہ الزام نہیں حقیقت تھی"۔

"چلو مجھے یہ بھی تسلیم ہے کہ وہ حقیقت تھی۔ میرے فاتو دیدی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تم خود اس سے کیوں ملتی رہیں۔ اس لئے کہ تم یہ ثابت کرنا چاہتی تھیں کہ میں دیدی کو چھوڑ رہا ہوں۔ تمہارے کہنے پر نہیں۔ تم نے اپنا پہلو بچا کر الزام میرے سر تھوپ دیا۔ اگر میں نے کبھی کہا کہ دیدی کو چلو چائے پلادو تو تم نے پانی تک نہ دیا۔ اور خود ــــــ اسے چائے ہی نہیں پلائی بلکہ خاطر مدارت میں کوئی کمی نہ چھوڑی ــــــ تم نے اپنی پوزیشن کو بچانے کی خاطر مجھے شکار کیا ہے ــــــ" کہہ کر شودت خاموش ہو گیا۔

رینا اپنا ناخن دانتوں سے کاٹ رہی تھی۔

"اجیت اور کلونت کے جانے کے بعد تم نے کسی کو میرے قریب نہیں آنے دیا۔ تم کسی کو یہ درجہ نہ دینا چاہتی تھیں کہ وہ میرا غمگسار اور رازداں بنے۔ جس کسی نے کوشش کی، تم نے اس پر الزام لگایا۔ بے عزت کیا ــــــ اور وہ اس گھر کا راستہ بھول گیا۔"

"یہ آپ کا وہم ہے۔"

"منظور ــــــ" شودت نے مسکرا کر کہا۔ اور گلاس میں وہسکی ڈالی۔ "میں تمہارے نقاب بہ نقاب کی اور یہ ورق اتاروں گا۔ اب صرف ایک نقاب اور اتاروں گا۔" کہہ کر شودت نے گلاس سے گھونٹ بھرا۔ اور گلاس رکھ دیا۔

رینا ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

"وہ نقاب ہے مہندر!" شودت نے مسکرا کر کہا۔

رینا نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ شودت کے چہرے پر غصہ نہیں تھا! ۔۔۔ اشتعال نہیں، بلکہ فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

"تم یہ کہتی ہو کہ شادی کے بعد تم اس سے کبھی نہیں ملی ہو۔"

"یہ درست ہے۔ صرف اس روز اتفاقاً ملاقات ہو گئی تھی۔"

"تسلیم ــــــ" شودت نے مسکرا کر کہا۔ "میں تمہارے الفاظ کو ٹھکرا نہیں سکتا۔ میں نے آج تک تم پر اعتماد کیا ہے۔ اور آج پھر کر لیتا ہوں۔ تمہارے ان الفاظ کو صداقت پر مبنی کرتے ہوئے صرف ایک بات کہوں گا۔"

رینا نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ درست ہے کہ تم اسے آج تک نہیں ملیں۔ اس کے باوجود تم ہر شب اس سے ملتی رہیں۔ اس کے گلے میں بازو حمائل کرتی رہی ہو۔ اسے چومتی رہی ہو ــــ اور ــــــ" کہہ کر شودت رک گیا۔

رینا نے اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا۔

"اور اس کے ساتھ ہم بستری کرتی رہی ہو۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ بکواس ہے ــــ آپ مجھ پر تہمت لگا رہے ہیں۔" رینا چلا کر کھڑی ہو گئی۔

"شانتی!" شودت نے مسکرا کر کہا۔ اور ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کو کہا۔ "آج میرے بولنے کا دن ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ تم ان گیارہ برسوں میں ہر شب اس کے گلے میں باہوں کا ہار ڈالتی رہی ہو۔ اس سے لپٹتی رہی ہو۔ اور اس کے ساتھ ہم بستری کرتی رہی ہو ــــــ اب کس طرح، اس کا جواب

سن لو۔"

ریتا نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ درست ہے کہ شادی تم نے میرے ساتھ کی ہے، لیکن تنہائی اس کیا تھا ہے۔ تم نے جب بھی میرے گلے میں بانہیں ڈالیں۔ تمہارے تصور میں وہ ہوتا تھا۔ تم نے جب بھی میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھے، تمہارے ذہن میں وہ تھا۔ تم نے جب بھی میرے ساتھ جنسی تعلق شروع کیا۔ تمہارے ذہن میں وہ تھا۔"

"نہیں نہیں" ریتا فرطِ جذبات سے چلا پڑی۔

"ہاں! ہاں" شودت نے تحمل سے مسکرا کر کہا۔

"یہ غلط ہے"

"یہ صحیح ہے" شودت نے مسکرا کر کہا۔ "آج میرا دن ہے۔ آج مجھے بولنا ہے۔"

"آپ شراب کے نشے میں بہک گئے ہیں۔ کوئی خاوند اپنی بیوی پر ایسے الزام نہیں لگاتا" ریتا نے گلوگیر آواز سے کہا۔

"میں بہک نہیں گیا ہوں۔ البتہ شراب نے مجھے دل کی بات کہنے کے لئے حوصلہ ضرور دیا ہے۔ اور یہ الزام نہیں ہیں، یہ حقیقت ہے۔ تلخ، ترش اور کڑوی۔ کیا یہ غلط ہے، جیسے ہی تم نے میرے گلے میں بانہیں ڈالیں، فوراً ہی آنکھیں موند لیں۔ کیا یہ غلط ہے، جب تک تمہارے ہونٹ میرے ہونٹ سے ہم رہتے تھے، تمہاری آنکھیں بند رہتی تھیں۔ کیا یہ غلط ہے کہ ہم بستری کے وقت تم ہمیشہ اپنی آنکھیں بند رکھتی تھیں۔ تاکہ تم آنکھوں سے دیکھ نہ سکو۔ مجھے ——— اور تصور کی دنیا

ہیں وہ میں نہیں ہوتا تھا، نہ وہ ہوتا تھا"

"لیکن یہ عورت کی فطرت ہے۔ حیا اسے آنکھیں موندنے پر مجبور کر دیتی ہے"

ریتا نے جواز پیش کیا۔

"میں شادی سے پہلے درجنوں بازاری عورتوں کے ساتھ سو یا ہوں۔ ان میں سے بیشتر آنکھیں موند لیتی تھیں۔ لیکن ایک آدھ منٹ کے لئے کھول بھی لیتی تھیں ——— اور شادی کے بندھن کی ایک شرط یہ بھی پنڈت نے بتائی تھی کہ بیوی کا فرض ہے وہ غیر مرد کو تصور میں بھی نہ دیکھے۔ اور تم نے تو اس کے ساتھ نبھائی ہے ——— ذہنی طور پر ہی نہیں، بلکہ عملی طور پر بھی۔" شیودت نے مسکرا کر کہا۔

ریتا سوال نہ کر سکی۔

"اس گھر کو دیکھ رہی ہو"

ریتا نے نگاہ دوڑائی۔ لیکن کہا کچھ نہیں۔ وہ جانتی تھی۔ شراب کے باوجود شیودت مشتعل نہ تھا۔

"اس گھر میں فرنیچر ہے۔ ریڈیو ہے۔ ریڈیو گرام ہے۔ ٹیپ ہے۔ ریفری جیٹر ہے۔ اور درجنوں اشیاء ہیں۔ آرام کی تمام چیزیں ہیں"

ریتا نے جواب نہ دیا۔

"ان میں سے کسی ایک پر ہاتھ رکھ کر بتا دو، جو تم نے خریدا ہے"

"کیا مطلب؟"

"میں نے آسان سی بات کہی ہے"

"لیکن یہ کوئی اہم بات نہیں! آپ نے خریدی ہیں، یا میں نے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ایک ہی بات ہے۔"

"نہیں —— یہ ایک ہی بات نہیں۔"

"پھر ——؟"

"میں بتاتا ہوں! کیا تم انکار کرتی ہو، کہ تمہارے پاس اس گھر میں ہزاروں روپے پڑے رہے ہیں۔ اور ہزاروں بنک میں تھے۔"

"مانتی ہوں۔"

"شکریہ! اور تم یہ بھی تسلیم کرتی ہو کہ تم پر کوئی پابندی نہ عائد تھی۔ تم اگر دس بیس ہزار روپیہ خرچ دیتیں، تو میں کبھی بازپرس نہ کرتا۔"

"درست ہے۔"

"اس کے باوجود تم نے کبھی کچھ نہیں خریدا۔"

"آپ جو خریدتے تھے۔"

"میری بات چھوڑو۔ میں جو کہہ رہا ہوں، اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"کہیئے۔"

"تمہارے پاس سو، دو سو، چار سو اور زیادہ قیمت والی بھی ساڑھیاں ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"وہ کس نے خریدی ہیں؟"

"آپ نے۔"

"تم نے کیوں نہیں خریدیں۔ ہر عورت کو شاپنگ کا شوق ہوتا ہے۔"

"کیونکہ آپ کا معیار بہتر ہے۔"

"تسلیم ! لیکن جو بھی کپڑا تم نے خریدا، وہ چار روپے گز سے زائد نہ تھا۔"

"میں نے کبھی غور نہیں کیا۔ کیونکہ میں نے کبھی کبھار ہی خریدا ہے۔"

"سوچ لو۔ جو کچھ بھی تم نے گیارہ برس میں خریدا ہے، اس میں سے کوئی کپڑا ایسا تھا، جو تین چار روپے گز سے زائد تھا۔"

"چلئے آگے کہئے۔"

"پہلے تسلیم کرو۔"

"اچھا ایسا ہی ہو گا۔"

"ابھی تسلیم نہیں کرتی ہو۔ خیر! تم یہ تسلیم کرتی ہو کہ اس گھر میں جو بھی چیز ہے وہ عام آدمی کی خرید سے باہر ہے۔"

"اس میں کیا شک ہے۔" ریتا ابھی تک نہ سمجھ پائی تھی کہ شو دت اسے کس جال میں پھنسا رہا ہے۔

"شکریہ! اور تمہارے پاس ہزاروں روپے ہوتے تھے۔ اس کے باوجود تم نے کبھی کوئی قیمتی شئے نہ خریدی۔"

"جی ہاں۔"

"اور تم اب بھی انکار کرتی ہو کہ شادی تم نے میرے ساتھ کی، اور نبھائی اس کے ساتھ۔" شو دت نے مسکرا کر کہا۔

"میں سمجھی ہی نہیں آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔"

"میں تمہاری اس پرچھائی اور اس کلپنا کی طرف اشارہ کر رہا ہوں، جس

نے ذہنی طور پر تمہیں اس کے ساتھ نبھانے پر مجبور کیا۔ یہ درست ہے کہ عورت اپنے پہلے پیار کو کبھی فراموش نہیں کرتی۔ لیکن بہت کم نبھاتی ہیں۔ اور جس انداز سے تم نے اس کے ساتھ نبھایا ہے۔ وہ اپنی جگہ یگانہ ہے۔ تم جانتی تھیں کہ وہ غریب ہے۔ اس کی تنخواہ ڈیڑھ سو روپے سے زیادہ نہیں۔ اس کے گھر میں اعلےٰ فرنیچر، فرج، ریڈیو گرام جیسی لوازمات نہیں! اس لئے تم نے گیارہ برس میں کبھی کوئی ایسی شے نہیں خریدی، جو اس کی پہنچ سے باہر تھی۔ تم نے وہ کپڑا خریدا جو تین چار روپے گز سے زائد نہ تھا۔ ذہنی طور پر تمہاری شادی اس کے ساتھ ہوئی تھی، اور تم اس کے ساتھ نبھا رہی تھیں۔ تم جب بھی تین چار روپے گز کا کپڑا خریدتی ہوں گی تمہارے ذہن میں وہ ہوگا ——— تم نے ہمیشہ سوچا ہوگا کہ زر و دولت پاکر بھی تم اس کے معیار سے بلند نہیں ہو۔ تم نے کبھی اپنے لئے قیمتی ساڑھی نہ خریدی۔ کیونکہ تم جانتی تھیں کہ یہ اس کے معیار سے بلند ہوگی۔"

ریتا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"کیا اب بھی تم تسلیم نہیں کرو گی، کہ جب بھی تم نے میرے گلے میں باہیں ڈالیں تمہارے تصور میں وہ تھا۔ اس لئے تم آنکھیں بند کر لیتی تھیں۔ تم نے جب بھی اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھے، آنکھیں بند کر کے اسے تصور میں لے آئیں۔ کیا تم انکار کرتی ہو۔"

ریتا نے جواب نہ دیا۔

"کہہ دو کہ یہ غلط ہے۔" شیو دت نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں ان بیہودہ باتوں کا جواب نہیں دوں گی۔"

"اس کے باوجود تمہارا جواب مل گیا ہے۔" رشو دت نے مسکرا کر کہا۔ "یہی وجہ ہے کہ تمہیں دولت سے پیار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم نے دولت کو سنبھال کر نہیں رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ تم اس امارت میں غربت کو سینے سے لگاتے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تم نے ہمیشہ چاہا کہ میں غریب رہوں۔"

"یہ غلط ہے۔"

"منظور۔ اور تم نے اسے اپنے اتنا قریب رکھا کہ جب بھی کوئی خیالی سمی میری زندگی میں پیدا ہو، تم مجھے پکڑ کر اس کے پاس لے جاؤ۔ تاکہ میں مشتعل ہو کر اس کو مار ڈالوں۔" رشو دت نے ہنس کر کہا۔ "کیونکہ دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا آیا ہے۔ اور ہوتا رہے گا۔ خاوند کو جب بھی پتہ چلا کہ اس کی بیوی کسی کے عشق میں گرفتار ہے، تو اس نے بیوی کو کچھ نہ کہا، بلکہ اس کے عاشق زار کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کی۔ آج بھی اس شہر کی جیل میں چند ایسے سرپھرے سزا کاٹ رہے ہوں گے، جنہوں نے اپنی بیوی کے عاشق کو ٹھکانے لگا دیا ہو گا۔ لیکن ان بیوقوفوں کو یہ سمجھ نہیں کہ عاشقِ زار کی جگہ بیوی کو ٹھکانے لگانا چاہیئے۔"

ریتا کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔

"تم ڈر گئیں۔" رشو دت نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن ڈرو نہیں! تم نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ تم نے خود غرضی کا وہ ثبوت پیش کیا ہے، جو تاریخ میں قلوپطرہ بھی نہ پیش کر سکی۔ میں تمہیں ماروں گا نہیں، نہ ہی تمہارے اس یتیم اور مدقوق یار کو۔ جس کے ساتھ تم نے ذہنی طور پر نباہ کیا ہے۔ میں تمہیں طلاق بھی نہیں دوں گا، تاکہ اس شخص کی بیوی اس یتیم کے ساتھ نہ پھرے، جس شخص کو آج لاکھوں انسان جلتے

ہیں۔ تم نے ذہنی طور پر اس کے ساتھ نباہ کیا ہے۔ اور میں ذہنی طور پر تمہیں مطلوج کردوں گا۔ تم ایک عورت ہو۔ محض عورت ۔۔۔۔ صرف ایک بندھن نے تمہیں میری شریک حیات بنایا ہے۔ وہ بندھن ٹوٹ چکا ہے۔ اس کے باوجود میں اسے ختم نہیں کروں گا۔ آج مجھے ہزاروں لڑکیاں جانتی ہیں۔ ان میں سے درجنوں میرے ساتھ ہم بستری کے خواب دیکھتی ہیں۔ میرے ایک اشارے پر جوان، خوبصورت اور کنواری لڑکیاں میرے بستر میں سو سکتی ہیں وہ لڑکیاں جن کی باہیں کسی کے گلے کا ہار نہیں بنیں۔ جن کے ہونٹ اور لوے ہا مال ہی نہیں بلکہ چھوئے تک نہیں گئے۔ جن کی دوشیزگی قائم ہے۔ لیکن میں ایک عورت سے ٹھکرائے جانے کے بعد دوسری عورت پر بھروسہ نہیں کروں گا۔"

"اگر آپ اسے ذہنی نباہ کہتے ہیں تو میں بھی پوچھتی ہوں کہ کیا آپ شستی کو بھول گئے ہیں؟"

"نہیں! اور میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔"

"پھر آپ اسے بھولے کیوں نہیں! میں نے آپ کا یہ گھر بنایا ہے۔"

"تھا ۔۔۔۔۔"

"گھر سے مراد یہ فرنیچر نہیں۔ میں نے آپ کے دکھ درد میں ساتھ دیا ہے۔ آپ کے لئے راتوں کو جاگی ہوں۔ آپ کا پہروں انتظار کیا ہے۔ آپ کی خاطر بھوکی پیاسی رہی ہوں۔ میں نے آپ کے بچوں کو جنم دیا ہے۔ انہیں اپنی کوکھ سے نکالا ہے۔ میں جو ایک ہو جو بہوں نہ آپ اسے فراموش کر کے شستی کو کیوں یاد کرتے ہیں۔ اسے اب تک بھولے کیوں نہیں۔ آخر اس نے آپ کے لئے کیا کیا ہے۔" ریتا نے معنی خیز مسکراہٹ

سے کہا۔

"اس نے ـــــ" شودت نے گہرا سانس لے کر کہا۔ "اس نے میری خاطر صرف ـــــــ اپنی جان دے دی تھی۔"

ریتا لاجواب ہوگئی۔

"کیا یہ بھی یاد کرادوں کہ سہاگ رات کو جان دی تھی۔ پیشتر اس کے کہ اس کا خاوند اس کی دوشیزگی کو تباہ کرتا۔ اسے اپنی دوشیزگی عزیز تھی ـــ اب دوشیزگی اور سہاگ رات کی بات چلی ہے، تو کیوں نہ ہم اپنی سہاگ رات کی بات کریں۔ گیارہ برس سے یہ سوال میرے ذہن میں ہتھوڑے کی چوٹ بن کر ابھرتا رہا ہے۔" شودت نے مسکرا کر کہا۔

ریتا کا رنگ سفید ہوگیا۔

"کیا تم دوشیزہ تھیں؟"

"کیوں نہیں۔" ریتا نے چمک کر کہا۔

"او ـــــ" شودت مسکرا کر بولا۔ "ہر لڑکی سہاگ رات کے بعد اپنی دوشیزگی کا ثبوت چھپاتی نہیں، بلکہ لوگوں کو دکھاتی ہے۔ اور تم نے ......"

ریتا سوچنے لگی۔

شودت مسکرا رہا تھا۔

"جواب نہیں دیا تم نے؟"

"میں بچپن میں پہاڑ پر جایا کرتی تھی تو گھوڑ سواری کرتی تھی۔" ریتا نے مجرمہ کی طرح کہا۔

"میں جانتا ہوں اور تمہاری بات پر یقین کر لیتا ہوں۔ لیکن ایک بات واضح ہو گئی کہ تم دوشیزہ نہ تھیں۔" شودت نے مسکرا کر کہا۔ "اور یاد رکھو یہ جانتے ہوئے بھی میں نے تمہیں احساس نہیں ہونے دیا۔ لیکن اب ——— اب بات جدا ہے شیش محل میں بیٹھ کر جھونپڑی پر پتھر نہیں پھینکے جاتے۔ آج تک تم نے مجھ پر کیچڑ پھینکا ہے۔ دیدی ——— ششی ——— یمی ... ——— لیکن آج کے بعد میں بھی تم پر کیچڑ پھینکوں گا۔ لیکن اس وقت جب تم پھینکو گی۔"

ریتا نے جواب نہ دیا۔

"اور اب آخری بات۔"

ریتا نے چہرہ اٹھایا۔

"تمہارا خیال تھا کہ کاروبار بگڑنے سے میں تمہارے پاس لوٹ آؤں گا۔ میں آج سے دس برس پیشتر والا شودت بن جاؤں گا۔ اس تعمیر نو میں تمہاری مدد اور مشورے حاصل کروں گا ——— لیکن اس بار ایسا نہیں ہوگا۔ تم نے میرے یقین اور اعتماد کو توڑ ڈالا ہے۔ اب میں تم پر یقین اور اعتماد کیسے کر سکتا ہوں۔ اب میں کیسے یقین کر لوں کہ تم مجھے صحیح مشورہ دو گی ——— تمہیں دولت سے نفرت ہے۔ اس لئے کہ تمہیں ملتی رہی ہے۔ آج سے میں تمہیں دولت سے بے نیاز کر دوں گا۔ تاکہ تمہیں احساس ہو جائے کہ دولت کے بنا زندہ رہنا کتنا مشکل ہے ——— اب میں تنہا اس کاروبار کو چلاؤں گا۔ اور جب روز کامیاب ہو جاؤں گا، جو یقینی ہے۔ میں تمہیں اس کامیابی میں حصہ دار نہ بناؤں گا۔" کہہ کر شودت کھڑا ہو گیا۔ اس نے گلاس میں چھوٹا پیگ ڈالا۔ اسے حلق سے نیچے اتارا، اور

گھر سے باہر چلا گیا۔

اس واقعہ کے تیسرے روز ریتا نے ہائی کورٹ میں اپنی جائیداد کے لئے دیوالیہ قرار ہونے کی درخواست دے دی۔

٭

شیودت نے دفتر جانا مناسب نہ سمجھا۔ نہ ہی اس کا موڈ تھا۔ وہ چار پیگ سے زائد وہسکی پی چکا تھا۔ اس نے اس جگہ کار کھڑی کی، جہاں ناجائز طور پر شراب فروخت ہوتی تھی۔ شراب کی بوتل خرید کر وہ سمی کے ہاں پہنچا۔ سمی ایک فرم میں ملازم تھی۔ سانولا رنگ۔ اکہرا جسم ——— اور خواب آلود آنکھیں ——— ہونٹوں پر دبی مسکراہٹ۔!

دس منٹ بعد سمی اس کی کار میں تھی۔

"صبح ہی صبح۔" سمی نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں ———" شیودت نے جواب دیا۔ "تم چھٹی لے آئی ہو نا۔"

"تم جہاں لے جانا چاہتے ہو، لے چلو۔" سمی نے مسکرا کر کہا۔ "میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ جہاں تک میں سمجھتی ہوں، آج پھر تم پر جنون سوار ہے۔ جو صبح ہی صبح تمہارے منہ سے خوشبو اٹھ رہی ہے۔"

"تمہارا خیال ہے، میں گھر سے خودکشی کرنے نکلا ہوں۔"

"نہیں۔ ورنہ تم میرے پاس نہ آتے۔"

رشو دت کی چھینک آئی تو اس نے جیب سے رومال نکالا۔

"ریتا تمہیں یاد کر رہی ہے۔"

"وہ مجھے نہیں یاد کرتی۔" کہہ کر رشو دت نے منہ صاف کیا۔

"رشو ــــــ" رمی چلا پڑی۔

"ہوں ــــــ" رشو نے اسے دیکھا۔

"یہ رومال ــــــ اس پر خون کے دھبے ہیں۔" کہہ کر رمی نے رومال چھین لیا۔ "تم گھر سے آ رہے ہو۔"

"ہاں!"

"تو آج پھر تم نے ریتا کو پیٹا ہے۔"

"نہیں ــــــ"

"جھوٹ!" رمی نے کہا۔ "تم اسے طلاق دے سکتے ہو۔ اس طرح پیٹنے سے کیا حاصل ہوتا ہے۔"

"رمی یقین کرو۔ یہ میرا اپنا خون ہے۔"

"لیکن تمہارے جسم پر کوئی چوٹ نظر نہیں آتی۔"

"نکسیر ــــــ"

"نکسیر!" رمی چونک پڑی۔ "اس سے پہلے کب پھوٹی تھی۔"

"شاید بچپن میں۔"

"تم نے خود کو ڈاکٹر کو دکھایا ہے؟"

"نہیں ________"

"چلو پہلے ڈاکٹر کے ہاں۔"

"لیکن ایسی گھبرانے کی کیا بات ہے! وہسکی زیادہ پی گیا تھا۔ رات بھی زیادہ پی تھی۔ اس لئے گرمی سے نکسیر پھوٹ گئی۔"

"نہیں! یہ گرمی کی نکسیر نہیں! یہ ذہن پر زور دینے کی وجہ سے پھوٹی ہے۔ اس سے کیا باتیں ہوئیں؟"

"میں نے روپیہ مانگا تھا۔"

"اور اس نے دیا نہیں۔"

"ہاں! ایک لاکھ سے زائد روپیہ معلوم نہیں کہاں چلا گیا! میں ہر شام اس سے دو تین، چار سو روپیہ لے جاتا تھا۔ یہ اس کا بیان ہے۔"

"پھر جھگڑا ہوا۔ نکسیر پھوٹی، اور رومال خون سے بھر گیا۔" می نے آہستہ سے کہا۔ "شو! تمہیں ڈاکٹر کی فوری ضرورت ہے۔"

"میں ابھی زندہ رہوں گا۔"

"جس مقدار سے شراب پی رہے ہو، اس کے بعد بھی۔"

"ہاں۔" شودت نے بھاری آواز میں کہا۔

"مجھے بتاؤ کیا باتیں ہوئی تھیں۔"

"اس نے مجھے بدنام کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ پروپیگنڈہ کر رہی ہے کہ میں نے بیتاب پروڈکشنز کو چھوڑ کر غلطی کی ہے! ادھر میں نے نیا کاروبار شروع کیا ہے۔ ادھر میری ہی بیوی میرے خلاف پروپیگنڈہ کر رہی ہے۔ بیتاب پروڈکشنز والے تو بیٹھے ہی اس

تاک میں ہیں کہ میرا کاروبار فیل ہو جائے۔ وہ میرے راستے میں پتھر ڈال رہے ہیں۔ اور جب انہیں پتہ چلے گا کہ میری اپنی بیوی میرے خلاف ہو گئی ہے۔ تو ان کی خوشی سے باچھیں کھل جائیں گی۔ اور اب اس نے پیسہ گول کر دیا ہے، یا خرچ کر ڈالا ہے، تاکہ وہ فلم جو میں ایک برس میں بنا سکتا، اب دو ڈھائی برس میں بناؤں گا۔ کاروبار میں ابتدا میں ہی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میری اپنی بیوی میری ترقی کی راہ میں حائل ہو رہی ہے۔ اب مجھے دشمن کی ضرورت ہی کہاں رہی ہے۔" رشودت نے مسکرا کر کہا۔

"پھر مار پیٹ ہوئی۔"

"نہیں! زندگی بھر یہی غلطی کی ہے۔ ہر مار پیٹ کے بعد ہم بستر میں ہوتے تھے۔ اور پیار دوگنا ہو جاتا تھا۔ لیکن آج اس کے اشتعال دلانے پر بھی میں مسکراتا رہا۔ آج میں نے اس کے چہرے سے ایک ایک نقاب اتار ڈالا۔ میں نے اسے واضح الفاظ میں بتا دیا کہ اس نے مجھے دوستوں سے دور کر دیا ہے۔ آج جب میں ۳۷ برس کا ہو گیا ہوں، تو مجھے یک لخت محسوس ہوا کہ میرا دنیا میں کوئی دوست نہیں، جسے میں دل کا دکھ بتا سکوں۔ میں اپنا حال دل سنا کر دل پر چھائی گرانی کو ہلکا کر سکوں۔ سمی! آج میں کتنا تنہا ہوں۔ میرا دنیا میں کوئی بھی نہیں! چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں۔ کاروبار ڈگمگا رہا ہے۔ وہ گھر جسے میں نے گیارہ برس کی محنت، تگ و دو اور دوڑ دھوپ کے بعد بنایا تھا۔ وہ گھر میرا نہیں۔"

"اور میں ——— ؟"

"ہاں! تم! لیکن دنیا تمہیں بھی چھین لے گی۔"

"نہیں! مجھ پر اعتماد رکھو۔ یہ درست ہے کہ میں ایک غریب لڑکی ہوں۔ میرے پاس

پچاس ہزار تو کیا پانچ سو روپے دینے کے لئے نہیں! اب میں نہیں جانتی کہ کس طرح تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔" رمی نے جذباتی لہجہ میں کہا۔

"رمی تمہارے کرنے کے لئے کچھ نہیں! جب اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا، جس کی خاطر میں دنیا سے لڑا ہوں۔ میں نے اسے سڑک سے اٹھا کر مورتی بنا کر پوجا۔ اس کی پرستش کی۔ اس کے آنسوؤں پر خون بہایا۔ اس کی خوشی کے لئے اپنی ہستی کو مٹا ڈالا۔ اور مجھے کیا خبر تھی کہ میں یہ سب اس عورت کے لئے کر رہا ہوں جو میری نہیں! جس کے سپنوں میں کوئی اور آتا ہے۔ جو میرے گلے میں جب باہیں ڈالتی تھی، تو اس کے تصور میں اس کا محبوب ہوتا تھا۔ اور رمی تم عزیب نہیں! تمہارے پاس وہ دل ہے، جو فریب، مکر، عیاری اور ریاکاری سے پاک ہے۔ اگر مجھے عورت کی ضرورت ہوتی، تو فلم لائن میں ایکٹریس نہیں لیکن وہ انتہا کی خوبصورت ہو کر بھی انتہا کی بد صورت ہیں۔ ان کی مسکراہٹیں نقلی، آنسو نقلی، پیار نقلی وہ سب برائے فروخت ہیں۔ وہ ہر پروڈیوسر اور ڈائریکٹر کے بستر میں سو سکتی ہیں۔ ان کا کوئی کردار نہیں۔ کوئی اخلاق نہیں۔ کوئی ضمیر نہیں۔"

"شو ہار گئے۔ ان مصائب سے ڈر گئے، جو تمہارے لئے نیا نہیں۔ کیا پہلے تم طوفان سے نہیں گذرے ہو۔ تم تو صفر سے یہاں تک پہنچے ہو۔ اور اس بار تم زندگی صفر سے نہیں شروع کر رہے۔ تمہارا دفتر ہے، تمہاری اپنی فرم ہے۔ اور اس میں چالیس پچاس ہزار لگ چکا ہے۔"

"لیکن جب میں صفر تھا، میں ایک دو ٹین سیکھ سکتا تھا۔ لیکن ایم۔ اے یا بی۔ اے پاس کرنے کے بعد تم کسی کو قاعدہ پڑھنے کے لئے نہیں دے سکتیں۔" شو دت نے دلیل

دی۔

"کیا اب تم اٹھ نہ سکو گے۔"

"کیوں نہیں اٹھوں گا۔ لیکن کون جانتا ہے، کتنا وقت لگے"

"اس کا مطلب تم نے اعتماد کھو دیا ہے۔ اور بنا اعتماد کے انسان منزل تک نہیں پہنچ سکتا" سمی نے کہا۔

شرودت نے ایک ویران جگہ میں کار روک دی۔ اور ڈیش بورڈ سے بوتل اور گلاس نکالا۔

"کیا میری موجودگی تمہارا حوصلہ نہیں بڑھا رہی، جو اس کا سہارا چاہتے ہو۔"

"یہ بھی تو اس نے ہی سکھائی ہے" شرودت نے مسکرا کر کہا۔ اس نے گلاس میں ایک پیگ ڈالا اور میں نے گلاس خالی کر دیا۔"

"نیٹ سے پھر تمہارا بلڈ پریشر بگڑ جائے گا۔ تم جانتے ہو ڈاکٹروں نے تمہیں منع کیا ہے کہ نیٹ نہ پیا کرو۔"

"ڈاکٹر پاگل ہیں۔ کبھی وہ ایسے غموں کا شکار ہوں، تو پتہ چلے کہ شراب نیٹ کیوں پی جاتی ہے ــــــ ہاں تم کیا کہہ رہی تھیں ــــــ اعتماد ــــــ"

"ہاں ــــــ"

"سمی! بڑے سے بڑا جرنیل دو محاذوں پر نہیں لڑ سکتا۔ آج میرے سامنے دو محاذ کھلے ہیں۔ کاروبار کا ــــــ اور گھریلو ــــــ دن بھر کاروباری معاملات سے لڑو۔ اور رات کو گھریلو معاملات کی جنگ کھڑی ہے۔ پھر اس گھر میں نفرت کے سوا رکھا کیا ہے۔ حسد ــــــ جلن ــــــ وہ میری شہرت سے حسد کرتی ہے۔ میری

شہرت سے جلتی ہے۔ محض اس لئے کہ دنیا یہ کیوں نہیں کہتی کہ شودرت کو بنانے میں اس کا بھی ہاتھ ہے۔ اسے میڈل چاہیئیں ـــــ میڈل ـــــ لیکن میں نے کب میڈل مانگے ہیں۔ میں نے کب کہا کہ میں نے اسے سڑک سے اٹھایا۔ اور اس کیساتھ نباہ کیا ہے۔ اسے قابل پرستش بنایا ہے۔ جس کا پیار باسی تھا۔ جس کے ہونٹ باسی تھے۔ جس کا جسم باسی تھا۔ لیکن اس نے شادی کا بندھن توڑ ڈالا۔" کہہ کر شودرت نے سگرٹ سلگایا۔

"لیکن وہ بھی تو ایک آرٹسٹ ہے۔ اور آئیڈیل ہے۔"

"ہاں! کلپنا میں ـــــ خیالوں میں ـــــ تصوّر میں ـــــ" کہہ کر شودرت نے گلاس میں وہسکی ڈالی۔

سمی روکنا چاہتی تھی۔ لیکن خود رک گئی۔

"جانتی ہو آج اس نے کیا کہا۔"

"کہو ـــــ"

"میں نے تمہارا گھر بنایا۔ جس میں ایک بھی چیز اس کی خریدی ہوئی نہیں ہے۔ میں نے تمہارے بچے جنے ـــــ اور انہیں مجھ سے متنفر بنا ڈالا ـــــ میں نے یہ کیا۔ وہ کیا۔ سینکڑوں احسان گنوا دیئے ـــــ اور شنی نے تمہیں کیا دیا۔ اس نے تمہاری خاطر کیا کیا۔؟"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے،" شودرت نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے کہا اس نے میری خاطر جان دیدی۔"

سمی نے گہرا سانس لیا، اور اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔

"سمی کیا تم سہارا دو گی؟"

"کیوں نہیں! صرف........"

"جسمانی نہیں۔" شودت نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے تمہارا کہا یاد ہے۔"

"اور وہ درست ہے!" سمی نے کہا۔ "یہ درست ہے کہ میں تمہیں پیار کرتی ہوں۔ اور جسمانی تعلق بھی پیار کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن جب تک وہ تمہارے ساتھ باوفا ہے، میں تمہیں جسم نہیں دوں گی۔"

"عجیب منطق ہے۔"

"اس کے باوجود میں جانتی ہوں کہ مسز شودت مجھ سے نفرت کرتی ہو گی۔"

"اسے ہر اچھے انسان سے نفرت ہے۔"

"اور میرے اس رویئے یا نظریئے کی کبھی تعریف نہ کرے گی۔"

"کبھی نہیں!" شودت نے سگرٹ کا کش لے کر کہا۔ "لیکن سمی! اب بھی تم اس کی باوفائی پر یقین رکھتی ہو۔"

"کیوں نہیں —— یہ درست ہے کہ گیارہ برس وہ ذہنی طور پر تمہارے ساتھ بیوفا رہی ہے۔ لیکن جسمانی طور پر نہیں۔"

"اور جس روز وہ جسمانی طور پر بیوفا ہو جائے گی۔ تم اپنا جسم میرے حوالے کر دو گی۔"

شودت نے اس کے الفاظ دوہرائے۔

"اسی روز۔" سمی نے پورے اعتماد سے کہا۔

"ششی کا جسم مجھے کبھی نہیں ملا۔ گیارہ برس بیوفا تھی۔"

"نہیں ——"

"کیوں ـــــــــ؟"

"اس لئے کہ اس نے ذہنی طور پر اپنا جسم تمہیں سونپ رکھا تھا۔ اور جب جسمانی طور پر کسی کے حاصل کرنا چاہا تو اس نے خودکشی کر لی۔"

"اور دیدی کہا کرتی تھی کہ ایک روز تم پچھتاؤ گے۔"

"اور اب تم پچھتا رہے ہو۔"

"ہاں! کلونت نے کہا تھا کہ کتاب کا سرورق دیکھ کر کتاب نہیں خریدا کرتے۔ سرورق خوبصورت ہو سکتا ہے، لیکن کتاب کا مضمون نہیں۔"

"اور تم نے کتاب کا صرف سرورق دیکھا تھا۔"

"اور کیا! ورنہ ریتا میری بیوی بننے کے قابل نہ تھی۔ وہ آج بھی ڈیڑھ سو روپے ماہوار کی زندگی گذار رہی ہے۔ وہ آج بھی ذہنی طور پر اس ڈیڑھ سو روپے ماہوار کے سیلزمین سے نباہ کر رہی ہے۔ اس نے آج تک کوئی قیمتی چیز نہیں خریدی، کیونکہ وہ سیلز مین نہیں خرید سکتا۔"

"کیا سیلزمین کی شادی ہو گئی ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ لیکن یہ عورت اس سیلزمین سے کیا حاصل کرتی۔ کہاں بیڈ ٹی۔ بریک فاسٹ، لنچ۔ دوپہر کی چائے۔ ڈنر اور سپر ـــــــــ کہاں وہ یتیم سیلزمین جو اس کے ساتھ پندرہ روز میں ایک کھانا کھا سکتا۔" شودت نے کہا "لوگ تو سامنے سے آتی ہوئی اجنبی ارتھی کے آگے سر جھکا دیتے ہیں۔ اور یہ وہ ہے جس نے زندہ انسان کے زندہ جذبات کی قدر نہ کی۔ اسے محض ایک نقش سمجھا ہے۔ ایک دیوار جو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتی۔ جو بول نہیں سکتی۔"

"لیکن تم بھی تو مجھ سے ملتے ہو۔"

"کب! جب وہ مجھے اس سے ملوانے لے گئی۔ اس سے پہلے میں تمہیں کبھی نہیں ملا۔"
شوونت نے صفائی پیش کی۔ "پھر میرا آج کوئی دوست نہیں۔ کوئی رفیق نہیں۔ کوئی ہمدرد اور غمگسار نہیں۔ چند شرابی تھے۔ جو شام کو شراب پینے آتے تھے۔ اور پی کر چلے جاتے تھے۔ ان کے آنے سے پہلے میں تنہا ہوتا تھا۔ ان کی موجودگی میں تنہا ہوتا تھا۔ اور جب وہ چلے جاتے تھے، تو میں تنہا ہوتا تھا۔ وہ مجھ سے نہیں، میری شراب سے ملنے آتے تھے۔ وہ خالی جام تھے۔ جن کی کوئی قدر نہیں۔ کوئی قیمت نہیں ——— اور کوئی فائدہ نہیں۔ کسی کو رول چاہیئے ——— کسی کو کام چاہیئے ——— لیکن میں جانتا ہوں آج میں ان کی شراب بند کر دوں، تو کل میرے حریف کے پاس بیٹھے شراب پی رہے ہوں گے۔ میں اس تنہائی کو کہاں لے جاؤں۔"

"میرے پاس۔"

"ہاں سمی! ایک تم ہو! کاش میں بھی تمہاری طرح ایک کلرک ہوتا۔ مجھ میں شہرت اور دولت کی بھوک نہ ہوتی، تو آج زندگی کتنی پُرسکون ہوتی۔ یہ دولت، یہ شہرت میرے لئے کیا لائی ہے۔ نفرت، حسد، رشک ——— اور میں اس حسد، رشک اور نفرت کی آگ کا ایندھن ہوں۔"

"اور طلاق ———"

"نہیں سمی طلاق نہیں! شادی ایک بندھن ہے۔ شادی صرف مرد اور عورت کی ہوتی ہے۔ لیکن بعد ازاں ان سے بچے پیدا ہو کر بندھن کو مضبوط بنا دیتے ہیں۔ میں رنینا کو طلاق دے سکتا ہوں۔ لیکن بچوں کو نہیں ——— ان کا کیا قصور ہے۔

غلطی ماں نے کی ہے۔ سزا اولاد کو کیوں ملے۔"

"ہوں۔" کہہ کر سمی گہری سوچ میں کھو گئی۔

"کس سوچ میں کھو گئی ہو۔ اپنے مستقبل کے لئے فکر مند ہو۔"

"نہیں شو۔ نہیں! میں تمہیں پیار کرتی ہوں۔ اور پیار کے لئے شادی ضروری نہیں میں اسی طرح زندگی گذار لوں گی۔" سمی نے مسکرا کر کہا۔

"اس کے باوجود کہ اس نے جسمانی طور پر بیوفائی نہیں کی۔ اور تم انتظار کرتی رہو گی۔" شوکت نے وہسکی گلاس میں ڈالی۔

"میں تب بھی انتظار کرتی رہوں گی۔"

"یہ عجیب منطق ہے۔"

"کوئی منطق نہیں! اگر ہمارے جسمانی تعلقات شروع ہو جاتے ہیں، تو میں داشتہ بن جاتی ہوں۔ اور داشتہ میں بننا نہیں چاہتی۔ میں صرف محبوبہ رہنا چاہتی ہوں۔" سمی نے آہستہ سے کہا۔

شوکت نے خمار آلود نگاہیں اس کے چہرے پر ڈالیں۔ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "شکریہ! محبوبہ اور داشتہ کا فرق اب میری سمجھ میں آ گیا ہے۔ اور آئندہ کبھی فرمائش نہ کروں گا۔"

⁘

ریتا اپنے ہی تیار کردہ جال میں بری طرح پھنس گئی تھی۔

اس نے ایک محل تیار کیا تھا۔ اس محل میں شودرت کو مقید بنا ڈالا تھا۔ اس نے اس محل کی تمام کھڑکیاں بند کر دی تھیں۔ تمام دروازے مقفل کر ڈالے تھے۔ تاکہ شودرت بھاگ نہ جاسکے۔ صرف ایک دروازہ کھلا تھا جس کی چابی اس کے قبضے میں تھی۔ اس محل میں نہ کوئی آ سکتا تھا۔ اور نہ کوئی اس کی اجازت کے بنا جا سکتا تھا۔ ریتا نے شودرت کو دوستوں سے دور کر دیا تھا۔ رشتہ داروں سے دور کر دیا تھا۔

ساڑھے گیارہ برس کی شادی شدہ زندگی میں اس نے کسی سے مراسم گہرے نہ بنائے تھے۔

آج اسے یک لخت محسوس ہوا کہ جہاں شودرت تنہا تھا، وہاں وہ خود بھی تنہا تھی۔

اس نے تو یہی سوچا تھا کہ شودرت کی زندگی کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہوگی۔ وہ جب کبھی سرکشی اختیار کرے گا، وہ ہنگامہ کھڑا کر دے گی۔ اور جیسے ہی ہنگامہ کھڑا ہوگا، وہ شودرت کو اپنے بازوؤں میں دبوچ لے گی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ شودرت کو اشتعال دلا کر اسے ہاتھ اٹھانے

پر مجبور کر دیتی تھی۔ جیسے ہی شودت ہاتھ اٹھاتا ـــــ وہ خاموشی سے باہر نکلتی۔ اس کا رد عمل یقیناً یہی ہوتا کہ شودت اپنے کئے پر پشیمان ہو جاتا۔ اور وہ اس پر لٹو ہو جاتی۔ اس کے وہم و گمان میں یہ کبھی نہ آیا تھا کہ اگر شودت خاموش ہو گیا، اگر شودت مشتعل نہ ہو سکا، اگر شودت اس کی طرح برداشت کر گیا، تو وہ اسے کس طرح سنبھال سکے گی۔

اس روز شودت نے اس کا ایک ایک نقاب اتار ڈالا تھا۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ شودت شادی کے عظیم بندھن کو کبھی نہ توڑے گا۔ بچے اس کی کمزوری تھے۔ اگرچہ وہ بچوں سے پیار کرتا تھا۔ لیکن اس پیار میں جنون نہیں تھا بلکہ ایک سنجیدہ اور سلجھے ہوئے باپ کا پیار تھا۔ پھر شودت کو اپنے وقار سے عشق تھا۔ وہ وقار کی خاطر جان دے سکتا تھا۔ لیکن وقار کو نقصان پہنچتا نہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ کبھی دنیا کو تماشہ نہ دکھا سکتا تھا۔ وہ کبھی گھر کی بات باہر نہ بھیج سکتا تھا۔ اس نے آج تک گھریلو جھگڑے کا تصفیہ کسی دوست یا رشتہ دار سے نہ کرایا تھا۔

اب جھگڑا جس مرحلے پر پہنچ چکا تھا اس کا سمجھوتہ صرف دو صورتوں میں ہو سکتا تھا۔

پہلی صورت یہ تھی کہ شودت کوئی تباہ کن قدم اٹھا لے۔ اور ریتا کو جواب دینے کا باعث مل جائے۔

دوسری صورت تھی کہ کسی رشتہ دار کو بیچ میں ڈالا جائے۔ یا کسی دوست کو۔ یعنی ایسے شخص کو جس کا شودت احترام کرتا ہو۔

پہلی صورت میں ریتا نے ہر ممکن کوشش کی اور ناکام رہی ـــــ اس نے چپڑاسی کو رشوت دی کہ وہ شمی کے متعلق بتائے۔ لیکن ان چھ ماہ میں شمی ایک بار بھی دفتر نہ آئی تھی۔ شودت کی ڈاک پر نگرانی کی گئی ـــــ لیکن شمی نے کبھی کوئی خط نہ لکھا ـــــ شام کو ڈاک لیٹر بکس کی جانب جاتی تو چپڑاسی ایک ایک خط کا پتہ پڑھتا۔ لیکن کبھی

کوئی خط کسی کے نام نہ گیا تھا۔

اگر دفتر میں کبھی کوئی اس کا فون آتا ــــــ تو چپڑاسی اور منیجر روشنی نہ ڈال سکتے تھے۔ ریتا نے منیجر اور چپڑاسی کی وفاداری کو منقسم کر ڈالا تھا۔ وہ تنخواہ شودت سے لیتے تھے۔ ریتا سے انعام ــــــ اور اپنے مالک پر نگرانی رکھ رہے تھے۔

ان چھ ماہ میں ایک بار بھی شودت نے کسی عورت سے ملاقات کی جگہ مقرر نہ کی تھی۔ اور نہ ہی وقت مقرر کیا تھا۔ وہ چار پانچ سو روپیہ چپڑاسی اور منیجر پر صرف کر چکی تھی۔ لیکن نتیجہ صفر تھا۔

شودت اور کسی میں کیا سمجھوتہ تھا۔ وہ کہاں ملتے تھے۔ کیسے ملتے تھے ــــــ اور ایک دوسرے کو کیسے مطلع کرتے تھے، ریتا انتہائی کوشش کے باوجود جان نہ سکی۔ اس نے صرف ایک بار کسی سے بات کی تھی۔ اور وہ یہ بھی نہ جانتی تھی، کسی کہاں رہتی ہے، کیا کام کرتی ہے۔

ان چھ ماہ میں شودت کا رویہ عجیب تھا۔ شودت زیادہ سے زیادہ پانچ روز عورت کے بغیر رہ سکتا تھا۔ لیکن اس عرصہ میں شودت نے تین روز سے زائد وقفہ نہ دیا۔ وہ اب بھی اکٹھے سوتے تھے۔ لیکن شودت صرف مشین بن کر رہ گیا تھا۔ وہ کوئی بات نہ کرتا۔ اگر ریتا اس کے بستر میں گھس جاتی، تو وہ اسے سونے کی اجازت دے دیتا۔ لیکن خود کبھی نہ بلاتا۔

ریتا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔ شودت کی بے رخی، خاموشی ایک طوفان کا پیش خیمہ تھی۔ شراب کی مقدار اتنی بڑھ گئی تھی کہ اس کثرت سے پینے کے بعد بھی شودت کوئی بات نہ کرتا۔

چھ ماہ کی جدوجہد اور ناکامی کے بعد اس نے دوسری صورت اختیار کی۔

دوسری صورت تھی رشتہ دار ـــــــــ

شیودت کے بڑے بھائی شنکر سے ریتا رسمی طور پر ملتی رہی تھی۔ اس نے کبھی شنکر کو اہمیت نہ دی تھی۔ وہ ایک عام واقف کی طرح اس گھر میں آسکتا تھا۔ بیوی بچوں کیساتھ کھانا کھا سکتا تھا۔ وہسکی پی سکتا تھا۔ لیکن گھریلو اور خاندانی معاملات میں دخل انداز نہ ہو سکتا تھا۔

شنکر بڑا بھائی تھا۔ وہ شیودت کی دولت اور شہرت سے ضم کھاتا تھا۔ اس کی نگاہ میں بھی ریتا اور شیودت مثالی میاں بیوی تھے۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی سے دبتا تھا۔

شنکر ـــــــ ریتا نے فیصلہ کیا اور فون اٹھا لیا۔

دو منٹ بعد وہ شنکر سے بات کر رہی تھی۔

"نمستے بھیا۔" ریتا نے کہا۔

"نمستے بھابھی! سنائیے آج کیسے یاد آگئی؟"

"کیوں اپنوں کی یاد نہیں آتی۔" ریتا اپنی غرض کی خاطر ہر شخص کو EXPLOIT کر سکتی تھی۔ اور کبھی نہیں سوچتی تھی کہ اس نے اس شخص کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے۔ اس کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ہے۔

"کہو بھابھی ـــــــ"

"بھیا آپ سے ایک ضروری کام ہے۔"

"کیا فون پر بتایا جا سکتا ہے؟"

"نہیں! آپ آج گھر آسکتے ہیں؟"

"شام کو چھٹی کے بعد؟"

"نہیں اگر ہو سکے تو اب آجایئے۔"

"ٹنو کا کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ہے۔"

"فلم کب شروع ہو رہی ہے؟"

"جلد ہی سیٹ پر جا رہی ہے۔"

"اور بچے کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں۔"

شنکر جان نہ سکا کہ آج ایسی کون سی بات ہو گئی تھی، جو ساڑھے گیارہ برس میں پہلی بار ریتا نے اسے بلایا تھا۔ ریتا نے بچوں کا کبھی کوئی جشن منایا، تو خود آ کر دعوت نہ دی تھی۔ جبکہ اس کا فرض تھا۔ اس نے محض کارڈ بھجوایا تھا۔ جو عام واقف کاروں کو بذریعہ پوسٹ بھیجا جاتا ہے۔ شنکر کو آج موقع ملا تھا۔ وہ اپنی اہمیت کو کم نہ کر سکتا تھا۔

"بھابھی کیا آپ آسکتی ہیں؟"

"میں!" ریتا اسے اپنی شکست سمجھتی تھی۔ اس نے ایک منٹ سوچا۔ اور آخری داؤ چلایا۔ یہ درست تھا کہ کام اسے تھا۔ لیکن وہ چاہتی تھی کہ شنکر اس کے ہاں آئے۔ "کار تو آپ کے بھیا لے گئے ہیں۔"

"ٹیکسی میں آجایئے۔"

"میں کچھ اہم باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ کیا وہاں ایسی جگہ ہے؟"

"میرے کمرے میں کوئی نہیں بیٹھتا۔ اور اجازت کے بنا اندر نہیں آسکتا۔"

"بہتر میں آرہی ہوں۔" کہہ کر ریتا نے فون بند کر دیا۔

اس نے دو ایک منٹ سوچا۔ وہ جانتی تھی کہ شردت کبھی پسند نہیں کرے گا کہ اس کے ذاتی اور گھریلو معاملات میں کوئی دخل دے۔ اور وہ کوئی خواہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ریتا کی شادی شدہ زندگی تباہ ہو رہی تھی۔ لہٰذا وہ اس وقت گھر کے اصولوں کو مدنظر نہ رکھ سکتی تھی۔

اس نے ٹیکسی پکڑی اور آدھ گھنٹہ بعد شنکر کے دفتر میں تھی۔

"واقعی آپ کا دفتر اور کمرہ تو خوب ہے۔"

"آپ کو تو کبھی فرصت ہی نہیں ملی۔"

"بچے اور گھر۔" ریتا اس طنز کو پی گئی۔

"کرن اور روی کو چند روز کے لئے ہمارے کیوں نہیں بھیج دیتیں۔"

"ان کی تعلیم کو نقصان پہنچے گا۔"

"ہفتہ کی شام کو آجائیں۔ میں اتوار شام کو پہنچا دوں گا۔ یا اتوار کو آپ اور شرو منے کے ساتھ آجائیں اور انھیں لے جائیں۔"

"بہتر ہے ——" ریتا کو یہ دعوت تسلیم کرنا پڑی۔ وہ سمجھتی تھی کہ شنکر کے بچوں کو دعوت دینا چاہیئے۔ لیکن یہ وہ موقع نہ تھا۔

"ہاں اب فرمایئے۔"

"بھیا! سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے شروع کروں۔" ریتا نے گہرا سانس لیا۔ "میرا گھر لٹ رہا ہے۔"

"عورت ——؟"

"جی ہاں!"

"کون ہے ؟"

"نام سمی ہے ۔ لیکن آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ کہاں رہتی ہے۔ کیا کرتی ہے ۔ اور یہ اس سے کہاں ملتے ہیں ۔"

"پھر آپ نام کیسے جانتی ہیں ؟"

"منے کی پیدائش کے بعد میں گھر پہنچی ۔ تو ایک روز اس کا فون آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ گھر میں ہوں گے ۔ اس نے اپنا نام تو بتا دیا۔ پھر فوراً فون بند کر دیا ۔"

"دفتر سے پتہ کیا ہوتا ۔"

"چپڑاسی اور منیجر نے چھ ماہ کوشش کی ۔ وہ کبھی دفتر نہیں آئی ۔ نہ ہی اس کا فون آیا۔ نہ ہی انہوں نے کیا۔ اور کوئی خط بھی نہیں ۔" ریتا نے حقیقت بیان کی ۔

"چپڑاسی اور منیجر کو کچھ دے دیا ہوتا ۔" شنکر نے دبے الفاظ میں کہا۔

"میں انہیں چار پانچ سو دے چکی ہوں ۔"

"او ———" شنکر زیر لب مسکرا دیا۔ تو اب میری ضرورت آن پڑی تھی ۔ سب طرف سے ناکامی ہو گئی تھی ۔ اور معاملہ اتنا سنجیدہ تھا کہ ریتا اپنے سہاگ اور گھر کو بچانے کی خاطر دولت لٹا رہی تھی ۔

"میرا خیال ہے منیجر اور چپڑاسی اس کے وفادار ہیں ۔"

"شاید ———"

"کاروبار کا کیا حال ہے ؟"

"بیتاب بردگشن گو تھوڑے دو سال ہونے کو آتے ہیں ۔ ایک پیسہ آمدن نہیں ۔ اپنا ادارہ شروع ہے ۔ گھر میں ایک لاکھ پڑا تھا۔ سب لگا دیا۔ لیکن ابھی صرف

کاغذی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے شو بہت پریشان ہے۔"

"شاید ــــــ"

"شاید کیوں، وہ تو آپ کو ایک ایک بات بتا دیتا ہے۔"

"اب نہیں۔"

شنکر کا دل جھوم اٹھا۔ تو یہ مثالی میاں بیوی اب مثالی نہ رہے تھے۔ اب ان کا تماشہ دنیا دیکھے گی۔

"گھر کی کیا حالت ہے؟" شنکر نے پوچھا۔

"انہوں نے روپیہ دینا تقریباً بند کر دیا ہے۔ اور میں خود کو دیوالیہ قرار دے چکی ہوں۔ جس گھر کے ڈھائی ہزار روپے ماہوار اخراجات تھے۔ کبھی چار سو دے دیتے ہیں۔ کبھی پانچ سو۔ وہ بھی سو سو کی شکل میں۔"

"ہوں۔" شنکر کی خوشی دوبالا ہو گئی۔

"تو اب میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"سب سے پہلے مجھے ایک ہزار روپیہ دیجئے۔"

"ایک ہزار ــــ یا دس ہزار۔"

"صرف ایک ہزار۔"

"لیکن پانچ سات دس ہزار تو آپ کے گھر میں پڑا رہتا تھا۔"

"اب وہ زمانہ نہیں رہا۔"

"اس روپے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں؟"

"آپ انہیں مل کر سمجھایئے۔"

"میں ـــــــ" شنکر ہچکچایا۔ وہ ایک ہزار روپیہ تو دے سکتا تھا لیکن رنتو کو سمجھانا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ لیکن اب ـــــــ اب وہ مل سکتا تھا۔ جب میاں بیوی میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ اور جب بیوی چاہتی تھی کہ وہ اس کے خاوند کو سمجھائے تو اسے کیا عار تھی۔ اس دن کا تو وہ برسوں سے انتظار کر رہا تھا۔" خیر! میں اسے سمجھاؤں گا۔ کیا اس سے ایک ہزار کا ذکر کروں؟"

"میرا خیال ہے، اس کی ضرورت نہیں۔"

"بہتر ـــــــ" شنکر نے سوچا۔ یہی تو وہ چاہتا تھا کہ بیوی اپنے خاوند سے بغاوت کر کے اسے رازداں بنائے۔

"میرا خیال ہے، وہ اپنی صحت سے بھی لاپرواہ ہو چکے ہیں۔ ایک روز صبح ہی صبح شراب شروع کی، تو نینٹ پیگ پینے سے نکسیر پھوٹ گئی تھی۔"

"شراب کی مقدار کیا ہے؟"

"گھر پر تو شروع نہیں کرتے جو پتہ چل جائے۔ باہر سے پی کر آتے ہیں۔ اس لئے اندازہ لگانا مشکل ہے۔"

"باہر پینے کے بعد گھر پر بھی پیتے ہے۔"

"جی ہاں ـــــــ اور اس کے علاوہ چار ماہ کی بات ہے کہ اتوار کا دن تھا۔ انہوں نے دن میں پی۔ اور سو گئے۔ سو کر اٹھے تو باتھ روم گئے۔ اور وہاں بیہوش ہو کر فرش پر گر پڑے۔ روی نے آواز سنی تو باتھ روم میں جا کر دیکھا، اور مجھے بلایا۔ میں پڑوس میں تھی۔ اور کہہ نہیں سکتی کہ کتنی دیر سے بیہوش پڑے تھے۔

میں نے منہ پہ چھینٹے دیئے، تو آنکھ کھولی۔"

شنکر نے جواب نہ دیا۔ وہ سوچنے لگا۔

"آپ کیا سوچنے لگے۔

"بھابھی ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"کون سی؟"

"آپ کہہ رہی ہیں کہ وہ شراب مقدار سے زیادہ پی رہا ہے۔ اعتدال کی حد سے نکل گیا ہے۔ اور شراب کی وجہ سے ایک بار نکسیر پھوٹی جو آپ نے دیکھی۔ اور کتنی بار پھوٹی آپ کے علم میں نہیں ——— ایک بار وہ بیہوش ہو کر غسل خانہ میں گر پڑا۔ اور کتنی بار کہاں گرا ہے، آپ کے علم میں نہیں۔"

"جی ہاں۔"

"اب شراب اس کثرت سے پینے والا آدمی ذہنی طور پر پریشان ہوگا۔ اسے کوئی غم کھا رہا ہے۔"

"کاروبار کا۔" رینا نے فوراً کہا

"کاروبار کا ہی سہی، لیکن دوسری طرف آپ کہتی ہیں کہ اس کی زندگی میں ایک عورت آگئی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ عورت اس کے لئے خوشیاں لاتی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"پھر اس خوشی کے ہوتے ہوئے وہ اعتدال سے بڑھ کر شراب کیوں پی رہا

ہے۔ یہ دو متضاد باتیں ہیں۔" کہہ کر شنکر نے گہرا سانس لیا۔ "بہر صورت میں آج ہی اسے ملتا ہوں۔" کہہ کر شنکر نے فون اٹھایا۔ "اس کے دفتر کا کیا نمبر ہے؟"

رینا نے نمبر بتایا۔

فون شو نے ہی اٹھایا۔

"شو! میں شنکر ہوں۔"

"نمستے بھیا۔"

"نمستے! سناؤ کیسے چل رہا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ آپ کی دعا ہے۔" شو کی آواز آئی۔

"آج شام کو کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی خاص نہیں! آپ حکم کیجیے۔"

"حکم تو نہیں! شو آج کی شام میرے لئے خالی رکھ سکتے ہو۔"

"آپ جب چاہیں آ سکتے ہیں۔"

"دفتر میں یا گھر پر۔"

"اس کے علاوہ کلب بھی ہے۔"

"نہیں! کلب نہیں۔"

"پھر دفتر میں تشریف لے آیئے۔ کیا کوئی خاص بات ہے۔"

"نہیں نہیں۔" شنکر نے مسکرا کر رینا کو دیکھا۔ "عرصہ ہوا تمہارے ساتھ وہسکی نہیں پی، اور کھانا نہیں کھایا۔"

"زہے نصیب! کوئی خاص چیز پینا چاہتے ہیں تو منگا لوں۔"

"نہیں! جو پرمٹ پر مل سکتی ہے، وہ ہی چلے گی۔"

"پرمٹ اور ممبر سے لئے۔ آپ حکم کیجئے! کس ڈرنک کا نام لیجئے میں منگالوں گا۔"

شیو کی آواز آئی۔

"کچھ بھی ہو! تم جانتے ہی ہو، میں تو مہینے میں ایک بار استعمال کرتا ہوں۔ خیر! میں ساڑھے چھ تک تمہارے دفتر پہنچ جاؤں گا۔"

"اور میں منتظر رہوں گا۔" شیو نے کہا۔

فون بند ہو گیا۔

"بہتر!" شنکر نے مسکرا کر کہا۔ "اچھا بھابھی میں پرسوں ایک ہزار روپیہ آپ کو پہنچا دوں گا۔"

"اچھا ــــــ" کہہ کر ریتا کھڑی ہو گئی۔

"میں کل آپ کو آج شام کی کارروائی بتاؤں گا۔" کہہ کر شنکر بھی کھڑا ہو گیا۔ اور اسے چھوڑنے باہر تک آیا۔

"بھابھی ایک بات کہوں۔"

"کہیئے ــــــ"

"یہ شروع زندگی سے ہی ایسا رہا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ایک اس کی دیدی ہوتی تھی۔ دیدی ــــــ کیا اب بھی وہ آتی ہے؟"

"جی نہیں ــــــ"

"اچھا کیا! جو شخص اپنی بہن کو بلا کر دوست کی بیوی کو دیدی بنالے، جو بے حد جبین ہو، اسے کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"کیا آپ کبھی اس کی داستان جانتے ہیں؟"

"کون نہیں جانتا تھا۔ اس کے بغیر تو یہ ایک پل زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ شاید انہی دنوں ایک لڑکی نے اس کی خاطر خودکشی کر لی تھی۔"

"جی ہاں ششی نے۔ لیکن انہوں نے ششی سے شادی کیوں نہ کر لی۔"

"دیدی کے ہوتے ہوئے! کیا آپ سمجھتی ہیں کہ دیدی اسے شادی کرنے کی اجازت دے دیتی۔ یہ تو اتفاق ہے کہ آپ نے شادی سے پہلے دیدی سے میل جول نہیں بڑھایا۔ ورنہ آپ کبھی اس سے شادی نہ کر سکتیں۔"

"او ــــــ" ریتا نے گہرا سانس لیا۔ "میں نے اس نظریئے سے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ آج سمجھ میں آیا ہے کہ ششی کی خودکشی کی ذمہ داری ان پر نہیں، بلکہ ان کی اس دیدی پر ہے۔"

"تو آپ سمجھتی ہیں کہ دیدی کے ہوتے ہوئے یہ ششی سے شادی کر سکتا۔" شنکر نے روشنی ڈالی۔ "خیر! میں کل آپ کو آج کی ملاقات کے متعلق مطلع کروں گا۔"

"شکریہ ــــــ" کہہ کر ریتا ٹیکسی میں بیٹھ کر گھر چلی گئی۔

ساڑھے چھ بجے شنکر دفتر میں داخل ہوا۔ تو ننو تنہا تھا۔

"میں نے سب کو چھٹی دے دی ہے، تاکہ آپ کھل کر بات کر سکیں۔" ننو نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں ایسی کوئی اہم بات نہیں! میں تو یونہی ایک شام گذارنا چاہتا تھا۔" شنکر کو محسوس ہوا کہ شبو نے اس کے دل کا چور پکڑ لیا تھا۔ وہ اس کی ذہانت پر بل کھا کر رہ گیا۔

"صرف چپڑاسی ہے! اگر آپ کوئی خاص سنیک کھانا چاہیں۔ سگرٹ میں نے آپ کے برانڈ کے منگالئے ہیں۔"

"بس اور کچھ نہیں چاہیئے۔"

"تو میں چپڑاسی کو بھی چھٹی دے دوں۔" کہہ کر شبو نے چپڑاسی کو بلایا۔ اور گھر جانے کے لئے چھٹی دے دی۔

"صاحب! آپ گھر چلے جائیے گا نا۔" وفادار چپڑاسی نے کہا۔

"ہاں ہاشم تم جاؤ۔ آج بڑے بھائی صاحب ہیں، اور مجھے کوئی خطرہ نہیں۔" شبو نے مسکرا کر کہا۔

ہاشم سلام کر کے چلا گیا۔

شبو نے گلاسوں میں وہسکی ڈالی، اور شنکر سے پوچھا۔ "آپ سوڈا کتنا ڈالتے ہیں۔؟"

"لمبا ———" شنکر نے کہا۔

گلاس اٹھائے گئے۔ "تم نے سوڈا نہیں ڈالا۔"

"میں پہلا پیگ اسی طرح پیتا ہوں۔" کہہ کر شبو نے گلاس خالی کر دیا۔ ایک بار کھانسا اور سگرٹ سلگا لیا۔

پندرہ منٹ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ شنکر کا حوصلہ ابھی اتنا بلند نہ ہوا تھا کہ وہ بات چھیڑ سکے۔

تیسرے پیگ نے شنکر میں حوصلہ پیدا کر دیا۔

"تمہارے کاروبار کا کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ہے!"

"کیا نرم ہے آج کل؟"

"ہر نیا کاروبار جمنے کے لئے وقت مانگتا ہے۔ پھر یہ ملازمت تو ہے نہیں کہ مہینے میں اٹھارہ دن کام کرو، اس کا معاوضہ مل جائے گا۔ کاروبار میں نرمی گرمی رہتی ہی ہے۔" شو نے عام لہجہ میں کہا۔ "لیکن ایسی فکر کی بات نہیں۔"

"اور زندگی کا کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ہے۔"

"صحت ـــــ؟"

"ٹھیک ہوں! آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔" شو نے مسکرا کر کہا۔

تین چار منٹ پھر خاموشی رہی۔

"بھیا!" شو نے نیچی نظروں سے کہا۔ "میرا خیال ہے آپ وہ بات کہہ دیں جو کہنے آئے ہیں۔ یہ کاروبار ـــــ وہسکی ـــــ صحت کی باتیں چھوڑیئے۔"

"نہیں ایسی کوئی خاص بات نہیں۔"

"رینا نے آپ سے کیا کہا ہے آج۔؟"

"لیکن میں تو اسے ملا نہیں۔"

شو مسکرا دیا۔ وہ گلاس میں وہسکی ڈالنے لگا۔ "آپ کا فون آیا تھا، اور جیسے ہی وہ بند ہوا، میں نے گھر فون کیا تھا۔ رینا گھر پر نہیں تھی۔ میں نے کرن سے کہا تھا کہ جیسے ہی رینا گھر آئے، وہ مجھے فون کر کے صرف اتنا کہے کہ میں کرن بول رہی ہوں، اور فون بند

کر دے۔ میں سمجھ جاؤں گا کہ ریتا لوٹ آئی ہے۔ کرن نے پورے بائیس منٹ بعد فون کیا۔
اور آپ کے دفتر سے میرے گھر کا فاصلہ سولہ سترہ منٹ کا ہے۔ میں جانتا ہوں آپ وہسکی
پیئے نہیں آئے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ گھر کو ترجیح دیتے۔ کلب کے لئے آپ نے انکار کر دیا تھا۔
سیدھی سی بات ہے کہ آپ تنہائی اور ریتا کی غیر موجودگی چاہتے تھے۔ میرا خیال ہے، اب
آپ مزید پہیلیاں نہ ڈالیں۔ تو کیا خیال ہے۔"

"بہتر ـــــ" شنکر مسکرایا۔ "میں تمہاری ذہانت سے قائل ہوں۔ لیکن یہ نہیں جانتا
تھا کہ تم شریک ہو مزبھی ہو۔"

"اس داد کے لئے شکریہ۔"

"ہاں تو آمد بر سر مطلب ـــــ ریتا سے تمہارا کیا جھگڑا ہے؟"

"کوئی نہیں! میری مراد ہے کہ میاں بیوی کے بیچ ایسا کوئی جھگڑا نہیں، جس کا فیصلہ
تیسرا شخص کرے۔" شنو نے مسکرا کر کہا۔

"میں اسی جواب کی توقع رکھتا تھا۔" شنکر چوتھا پیگ پی رہا تھا۔ "لیکن اسے
شکایت ہے۔"

"وہ مجھ سے کر سکتی تھی۔"

"تم نے سنی نہیں ہوگی۔ اسی لئے وہ میرے پاس آئی تھی۔"

"تو آپ کہیئے۔"

"تم گھر کے اخراجات پورے نہیں دے رہے ہو۔"

"میں ایک تاجر ہوں! اور میری مخصوص آمدن نہیں! جب زیادہ آمدن ہوتی ہے،
زیادہ روپیہ دے دیتا ہوں۔ جب کم ہوتی ہے۔ کم دے دیتا ہوں۔ آگے کہیئے۔"

"وہ کہتی ہے کہ تم نے بیتاب پروڈکشنز کو چھوڑ کر غلطی کی ہے۔"

"یہ شہرت اور دولت جو آج مجھے ملی ہے، میری غلطیوں کی وجہ سے ہی ملی ہے۔ مجھے والد سے وراثت میں نہیں ملی ہیں۔ میں نے ان کے لئے تگ و دو کی ہے۔ مسلسل جد و جہد کی ہے۔ ان تھک محنت کی ہے۔ اس لئے میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا غلطی کرنا چاہیئے۔ اور میں اس غلطی کا خمیازہ اٹھانے کو تیار ہوں۔ رینا کی شکایت واجب نہیں، نہ ہی وہ حقیقت کے قریب۔ ازیادہ آمدن بھی اسی کے لئے ہے، اور کم میں بھی اسے ہی گذر کرنا چاہیئے۔ افراط کے دنوں میں، میں نے اسے کم خرچ کرنے کو نہیں کہا، اور کفایت کے دنوں میں اس سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ میرا ساتھ دے۔ اس کے علاوہ میں ایک نئے ادارے کو مستحکم اور مضبوط بنا رہا ہوں۔ میری تمام توجہ اس پر لگی ہے۔ میں پریشانیوں اور مشکلات کو حل کر رہا ہوں۔ ایسے دنوں میں اگر وہ شکایت کے لئے لبِ کھولتی ہے، تو میری پریشانیوں میں اضافہ کر رہی ہے۔ جو ایک اچھی اور نیک بیوی کو زیب نہیں دیتا۔" شبو نے بڑے سلجھے انداز سے کہا۔

"یہ درست ہے۔ لیکن اس کا ہاتھ اتنا تنگ ہے کہ اس نے آج مجھ سے ایک ہزار روپیہ مانگا۔"

"اور آپ نے دیدیا۔"

"میں تمہاری اجازت کے بغیر کیسے دے سکتا تھا۔"

"شکریہ! لیکن اس عورت کے وارڈروب میں پانچ سات دس ہزار تک یوں پڑا رہتا تھا، جیسے کاغذ ہوں۔"

"اسے شکایت ہے کہ تم پچھلے دو برس سے ہر شام دو چار یا پانچ سو روپے لے

جاتے رہتے ہو؟"

"مجھے جوئے کی عادت نہیں، نہ ہی شوق ہے۔ اور دولت تو میرے پیشے میں خریدی نہیں جاتی۔ مستقل ہاتھ آتی ہے۔" شنو نے صفائی پیش کی۔

اب شنکر کو سنبھلنا پڑا۔ وہ جانتا تھا کہ شنو نے اپنی محنت سے دولت اور شہرت پیدا کی ہے۔ اور اگر وہ اتنا ہی بیوقوف ہوتا تو کسی دفتر میں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کا کلرک نہ ہوتا۔ لیکن بڑے بھائی کے ناطے اسے عقل میں بھی بڑا ہونا چاہیے تھا۔ یوں بھی ہمارے سماج کا اصول ہے کہ چند برس پہلے پیدا ہو جانے سے عقل بھی بڑی ہو جاتی ہے۔ لہذا وہ اپنی ہاری ہوئی بازی کو مزید ہارنا نہیں چاہتے تھے۔

"تم نے بتایا ہے پروڈکشنز کو چھوڑ کر غلطی نہیں کی؟"

"آپ مجھ سے کیا تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ غلطی وہ ہوتی ہے جس کا اعتراف کیا جائے۔ میں ایک تاجر ہوں، اور تجارت میں فیصلہ [illegible] کی ضرورت ہوتی ہے۔ کامیاب سے کامیاب تاجر بھی غلط فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور کاروبار میں نقصان اٹھا لیتا ہے۔ لیکن وہ کاروبار بند نہیں کر دیتا۔ پھر میں تاجر کے علاوہ آرٹسٹ ہوں، اور آرٹسٹ اپنے جذبات کو خود سے الگ نہیں کر سکتا۔ ایک آرٹسٹ سے اس کے جذبات چھین لیجئے۔ وہ کیا رہ جائے گا ____ محض ایک کلرک ____ تانگے والا ____ یا ٹیکسی ڈرائیور ____ پھر وہ کہاوت ہے کہ ہاتھی اگر زندہ ایک لاکھ کا ہوتا ہے تو مردہ سوا لاکھ کا ____ اور کچھ لوگوں کو غلطیوں کی زیادہ قیمت ملتی ہے۔ میں نے زندگی میں پہلی غلطی کی تھی، جب پہلے پروڈیوسر سے معافی نہیں مانگی تھی ____ اور چند برس افلاس سے گذارنا پڑے تھے۔ اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں ڈائریکٹر بن گیا۔ اب میں

نے دوسری غلطی کی ہے، جو بینا پے پروڈکشنز کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میں ڈائریکٹر کے علاوہ پروڈیوسر بھی بن گیا ہوں۔ پھر آپ کیوں بھول رہے ہیں۔

Nothing like success which succeeds."

اس فصیح لیکچر سے شنکر کو مزید سوال کرنے کی جرأت نہ رہی۔ لیکن وہ یوں شکست تسلیم نہ کر سکتا تھا۔ میاں بیوی میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ رینا نے اسے رازداں بنایا تھا۔ آخر وہ کل رینا کو کیا بتائے گا کہ اس نے اس کے لئے کیا کیا ہے۔

"یہ سمی کون ہے؟"

"میں نہیں جانتا ——— شاید کوئی ایکسٹرا گرل ہو گی۔" رشو نے بڑبڑا کر کہا۔

"لیکن رینا تو کہتی ہے کہ اس کی خاطر تم نے گھر بھلا رکھا ہے۔"

"میں ہر شب گھر میں سوتا ہوں۔ کیونکہ ابھی فلم فلور پر نہیں گئی۔ ورنہ رات کی شوٹنگ کی وجہ سے گھر نہ جاتا ——— اب کون سا گھر میں نے بھلا رکھا ہے، میں نہیں جانتا۔ ویسے آج صبح میں گھر سے آیا تھا۔ اور اب گھر جاؤں گا۔"

"لیکن پھر اسے شکایت کیوں ہے؟"

"وہ بہتر جانتی ہے ——— ہاں مجھے کچھ کہنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ سے ہی نہیں، بلکہ گزشتہ ایک برس سے وہ لوگوں سے کہہ رہی ہے کہ میں نے بینا پے پروڈکشنز کو چھوڑ کر غلطی کی ہے۔ اور یہ میرے کاروبار کے منافی ہے۔ اس غلط پروپیگنڈے سے بینا پے پروڈکشنز کے مالکان ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابھی تک کوئی فنانسر نہیں مل سکا۔ اور فلم فلور پر نہیں جا سکی۔ کاروبار میں درجنوں قسم کی رقابتیں اور دشمنیاں چلتی ہیں۔ لیکن میرا سب سے بڑا کاروباری رقیب اور دشمن میری نا سمجھ بیوی ثابت ہو رہی

ہے۔ جو گھر میں بیٹھ کر فتوے صادر کر رہی ہے۔ اس سے بھی مطمئن نہ ہوئی تو اس نے اب یہ محاذ کھول دیا ہے کہ میری گھریلو زندگی تلخ ہے۔ میں گھر کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں نے ایک عورت سے تعلقات قائم کر لئے ہیں۔ جس عورت کو وہ جانتی نہیں۔ اسے دیکھا نہیں۔ جو محض اس کے تصور کی پیداوار ہے۔ اور اب اس نے تیسرا محاذ کھول لیا ہے۔ آج وہ آپ سے ایک ہزار روپیہ مانگنے گئی۔ اگر اس نے مانگنا ہی تھا تو بینا یا پرودگشنر سے مانگتی تا کہ میرا کاروباری وقار اور بھاکھ مٹی ہو جاتے۔ اور لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ آج میری بیوی کو گھر میں آٹا لانے کے لئے ایک ہزار روپیہ مانگنا پڑتا ہے۔ آج میں اس مقام پہ پہنچ گیا ہوں کہ میرے گھر میں ایک ہزار روپیہ بھی نہیں۔ اور خود کو دیوالیہ قرار دینے سے اس نے میری راہ مزید مشکل کر دی ہے ——— اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو ایک ہزار روپیہ مانگنے کی جگہ فرج فروخت کر دیتا، تا کہ کسی کو پتہ تو نہ چلتا ——— کاروبار کی کامیابی کی پہلی شرط پردہ ہے۔ جس تاجر کا پردہ ہی فاش ہو جائے، وہ مارکیٹ میں کتنی دیر بیٹھ سکتا ہے"۔ شنو نے مسکرا کر کہا۔

شنکر نے اس مسئلے کو اس نظریئے سے سوچا ہی نہ تھا۔ وہ ملازم پیشہ آدمی تھا۔ یکم کو تنخواہ مل جاتی تھی۔ لیکن اسے کیا خبر تھی کہ کاروبار کس طرح چلائے جاتے ہیں۔

اسی لمحہ فون کی گھنٹی بجی۔

"ریتا کا فون ہے۔" کہہ کر شنو نے فون اٹھایا۔ "یس ———"

"آپ دفتر میں بیٹھے ہیں۔"

"ہاں ———"

"اور کون ہے؟"

"بھیا ہیں۔"

"کھانے کا کیا پروگرام ہے؟"

"ہم دونوں بھائی باہر ہی کھالیں گے۔"

"اور اس کے بعد؟"

"میں گھر آرہا ہوں۔"

"دیکھئے زیادہ نہ پیجئے گا۔" رینا نے درخواست کی۔

"بہتر ——— کیا بچے سو گئے ہیں؟"

"جی ہاں! آپ کتنے بجے تک آجایئے گا؟"

"ابھی ساڑھے نو بجے ہیں ——— ساڑھے گیارہ تک۔"

فون بند ہو گیا۔ "کھانے کے لئے پوچھ رہی تھی۔ میں نے کہہ دیا ......"

"میں نے سن لیا ہے۔" شنکر نے مسکرا کر کہا "پھر میں رینا کو روپے دیدوں۔"

"اگر آپ فلم بنا رہے ہیں، اور وہ گیت گا رہی ہے، تو ایڈوانس کچھ کر دے دیجئے۔ ورنہ آپ کا رشتہ اجازت دیتا ہے کہ اگر اس نے مانگا ہے تو دیدیں۔"

"اور تم ———؟"

"میری بات چھوڑیئے!"

"لیکن کل تم رینا کو اذیت دو گے، کہ اس نے روپیہ مجھ سے کیوں مانگا۔"

"یقیناً ———"

"پھر میں نہیں دوں گا۔"

"آپ اس کے حق میں بہتر ہی کریں گے۔" شنو نے کہا۔

"اچھا اب پینا ختم کر دو۔"

"ابھی سے ـــــ ابھی تو بوتل میں نصف سے کم پڑی ہے۔"

"اب تم کتنی پی لیتے ہو؟"

"کبھی غور ہی نہیں کیا۔"

"رینا کہہ رہی تھی کہ ایک بار تمہاری نکسیر پھوٹی تھی۔ اور ایک بار تم غسل خانے میں بیہوش پائے گئے تھے۔ تم ڈاکٹر سے کیوں نہیں ملتے؟"

"ابھی ایسی کوئی بات نہیں۔" شنو نے آہستہ سے کہا۔

"اور جب بات بہت بگڑ جائے گی تب ملو گے۔ جانتے ہو ایک شرابی کی نکسیر نہیں پھوٹنا چاہیے۔ اور اسے غسل خانے میں بیہوش ہو کر نہیں گرنا چاہیے۔"

"جی ہاں ـــــ" کہہ کر شنو نے گلاس میں ڈبل پیگ ڈالا۔ برابر کا سوڈا ڈالا۔ اور ایک ہی جرعے میں گلاس خالی کر دیا۔

"میں تیار ہوں۔" کہہ کر شنو کھڑا ہو گیا۔

"میں بھی تیار ہوں۔" شنکر بھی کھڑا ہو گیا۔

ایئر کنڈیشنڈ بہترین ریستوران میں انہوں نے قیمتی کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد شنو نے شنکر کو اس کے فلیٹ کے قریب اتارا، اور گھر روانہ ہو گیا۔

اگلے روز جیسے ہی شنو دفتر کے لئے روانہ ہوا۔ رینا نے شنکر کو فون کیا۔

"کیا وہ دفتر چلا گیا ہے ؟"

"جی ہاں۔" ریتا نے بھاری آواز سے کہا۔ "رات انہوں نے کتنی مقدار میں پی تھی ؟"

"نصف بوتل۔"

"نصف بوتل۔" ریتا بڑبڑائی۔ "کھانا کھایا تھا انہوں نے ؟"

"ہاں، تھوڑا سا بھی!"

"آپ ان سے کب جدا ہوئے۔"

"سوا گیارہ بجے۔"

"لیکن گھر تو ایک بجے پہنچے۔ کیا آپ نے کار دفتر کے پاس ہی چھوڑ دی تھی ؟"

"نہیں ــــــ" شنکر نے کہا۔ "کار میں وہ مجھے میرے فلیٹ پر چھوڑ گیا تھا۔ کیا وہ گھر کار میں نہیں پہنچا ؟"

"نہیں! ٹیکسی میں آئے تھے۔ جیسے ان سے اٹھا نہیں جاتا تھا۔ وہ بیگ پینے کے بعد وہ اٹھنے کے قابل ہوئے۔ اس کا مطلب ہے آپ کو چھوڑ کر وہ کچی شراب پیتے رہے ہیں۔"

"آپ کیسے کہہ سکتی ہیں ؟"

"وہ رات جب آئے تھے، ان کے دل کی رفتار بہت تیز تھی۔ سانس لینا بھی دشوار تھا۔ اور یہ اس روز ہوتا ہے، جس روز وہ کچی شراب استعمال کرتے ہیں۔"

"آپ اسے ڈاکٹر کے ہاں کیوں نہیں لے جاتی ہیں ؟"

"وہ میرے کہنے پر کبھی نہ جائیں گے —— خیر رات کیا باتیں ہوئیں ہیں؟"

"کیا بھی میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا —— صرف ایک جملے میں ختم کر دوں گا۔ وہ حق بجانب ہے۔ اور آپ کو اس کی مدد کرنا چاہیئے۔"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں قصوروار ہوں" ریتا نے چڑ کر کہا۔

"میں نے یہ نہیں کہا۔ میں نے کہا ہے کہ اسے ان دنوں Morale Support کی ضرورت ہے۔ اور وہ آپ ہی دے سکتی ہیں۔"

"اور یہ کس روز کام آئے گی؟" ریتا نے جل کر کہا!

"وہ میں نہیں جانتا! لیکن اسے آپ کی ضرورت ہے۔"

"میں اب بھی کہتی ہوں کہ انہیں ممی کی ضرورت ہے۔"

"کیا بھی یہ آپ کی ضد ہے۔ اس کی صحت خراب ہو رہی ہے۔ شراب اسے نقصان پہنچا رہی ہے۔ اس کے دل پر جو غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ وہ انہیں شراب سے دھو رہا ہے۔ آپ اسے سنبھالئے۔ اسے Morale Support دیجئے۔ یہ بہت ضروری ہے۔" شنکر نے کہا

"میں جانتی تھی، آپ بھائی کا ساتھ دیں گے۔" کہہ کر ریتا نے غصے سے فون بند کر دیا۔

⁘

ریتا اور شنو کے بیچ جو خلیج پیدا ہو گئی تھی، وہ وسیع تو نہیں ہوئی البتہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

اس واقعہ کو گذرے ایک سال ہو گیا تھا۔ شنو ہر شام شراب کے نشے میں دھت گھر آتا، اور گھر آکر جب وہ دو ایک پیگ اور پیتا۔ تو اس کا سینہ دھونکنی بن جاتا۔ اسے سانس لینا دشوار ہو جاتا۔ ریتا اس منظر کی تاب نہ لا سکتی تھی۔ لیکن اسے منع کرنے کی جرأت کبھی نہ کرتی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے شنو موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ اس کی صحت بگڑتی جا رہی تھی۔ رات کا کھانا اس نے تقریباً بند کر دیا تھا۔ شراب سے تھک جاتا تو سو جاتا۔ اب تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ آخری پیگ ختم نہ کر سکتا، اور اسے سر کے پاس رکھ کر سو جاتا۔

اتوار کا دن تھا۔ چند ہی روز میں فلم فلور پر جا رہی تھی۔ شوٹنگ کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔

شنو نے حسب معمول اتوار کی وجہ سے صبح دس بجے ہی پینا شروع کر دیا۔ شام

کے پانچ بجے تک وہ پرن لوٹل ختم کر چکا تھا۔

"آپ تھوڑی دیر کے لیے سو جائیے" ربنا نے کہا۔

"مجھے نیند نہیں آرہی" شبو نے اداس لہجہ میں کہا۔

"ایک برس سے میں کچھ نہیں بولی۔ کیا آپ نے میرا قصور معاف کر دیا ہے؟"

"قصور ـــــ" شبو غرایا "قصور ـــــ خطائیں ـــــ میں کون ہوں معاف کرنے والا۔"

"آپ نے میری درجنوں غلطیوں کو خندہ پیشانی سے معاف کیا ہے۔ آپ اتنے بڑے ظرف کے مالک ہیں۔ میری درجنوں لغزشوں کو بھول سمجھا ہے۔ کیا اس بات کو آپ میری بھول سمجھ کر معاف نہ کر دیں گے؟"

"بھول ـــــ ربنا یہ بھول نہیں" شبو نے کہا۔

ربنا کا حوصلہ بڑھا۔ آج شبو لینے کے موڈ میں تھا۔ کاروبار کی حالت اچھی ہو گئی تھی۔ ایک ٹائم تو ہلکا ہو گیا تھا۔ اس لیے اب شبو کے اندر نفرت کی وہ شدت نہ رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں۔ میں قابل نفرت ہوں۔ میں نے زیادتی کی ہے ـــ لیکن میں قابل بخشش بھی تو ہوں۔"

"یہ اس لیے کہہ رہی ہو کہ میں نے تنہا لڑ کر میدان حاصل کر لیا ہے اور اب اچھے دن آرہے ہیں۔ اور تم ان اچھے دنوں میں شرکت کرنا چاہتی ہو۔ میں سب سمجھتا ہوں۔ سب جانتا ہوں۔"

"کیا میں نے آپ کے ساتھ افلاس نہیں کاٹا۔ کیا میرے چہرے پر شکن پیدا

ہوئی تھی۔" ریناؔ نے گلو گیر آواز میں کہا۔

"دیکھو رینا۔ ہم اس گھر میں ایک ہی چھت تلے اجنبی بن کر رہ رہے ہیں۔ میں تمہیں طلاق دے سکتا تھا۔ لیکن میں نے دیا نہیں۔ کیونکہ بچے راستے میں حائل تھے۔ ہم کبھی ایک نہ تھے۔ اور کبھی ایک نہ ہو سکیں گے۔ میں نے ہر ممکن طریقے سے تمہاری خطاؤں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جب مجھے تمہاری مدد کی ضرورت تھی۔ تمہارے خلوص اور ایثار کی ضرورت تھی۔ تم نے رہی سہی کسر پوری کر دی ——— تم نے میری راتوں کی نیند حرام کر دی۔ دن کا سکون چھین لیا۔ اور مجھے شرابی بنا ڈالا۔ اور اب یہ شراب مجھے ختم کر رہی ہے۔ اور مجھے ایک لمحے کے لیے غم نہیں ——— میں ناکام آدمی کی موت نہ مرنا چاہتا تھا۔ یہ فلم شروع ہو رہی ہے۔ اب لوگ مجھے کامیاب سمجھتے ہیں اس فلم کے دوران اگر میری موت ہو جائے تو مجھے کوئی غم نہیں۔"

"لیکن آپ مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتے؟"

"اس لیے کہ تم نے یہ معافی اس روز نہ مانگی، جب میں پریشان تھا۔ جب مجھے تمہاری مدد کی ضرورت تھی۔ جب میرا کاروبار تباہ ہو چکا تھا۔ اور اب تم معافی مانگ رہی ہو، تو مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ یہ مطلب پرستی اور خود غرضی کی بناء پر ہے۔ میں جانتا ہوں، میں نے اس گھر کو تباہ ہونے سے کس طرح بچایا ہے۔ ایک برس پہلے ہمارا شادی کا بندھن یا رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اگر شادی Collapse ہو گئی ہے تو گھر بچ جائے۔ اور یہ گھر اگر آج بچا ہوا ہے تو محض میری وجہ سے ہے اس گھر کی ایک ایک شے سے مجھے پیار ہے۔ میں نے یہ چیزیں محنت کی روزی سے بنائی ہیں۔ اگر یہ فروخت ہو جائیں تو میں جانتا ہوں، مجھے کتنا دکھ ہوتا۔"

"لیکن اب آپ مجھے معاف کر دیں۔" کہہ کر رینا اس کے پاس بیٹھنے لگی

"نہیں ـــــ" رنتو تڑپ کر پرے ہو گیا۔ "میرے پاس نہ بیٹھو۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

رینا سہم کر الگ ہو گئی۔

رنتو نے گلاس میں شراب انڈیلی۔

"اب بس کیجئے۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ بوتل ختم ہونے لگی ہے۔"

"میرے پاس ذرا دور رہیں۔"

ایک بوتل کا نشہ رنتو پر بری طرح حاوی تھا۔

رینا خاموش بیٹھی تھی۔

"تم ـــــ تم نے میرا اعتماد توڑ ڈالا۔" رنتو نے یوں کہا جیسے وہ دیوار و در سے باتیں کر رہا تھا۔ یا اس کے سامنے کوئی بہت بڑا مجمع تھا۔ جس کے سامنے تقریر کر رہا تھا۔

"تم نے میرا اعتماد توڑ ڈالا ـــــ اعتماد ـــــ شادی کسے کہتے ہیں ـــــ پیمان ـــــ وعدے ـــــ اور ـــــ اور عزت ـــــ اور اب یہ چیزیں کہاں ہیں ـــــ تم نے میرا سب کچھ چھین لیا ـــــ تم نے دیدی کو چھین لیا ـــــ وہ غریب تھی نا ـــــ مجھے پیار کرتی تھی نا ـــــ وہ مجھے ماں کا پیار دیتی تھی ـــــ جو مجھے ملا نہیں تھا۔ تم نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ اسے مجھ سے دور کر دیا ـــــ اور ان دنوں میں جب تم نے بھی میری پرواہ نہ کی۔ تو میں کسی کو اپنے دل کا دکھڑا نہ سنا سکا۔" کہہ کر رنتو رونے لگا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ساون بھادوں کی طرح بہہ رہے تھے۔ "تم نے ایک دیوی پر الزام لگایا ـــــ اس کے دامن پر کیچڑ پھینکا۔ اُسے اس کے خاوند کی نظروں سے گرا دیا ـــــ کیوں کیا تم نے

ایسا ـــــ اب میں ایک سال سے رو رہا ہوں ـــــ دکھی ہوں ـــــ لیکن اس زبیدی کو جا کر اپنا دکھ نہیں سنا سکتا۔ اس کی گود میں سر رکھ کر اس کے بیٹے کی طرح رو نہ سکا ـــــ اور یہ کیچڑ کس نے پھینکا ـــــ ؟ تم نے ـــــ جس کی زندگی کیچڑ ہی کیچڑ تھی ـــــ تم نے مجھ سے کلونت کو چھین لیا۔ جس نے مجھے اس وقت سہارا دیا جب میرا دنیا میں کوئی نہ تھا ـــــ جب بھائیوں اور بھاوجوں نے مجھے ٹھکرا دیا تھا ـــــ تو اس نے مجھے سہارا دیا ـــــ میرے آنسو پونچھے ـــــ تم نے مجھ سے اجیتے کو چھین لیا ـــــ تم نے مجھے ہر محفل میں بے عزت کیا ـــــ میرا مذاق اڑوایا ـــــ میری شہرت سے جلتی رہیں ـــــ

تیرہ برس میں تم نے اس گھر میں نفرت ہی نفرت پھیلائی ہے ـــــ ان دیواروں سے نفرت کی بو آتی ہے۔ اس فرش سے نفرت کی بو آتی ہے۔ میں نے اس گھر کو ان تھک محنت سے بنایا ـــــ لیکن اب میں اس گھر میں ہوش و حواس کی حالت میں داخل نہیں ہو سکتا ـــــ میں ہر شام نشے کی حالت میں اس گھر میں قدم رکھ سکتا ہوں۔ صبح میں سو رہا ہوتا ہوں، جب بچے سکول چلے جاتے ہیں ـــــ اور رات کو جب آتا ہوں تو وہ سو رہے ہوتے ہیں ـــــ میں بچوں سے مل نہیں سکتا۔ میں انہیں پیار نہیں کر سکتا ـــــ میں ان سے کھیل نہیں سکتا۔ اس لئے کہ اس گھر میں جو نفرت بکھری پڑی ہے، وہ مجھے مجبور کرتی ہے کہ جب میں اس گھر میں داخل ہوں تو نشے سے میری ٹانگیں لڑکھڑا رہی ہوں۔ تم نے میرے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ـــــ مجھے اذیت پہنچائی ـــــ قدم قدم پر میرا دل توڑا ـــــ مجھے زک پہنچائی ـــــ میرے خلاف پروپیگنڈہ کیا ـــــ میری مالی حالت کا بھانڈا پھوڑا ـــــ اور ہر بار

معافی مانگ کر دوسری بار کی زیادتی کی۔ لیکن میں کہاں تک معاف کرتا رہوں ــــــ تمہیں معاف کرتے کرتے، تمہاری لغزشوں اور خطاؤں پر پردہ ڈالتے ڈالتے میرے جسم پر لباس نہیں رہا ــــــ مجھے اب یہ بھی نہیں پتہ کہ میں زندہ ہوں ــــــ اگر زندہ ہوں تو کس کے لئے زندہ ہوں ــــــ مجھے اس زندگی سے کوئی پیار نہیں۔ مجھے موت سے کوئی خوف نہیں۔

یہ گھر میرا نہیں ــــــ باقی سب کا ہے ــــــ میں اس گھر میں مجرم کی طرح داخل ہوتا ہوں ــــــ کیا میری زندگی محض شراب بن کر نہیں رہ گئی ہے۔ کیا اس شہرت، عزت اور مقام کو تمہاری خاطر شراب میں ڈبو دوں ــــــ محض اس لئے کہ تم اپنے محبوب کو بھول نہیں سکی ہو ــــــ اور تم نے شادی کے رشتہ کو توڑ ڈالا ہے۔

میں جانتا ہوں یہ شراب نہیں ــــــ یہ زہر ہے۔ جو قطرہ قطرہ حلق سے نیچے اتر رہا ہے۔ یہ شراب میری موت ہے ــــــ یہ جانتے ہوئے بھی میں ان غموں کو بھولنے کی خاطر اسے پیتا ہوں۔ اس کے باوجود وہ غم بھول نہیں سکتا، جو تم نے پیدا کئے ہیں ــــــ میں مر رہا ہوں ــــــ یہ تم بھی جانتی ہو ــــــ اور تم دور کھڑی تماشہ دیکھ رہی ہو کہ میں کب مرتا ہوں۔"

"نہیں نہیں ــــــ مجھے سہاگ کی ضرورت ہے۔" رینا نے روتے ہوئے کہا۔

"سہاگ ــــــ کیسا سہاگ ــــــ کس کا سہاگ ــــــ تم ــــــ مجھے مار رہی ہو۔ مجھے آہستہ آہستہ ہلاک کر رہی ہو ــــــ لیکن یاد رکھو میری موت کے بعد تمہیں بھی سکھ نصیب نہ ہو گا۔ جو دکھ تم نے مجھے دیئے ہیں، قدرت تم سے انتقام لے گی۔"

"میرا خیال ہے آپ غسل کر لیں تو طبیعت سنبھل جائے گی۔" کہہ کر ریتا اس کے پاس گئی۔

"نہیں ــــ نہیں مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ میں جانتا ہوں تم مجھے مارنا چاہتی ہو لیکن میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں شہرت کے بام پر پہنچنا چاہتا ہوں۔" شو نے سمٹتے ہوئے کہا۔

ریتا سہم گئی۔ "اوہ بھگوان یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ میں آپ کی بیوی ہوں۔ بھلا میں آپ کو کیوں مارنے لگی۔" ریتا نے روتے ہوئے کہا۔

"نہیں ــــ نہیں ــــ مجھے ہاتھ نہ لگانا ــــ میں سب جانتا ہوں۔ تم مجھے مارنا چاہتی ہو۔ تمہارے پاس زہر کا انجکشن ہے۔"

"اف ــــ ہو ــــ بھگوان انہیں کیا ہو گیا ہے۔"

گھر میں نوکر اور بچے نہ تھے۔ ریتا گھبرا گئی۔ وہ رو رہی تھی۔

"کیا ڈاکٹر کو بلاؤں۔"

"نہیں! تم ڈاکٹر سے زہر دلوا دو گی۔"

ریتا نے منت سماجت کی۔ لیکن شو نے اسے اپنے جسم کو ہاتھ نہ لگانے دیا۔ اس نے دوسری بوتل نکالی اور آدھا گلاس بھر کر بیٹھے ہی پی گیا۔ پھر وہ فرش پر لیٹ گیا، اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ اور بڑبڑانے لگا۔ "تم مجھے مارنا چاہتی ہو ــــ تم مجھے مار رہی ہو ــــ تم مجھے مار دو گی۔"

ریتا بند رہ منٹ اسے تڑپتے ہوئے دیکھتی رہی۔ آخر اس نے اس کے قدموں کو ہاتھ لگایا، اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

شو ایک گھنٹہ تک مچھلی کی طرح تڑپتا رہا۔ پھر سو گیا۔ جیسے تمام تفکرات اور غم ختم ہو گئے

تھے۔

ریتا گھر سے نکلی تو اسے پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں جائے ــــــــ کس کی مدد حاصل کرے ــــــ شنکر کے ہاں وہ جانا نہ چاہتی تھی۔ وہ اس کا مذاق اڑائے گا۔ کسی رشتہ دار اور واقف کے ہاں جانا نہ چاہتی تھی۔ کیونکہ جانے سے بات اچھالی جاتی۔ احباب اور رشتہ دار مذاق اڑاتے۔

دنیا میں صرف دو ہستیاں تھیں، جو اب اس جھگڑے کو ختم کر سکتی تھیں۔ ایک دیدی دوسرا اچنے۔

دیدی کے ہاں وہ کس منہ سے جاتی۔ تیرہ برس ــــــ اس نے دیدی پہ تہمت لگائی تھی۔ دیدی آج بھی اس کی مدد کرتی۔ آج بھی شیو دیدی کے حکم کو ٹال نہ سکتا تھا۔ لیکن دیدی کے ہاں جانے سے اس کی انا کو ٹھیس پہنچتی تھی۔ اس کی غیرت نے گوارہ نہ کیا۔

جن لوگوں کو اس نے ٹھکرایا تھا، آج وہ انہی کی مدد کی طلب گار تھی۔ اس نے ایک بار زمانے اور رشتوں کا مذاق اڑایا تھا۔ اور اب زمانہ اور رشتے اس کی ہنسی اڑا رہے تھے۔

آخر ان تیرہ برسوں میں اس نے کس کو اپنا سمجھا تھا۔ یا بنایا تھا، جو آج اس کی مدد کرتے۔ آج بھی وہ مدد کے لئے نکلی تو سب لوگ شیو کے دوست یا رشتہ دار تھے۔

تو شنکر ــــــــ ؟

"نہیں ــــــــــ" اس نے فیصلہ کیا۔

"ڈیڈی ــــــــ؟"

"نہیں ــــــ کبھی نہیں" اس نے فیصلہ کیا۔

"رشتہ دار ـــــ؟"

"نہیں ـــــــ" شنو کسی کی بات سننے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ نہ ہی کوئی رشتہ دار اس قابل تھا کہ شنو پر دباؤ ڈال سکے۔

"پھر ــــــــ؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

"اچیجے ـــــــ!" اس کے دل نے جواب دیا۔

ان تیرہ برسوں میں اچیجے تین چار بار اپنی بیوی بچوں کے ساتھ ان کے گھر میں ٹھہرا تھا۔ اور اچیجے سے اس حادثے کے بعد کبھی ایسی بات نہ ہوئی تھی کہ اچیجے اس کا احترام نہ کرتا۔ لیکن اچیجے بھی تو شنو کا دوست تھا۔ وہ شنو کے دوست سے مدد کی طلب گار تھی، تو شنو سے ہی مدد کیوں نہ طلب کرے۔ لیکن اس وقت صرف اچیجے ہی اس کا فیصلہ کرا سکتا تھا۔

لیکن یہ ریتا کی زندگی کا سب سے بڑا دن تھا۔ جب اس نے مکمل طور پر شکست کھائی تھی۔ اس نے شنو کو انہی لوگوں سے چھینا تھا۔ تاکہ اپنا بنا لے۔ اور آج جب شنو کو اس نے کھو دیا تھا، تو ان لوگوں سے مدد کی طلب گار تھی، جنہیں اس نے اس قابل کبھی نہ سمجھا تھا۔

آج اس کی انا، ضد، اور وقار سب مٹی میں مل گئے تھے ـــــــ وہ سیدھی سٹیشن پر پہنچی۔ کلکتہ کی ایکسپریس گاڑی تیار کھڑی تھی۔ اس نے پرس دیکھا۔

اس نے ٹکٹ خریدا، اور گاڑی میں سوار ہو گئی۔

دو دن کے سفر سے اور وہ بھی تمام راستے بیٹھنے اور بیدار رہنے سے اس کا جسم چوبی تختہ بن گیا تھا۔ لیکن ان دو دنوں میں اسے موقع ملا تھا کہ وہ اپنے حالات کا جائزہ لے سکے۔

∴

نو بجے نوکر اور بچے گھر میں داخل ہوئے تو شو کو اس حالت میں دیکھ کر گھبرا گئے۔

"بے بی تم رری اور منے کو اُدھر لے جاؤ۔" نوکر نے ذہانت سے کام لیا۔ جب وہ چلے گئے تو اس نے شو کو اٹھا کر پلنگ پر لٹا دیا۔

بچّوں کو کھانا کھلا کر اس نے سلا دیا۔ لیکن ریتا کا کچھ پتہ نہ تھا۔ نوکر گیارہ بجے تک انتظار کرتا رہا۔ پھر دروازے کے پاس ہی سو گیا کہ اگر ریتا آئے تو فوراً دروازہ کھول دے۔

شو کی آنکھ کھلی تو اس کی سمجھ نہ آئی کہ وہ کہاں ہے۔ رات کے واقعات دھندلے دھندلے سے ابھرتے لیکن مکمل نہ ہو پاتے۔ اس نے اٹھ کر گھڑی دیکھی۔ ساڑھے چار بجے تھے۔

بچّے اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔ ریتا کا پلنگ خالی تھا۔ نوکر ڈرائنگ روم میں دروازے کے پاس پڑا تھا۔

شو نے گلاس میں وہسکی ڈالی، پانی ملایا ـــــ اور حلق سے نیچے اتار دی۔

وہسکی سے اس کا ذہن کام کرنے لگا۔ اور رات کے واقعات ایک ایک کر کے اجاگر ہوگئے اسے دھندلی سی تصویر نظر آئی کہ ریتا رو رہی تھی۔ پھر اس نے اس کے پاؤں کو ہاتھ لگایا تھا۔

"کیا ریتا گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے ؟" اس سوال سے شنو گھبرا گیا۔" لیکن کہاں ؟"

"دیدی ـــــ ؟"

"نہیں ـــــ "

"ابجے ـــــ ؟"

"نہیں ـــــ "

"شنکر ـــــ ؟"

اس نے نوکر کو جگایا۔" بہادر ـــــ میرے لئے کافی تیار کرو۔"

"جی ـــــ " کہتا ہوا بہادر ہڑبڑا کر اٹھا، اور باورچی خانہ میں چلا گیا۔

بہادر جب کافی بنا کر لایا تو شنو دوسرا پیگ پی چکا تھا۔

"رات تم کب آئے تھے۔ ؟"

بہادر نے تفصیل بیان کی۔

"اور بی بی جی گھر میں تھیں ؟"

"جی نہیں ـــــ "

"خیر تم روی اور کرن سے کہہ دینا کہ وہ دہلی گئی ہیں ـــــ اور دھنا تمہارے ساتھ اتنا ہلا ہوا ہے کہ وہ ممی کو یاد نہیں کرے گا۔"

"صاحب آپ بالکل فکر نہ کریں۔"

کرن، اور روی سکول چلے گئے۔ منا اس کے ساتھ کھیلتا رہا۔ اور تنو شراب کی بوتل خالی کرتا رہا۔

دوپہر کو بچے سکول سے لوٹے، تو سہمے ہوئے تھے۔ روی اس کے پاس آیا۔

"ڈیڈی ممی کہاں ہے؟"

"بیٹے وہ انکل کے پاس دہلی گئی ہے۔"

"کب آئے گی؟"

"چار روز بعد۔"

"مجھے کیوں نہیں لے گئی؟"

"وہاں کسی کی موت ہو گئی تھی۔ اور بچے ایسی جگہ نہیں جاتے۔"

روی اور کرن کچھ بھی سہمے سے رہے۔ انہوں نے کئی بار گھر میں جھگڑا ہوتے دیکھا تھا۔ اور کرن تو اب گیارہ برس کی تھی۔

بہادر نے بچوں کو کھانا کھلایا۔ تو تنو نشے کی حالت میں سو رہا تھا۔ کھانا کھا کر وہ سیدھا رمیش کے ہاں پہنچا۔

رمیش ان دنوں تنو کے بہت قریب تھا۔

"بہادر تم ——— ؟"

"جی ہاں ———" کہہ کر بہادر نے رات کا نقشہ بیان کیا۔ "اور بی بی جی کا پتہ نہیں۔ اور صاحب کل صبح سے متواتر شراب پی رہے ہیں۔ اس وقت سو رہے تھے۔ لیکن کل سے اب تک دو بوتل خالی کر چکے ہیں۔"

"تم چلو میں تمہارے سے پہلے پہنچتا ہوں۔" کہہ کر رمیش نے کار سٹارٹ کی اور

شنو کے ہاں پہنچا۔

شنو سو رہا تھا۔ رمیش بچّوں سے کھیلتا رہا۔ ایک گھنٹہ بعد شنو بیدار ہوا تو رمیش سے ملاقات ہوئی۔ اس کی آنکھیں شراب سے سرخ ہو رہی تھی۔

"تم اس وقت؟" شنو نے مسکرا کر پوچھا

"آپ کے دفتر فون کیا، پتہ چلا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ میں نے کہا پتہ کروں کیا بات ہے۔" رمیش نے آہستہ سے کہا۔

شنو نے بچّوں کو دوسرے کمرے میں بھیج دیا، اور خود گلاس بھرنے لگا۔

رمیش آداب اور اخلاق سے واقف تھا۔ وہ ہمیشہ اس انتظار میں رہتا تھا کہ شنو بات شروع کرے۔ اس نے خود کبھی ابتدا نہ کی تھی۔ حالانکہ شنو نے اسے کبھی رازداں نہ بنایا تھا۔ لیکن چند باتیں ایسی نمایاں ہوتی ہیں کہ ان سے ذی ہوش اور سمجھ دار آدمی اخذ کر لیتا ہے۔

"تمہارے پینے کے لئے کیا منگاؤں؟" شنو نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں!"

بات پھر ختم ہو گئی۔

"بھائی صاحب! آپ میرے دفتر کیوں نہیں چلتے۔" رمیش نے کہا۔

"نہیں!" شنو نے مسکرا کر کہا۔

دس منٹ مزید وہ خاموش بیٹھے رہے۔ رمیش سمجھتا تھا کہ شنو وہسکی کے سہارے سے غم کو غلط کر رہا تھا۔ اس کے دل میں جو بات تھی، وہ لب تک لانا نہ چاہتا تھا کیونکہ اس نے ہمیشہ اپنی تکالیف کو خود تک محدود رکھا تھا۔

"آخر رمیش کو ہی بولنا پڑا۔" دیدی کہاں ہے؟"

"میں جانتا تھا، کہ تم یہ جاننے آئے ہو۔" شنو مسکرا کر بولا۔" میں خود نہیں جانتا کہاں ہے۔"

"پھر میں پتہ کروں؟"

"تم کہاں پتہ کرو گے؟"

"بڑے بھائی صاحب کے ہاں۔"

"نہیں! وہ وہاں نہیں جائے گی۔ میں جانتا ہوں، غصے کی حالت میں بھی وہ اپنی انا کو نہیں چھوڑتی۔"

"میں ان سے پوچھوں گا نہیں! یونہی ملنے چلا جاؤں گا۔"

"عجلت کیا ہے۔ انتظار ——— انتظار ———" شنو نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن کہیں غصے میں وہ غلط قدم نہ اٹھا لیں۔"

"تمہارا مطلب خودکشی سے ہے۔"

رمیش خاموش رہا۔

"نہیں! وہ ایسا نہیں کرے گی۔ اس معاملے میں وہ بزدل ہے۔"

بات ختم ہو گئی۔ رمیش دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر اجازت لے کر چلا گیا۔ لیکن دو گھنٹے بعد پھر حاضر تھا۔

شنو بوتل خالی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ فرش پر ہی لیٹ گیا۔ رمیش اور نوکر نے اسے اٹھا کر پلنگ پر ڈال دیا۔

دوسرا دن بھی بیت گیا۔ رینا کی کوئی خبر نہ تھی۔ شنو شراب پیئے جا رہا تھا۔ رمیش

اپنی جگہ پریشان تھا۔ لیکن شنو کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھا سکتا تھا۔

"اب مجھے اجازت دیجئے۔" رمیش نے شام کے آٹھ بجے کہا۔ "میں پتہ کرتا ہوں۔"

"نہیں رمیش رک جاؤ ——— صبر ——— صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ اور اس بار ضبط کا سوال ہے۔ اگر ہم نے پہل کی تو اسے عادت پڑ جائے گی۔ اور وہ بار بار جائے گی۔ اس جھگڑے کا فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔"

رمیش خاموش ہو گیا۔ وہ عجیب مخمصے میں گرفتار تھا۔ بچے بظاہر کچھ نہ کہتے تھے لیکن سہمے سے تھے۔ اور ادھر شنو بے تحاشہ پی رہا تھا۔ تین دن میں وہ چار سے زائد بوتلیں ختم کر چکا تھا۔ رمیش جانتا تھا کہ شنو کی صحت بگڑ چکی ہے۔ وہ شنو کو منع نہ کر سکتا تھا۔ بہرصورت شب کے دس بجے تک وہ منت سماجت اور دلائل سے قائل کر سکا کہ ریتا کے متعلق پتہ کیا جائے۔

انہوں نے کار لی، اور شنکر کے ہاں پہنچے لیکن ریتا وہاں نہ تھی۔ شنکر نے پوچھا بھی کہ کیا بات ہے اشب کے اس پہر کیسے۔ لیکن شنو نے جواب نہ دیا۔ اور وہ چلے آئے۔

کار میں شنو نے مسکرا کر کہا۔ "بھائی صاحب نے بھانپ لیا ہے۔"

"شاید ———"

"خیر تم نے ضبط سے کام نہ لیا۔ میری چھٹی حس کہتی ہے کہ کل ہمیں خبر ضرور مل جائے گی۔"

"لیکن بھائی صاحب آج تیسرا روز ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" کہہ کر شنو نے وہسکی کا گھونٹ بھرا۔

رمیش خاموش ہو گیا۔ وہ خود کو مجرم سمجھنے لگا کہ اس نے کیوں مجبور کیا کہ وہ شنکر کے

ہاں پتہ کریں۔ جبکہ شو یقین رکھتا تھا کہ رینا وہاں کبھی نہ ہوگی۔

شب کے دو بجے ایجنٹ کا تار آیا۔

”رینا بھی پشیمان ہے۔ اسے معاف کر دو۔
تمہاری ہدایت کا انتظار ہے۔
ایجنٹ!“

اگلے روز صبح ہی صبح رمیش آیا تو شو نے تار پڑھا دیا۔

”تو میں تار دے دوں کہ واپس بھیج دو۔“

”نہیں! اب اسے وہاں پانچ سات روز رہنا چاہیئے! تاکہ جب وہ لوٹے تو لوگ یہی سمجھیں کہ وہ ملنے گئی تھی۔“

اسی ضمن میں تار دے دیا گیا۔ لیکن اگلی صبح رینا گھر میں تھی۔

اس حادثہ کو چھ ماہ گذر گئے۔

فلم ابتدائی مراحل سے گذر چکی تھی۔ شوٹنگ شیڈول بدلنا پڑا کیونکہ ہیرو یورپ چلا گیا تھا۔

ایک ماہ کوئی کام نہ تھا۔ متواتر ڈھائی برس پریشان اور تنگ۔ ہ دوسے شو تھک سا گیا تھا۔ ایک شام اس نے سامان تیار کیا، اور جہاز سے کلکتہ پہنچ گیا۔ سامان کے ساتھ وہ سیدھا اجے کے دفتر پہنچا۔

"تم ———" اجے اسے دیکھ کر کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ "بغیر اطلاع کئے۔"

"وہ میری عادت ہے۔" شو نے مسکرا کر کہا۔

"خیر بیٹھو! میں گھر پہ فون کر دیتا ہوں کہ تمہارا لنچ تیار کر دیں۔ لنچ کے بعد تم آرام کرنا اور میں چھ کی جگہ چار بجے چھٹی کر کے گھر پہنچ جاؤں گا۔" اجے نے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔" شو نے مسکرا کر کہا۔

اجے نے فون اٹھایا، اور ہدایت دے دی۔

"فلیٹ پرانا ہی ہے۔"

"تو یہی ـــــــ پہنچ جاؤ گے یا چپڑاسی ساتھ بھیج دوں۔"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔" کہہ کر شنو چلا گیا۔

شنو کی آنکھ کھلی تو کمرے میں اندھیرا تھا۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر دبیز پردے تھے۔ اور سارے فلیٹ میں ہو کا سناٹا تھا۔ کچھ دیر شنو چھت کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ پلنگ سے نکل آیا۔ اس نے منہ دھویا۔ بال درست کئے۔ اور ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔

اچنے صوفے پر بیٹھا کوئی رسالہ پڑھ رہا تھا۔

"نیند کیسی آئی؟" اچنے نے مسکرا کر پوچھا۔

"گھوڑے بیچ کر سویا ہوں۔" شنو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور سگرٹ سلگانے لگا۔

"تمہارا چہرہ نکھر آیا ہے۔ میرا خیال ہے، اس نیند اور آرام کی تمہیں سخت ضرورت تھی۔"

"ہاں! دن رات کی شوٹنگ نے تھکا ڈالا ہے۔"

"خیر! اب تم چار پانچ روز جی بھر کر سو لو۔"

"بھابھی اور بچے کہاں ہیں؟"

"میں نے انہیں بھجوا دیا ہے۔ آج وہ ایک رشتہ دار کے ہاں ٹھہریں گے۔"

"کیوں ـــــــ؟"

"میں آج کی شام صرف اپنے اور تمہارے لئے چاہتا ہوں۔" اچھے نے کہا

"شکریہ ——— لیکن وہ رہتے تو کیا حرج تھا"

"گھبراؤ نہیں کل صبح آجائیں گے۔"

"تمہارے ارادے تو ٹھیک ہیں؟" شو نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہ تم پر منحصر ہے۔" اچھے نے کہا۔

"ہمایاراں دوزخ ہمایاراں بہشت۔" شو نے جواب دیا۔

"کیا پینا چاہتے ہو۔ چائے یا کوفی ——— ابھی ساڑھے چھ بجے ہیں۔ اور رات ابھی نہیں اتری۔ ویسے بیئر پڑی ہے، اگر تم پسند کرو۔"

"بیئر ———" شو غرایا "میں اب بچہ نہیں ہوں۔"

"میں جانتا ہوں ——— لیکن ابھی ساڑھے چھ بجے ہیں۔ اور رات ابھی باقی ہے، بلکہ شروع ہی نہیں ہوئی۔"

"کیا تمام شب کا پروگرام ہے ——— جو فلیٹ خالی کرالیا ہے۔"

"یہ تم پر منحصر ہے۔"

"میں وسکی پی سکتا ہوں۔"

"روکتا کون ہے۔ سامنے کپ بورڈ سے نکال لو۔ اپنی پسند کی۔"

شو نے کپ بورڈ کھولا۔ وہاں سات آٹھ قسم کی بوتلیں پڑی تھیں۔ "تم نے بار بنا رکھا ہے۔"

"یہ کلکتہ ہے! اور یہاں شراب پر پابندی نہیں۔" یہ کہہ کر اچھے بھی کھڑا ہو گیا۔ اس نے فرج سے بیئر کی بوتل نکال لی۔

"تم وہسکی نہیں پیو گے۔"

"ابھی نہیں! نو بجے کے بعد۔" اجے نے کہا۔

دور شروع ہو گیا۔

اجے اپنے کاروبار ـــــ فیکٹری کے متعلق بتاتا رہا۔ شنو خاموشی سے سن رہا تھا۔ وہ فیکٹری کے متعلق کچھ نہ جانتا تھا۔

ساڑھے آٹھ بج گئے۔

"او ـــــ" اجے نے چونک کر کہا۔ "میں نے فریڈو میں نو بجے کا ڈنر بک کر رکھا ہے۔" کہہ کر وہ کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ "لیکن ٹھہرو ـــــ میں بھی کیا گدھا ہوں۔ شنو تمہیں میرے منہ پر تھپیڑ لگانا چاہیئے۔"

"کیوں ـــــ؟" شنو نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"لوگ وہسکی پی کر نہیں بہکتے! اور میں بیئر پی کر بہک گیا ہوں۔ بھلا تمہیں فیکٹریوں، کوٹے، امپورٹ ایکسپورٹ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں تمہیں دو گھنٹے سے بور کر رہا ہوں۔ اور تم بہرے کی طرح سنتے رہے ہو۔ تم نے بھی مجھے ٹوکا نہیں۔"

"لیکن یہ باتیں دلچسپ تھیں۔"

"ٹھیک ـــــ" اجے نے کہا۔ "خیر میں سب سے پہلے ٹیبل کینسل کرتا ہوں۔ آج ہم کسی پابندی کا احترام نہیں کریں گے۔ پئیں گے ـــــ اور اتنی پئیں گے کہ بہک سکیں ـــــ پھر کسی بھی ریستوران میں کھانا کھا لیں گے۔ دس بجے ـــــ گیارہ بجے ـــــ بارہ بجے ـــــ"

اجے نے فریڈو کا ڈنر کینسل کر دیا۔ اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ میں کتنا بڑا گدھا ہوں۔"

"ایسا تو نہیں ہو۔" شنو نے مسکرا کر کہا۔

"خیر! فیکٹریوں کی باتیں کر کے تمہیں بور کر رہا تھا۔ اچھا یہ بتاؤ تمہارے کاروبار کا کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ہے۔" شنو نے کہا۔

"وہ میں جانتا ہوں۔ جہاں تک کاروبار کا تعلق ہے تم اسے سنبھال سکتے ہو۔ ویسے ایک بار میرے بھی جی میں آئی تھی کہ کچھ روپیہ تمہارے کاروبار میں لگا دوں۔"

"کیا اتنا اعتماد ہے مجھ پر؟"

"کیوں نہیں! آخر یہ سب کچھ تم نے اپنی محنت سے بنایا ہے۔ اور کاروبار کے بنیادی نقطہ کو سمجھتے ہو۔"

"وہ کیا ہے۔ میں نے تو کبھی خیال ہی نہیں کیا۔"

"جو شخص اپنے پیسے سے یا رشتہ دار اور دوستوں کے پیسے سے کاروبار شروع کرتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ کاروبار کا مطلب ہے کہ دوسروں کی جیب سے نکالا جائے۔ جب دوسروں کے پیسے سے کاروبار شروع کیا جائے تو بنیادی طور پر پہلی کامیابی تو ہو ہی گئی کہ دوسروں کی جیب سے پیسہ نکال لیا۔" اجے نے روشنی ڈالی۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن بنیادی طور پر میں آرٹسٹ ہوں۔"

"اور یہ کامیابی کی دوسری نشانی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آرٹسٹ تاجر نہیں بن سکتا۔" اجے نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن فلم لائن میں سب آرٹسٹ تاجر ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ لیکن کامیاب کتنے ہیں۔ یہ بھی سوچنا پڑتا ہے۔"

"تم جو کہنا چاہتے ہو، وہ کہہ کیوں نہیں دیتے۔" رشو نے مسکرا کر کہا۔

"میرا خیال ہے تم شروع کرو گے۔"

"نہیں۔"

"بہتر۔" اچیتے نے مسکرا کر کہا۔ "تم ایک کامیاب آدمی ہو۔ سب کچھ تم نے اپنی محنت مشقت سے بنا لیا ہے۔ تم ذہین ہو۔ اور آج تمہارے پاس شہرت اور دولت ہے۔"

"دولت نہیں۔"

"کاروبار کا زندہ رہنا اس امر کا ضامن ہے کہ دولت بکھری ہوئی ہے۔ اور کسی روز تمہارے ہاتھ میں ہوگی۔ اسے بھی دولت ہی کہتے ہیں۔" اچیتے نے کہا۔

"ویسے بیوی بھی ہے۔ اور بچے بھی ہیں۔ اور گھر بھی ہے۔" رشو نے طنز استعمال کیا۔

"میں ادھر ہی آ رہا ہوں۔ دولت اور شہرت کے بعد آدمی کی گھریلو زندگی کامیاب ہونا چاہیئے۔ ورنہ یہ دولت اور شہرت کس کام کی۔ اور چھ ماہ گذرے ریتا یہاں آئی تھی۔" اچیتے نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔"

"ریتا سے کچھ باتیں ہوئیں۔ کچھ سمجھ سکا، کچھ سمجھ نہیں سکا ——— خیر سب سے پہلے میں اس بات کی معافی چاہتا ہوں کہ میں نے اسے پناہ دی۔"

"یہ تمہاری سمجھ پر ہے۔ اس کے لئے میں کچھ نہ کہوں گا۔ وہ تین کپڑوں میں آئی تھی، اور انہی تین کپڑوں میں لوٹ گئی تھی۔"

"تمہارا اگلا حق بجانب! لیکن تمہارے جیسے ضدی آدمی کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ میں

چھ گھنٹے سوچتا رہا۔ جب وہ دفتر میں پہنچی، تو میں اس کے لباس سے ہی بھانپ گیا تھا کہ وہ عام حالات میں یہاں نہیں آئی۔ تمہارا کوئی خط نہیں تھا۔ اور نہ اس نے اپنی آمد کی اطلاع دی تھی۔ پھر دو شب اور ایک دن کے سفر نے لباس کی جو حالت بنائی تھی بنائی۔ میں اسے اس حالت میں گھر لے جاتا تو تمہاری بھابی کو پتہ چل جاتا۔"

"اور اسے آج تک خبر نہیں!"

"بالکل۔"

"شکریہ!"

"شکریہ کی بات نہیں، دوست تم میرے ہو، میری بیوی کے نہیں، میری بیوی اچھی ہے یا بری اس کا سوال نہیں، لیکن عورتیں باتونی ہوتی ہیں۔ اور وہ مرگ کے ذکر میں بھی مرنے والے سے ہمدردی کرتے ہوئے اس کو ننگا کر دیں گی۔ اور اس کی اچھائیوں کے ساتھ برائیاں بھی بتا دیں گی۔" اجے نے کہا۔

"ایک اور شکریہ۔"

"اچھا! لیکن میں نہیں جانتا تم کہاں تک آج کی شام شکریہ ادا کرتے رہو گے۔"

"کیا تم میرا تجزیہ کر رہے ہو؟"

"یقیناً۔"

"تو کہاں سے شروع کروں؟"

"پہلے میں ریتا کی تصویر پیش کروں گا۔ پھر تمہاری سنوں گا۔ اس کے بعد اپنا تجزیہ پیش کروں گا۔ جو کڑوا ضرور ہو گا۔ لیکن ذرا سمجھ کر پی لینا۔"

"میں تیار ہوں۔" ششو نے گلاس خالی کرتے ہوئے کہا۔

"سب سے پہلے یہ بتاؤ سمی کون ہے؟"

"اس کی کوئی اہمیت نہیں۔"

"ٹھیک! اسے میں جاننا چاہتا ہوں۔ کیونکہ شادی شدہ آدمی اور تمہارے جیسے شہرت یافتہ آدمی کو غیر عورت کے ساتھ سوچا نا چاہیئے، لیکن اس کے ساتھ جذباتی رشتہ پیدا نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے باوجود میں سمی کے متعلق مزید جاننا چاہتا ہوں۔ تاکہ حالات کا تجزیہ کرسکوں۔"

"سمی ایک عجیب لڑکی ہے۔ میرے دکھ کو سمجھتی ہے۔"

"اور تم نے اسے اس قابل بنالیا کہ اس کے ساتھ دکھ سکھ کی باتیں کرو۔ مجھے تو یقین نہیں آتا کہ تم کسی کو اپنا دکھ بتاؤ۔" اجیت نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن فرار کے لئے چند گھنٹے اس کی صحبت میں گذر سکتے ہیں۔"

"اپنا دکھ بتائے بغیر؟"

"یقیناً ــــــ"

"تو میرا تجزیہ ٹھیک ہے۔"

"نہیں ٹھیک تو میں دلیل سے ٹھیک کر دیتا ہوں۔" رشو نے کہا۔

"میں سن رہا ہوں۔"

"فرض کرلیں، سمی میری زندگی میں کوئی مقام رکھتی ہے۔ یا پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے ــــــ واضح رہے میں نے لفظ فرض کیا کہا ہے۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"اس فرض کرنے کے بعد ــــــ صرف ایک جملے میں بات ختم کر دیتا ہوں۔

وہ ہے ـــــــ کہ کیا وہ مسئلہ تھی؟"

"ریتا نے کیوں سمجھا؟"

"اس کی سمجھ کو میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔ اگر ریتا کو شکایت تھی تو چند ماہ خاموش نہ رہ سکتی تھی۔ کاروباری پریشانیوں میں اضافہ کرنے کے لئے اسے وہی دن ملے تھے۔ ایک دلیل اور دے سکتا ہوں۔" شو نے کہا۔

"میں سن رہا ہوں۔"

"میں نے ریتا کی سینکڑوں خطاؤں کو معاف کیا ہے۔ اگر یہ میری لغزش ہی تھی تو کیا وہ میری ایک لغزش نہ معاف کر سکتی تھی؟"

"دلیل پرزور اور پر معنی ہے۔ لہٰذا میں تمہارے اس گھریلو جھگڑے سے بحث کو خارج کرتا ہوں۔" اس نے ایک جج کی طرح کہا۔ جو بیانات قلمبند کر رہا ہو اور غیر متعلقہ بیانات کو خارج کر سکتا ہو۔ "ہاں تو ریتا یہاں آئی ـــــــ اور اس نے سب سے زیادہ زور جس پر دیا۔ جسے میں نے کوئی اہمیت نہ دی تھی۔ کیونکہ میں تمہیں اٹھارہ برس سے جانتا ہوں۔ لیکن اس کے کچھ گلے میں سمجھ نہیں سکا۔ ان پر تم روشنی ڈالو گے تو سمجھ سکوں گا۔"

"مثلاً ـــــــ"

"تم اسے گھر کے اخراجات کے لئے معقول رقم نہیں دے رہے ہو۔"

"تمہارا کیا جواب ہے۔"

"میں نہیں جانتا! البتہ جو جواب میں نے دیا تھا، وہ بتا دیتا ہوں۔"

"کہو ـــــــ"

"میں نے جواب دیا تھا، شو ملازم نہیں۔ اس کی آمدن متعین نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"اور اسے شکایت تھی کہ شراب بہت پینے لگے ہو۔"

"میں جواب نہیں دوں گا۔"

"خیر! وہ تمہاری شراب سے زیادہ تمہاری صحت کے لئے فکرمند ہے۔ وہ کہتی تھی کہ ایک بار غسلخانے میں بیہوش پائے گئے۔ اور ایک بار تمہاری نکسیر پھوٹی تھی۔ یہ اس نے دیکھا ہے اور جو نہیں دیکھا اس کے لئے وہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"ڈاکٹر اس ملک میں ابھی رہتے ہیں۔ یہ اس کے فکر کرنے کی بات نہیں۔" شنو نے لنفسے سے ہونٹ کاٹے۔

"او کے۔" اجے نے گلاس خالی کر دیا۔ "باقی باتیں معنی نہ رکھتی تھیں۔"

"اس اختصار کے لئے شکریہ۔"

"اب تم سناؤ۔"

"میں جانتا تھا کہ وہ شادی سے پہلے ایک حرامزادے سے عشق کرتی تھی۔ اور بڑی بات نہیں کہ اس کے جسمانی تعلقات بھی ہوں۔ لیکن شادی کے بعد میں نے اس کے سوا کسی کو پیار نہیں کیا۔ پھر اس نے میرے پیار کی ہتک کیوں کی۔ مجھے شک تھا کہ وہ شادی کے بعد بھی اس حرامزادے سے ملتی رہی ہے۔ اور بڑے فخر سے اس نے مجھے اس سے ملوایا۔"

"یہ جرأت۔" اجے نے پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔ "لیکن تم نے کہا ہے کہ تمہیں شک ہے۔ ریتا کا کیا بیان ہے۔"

"اس کا بیان کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے ملوایا نہیں گیا بلکہ میں نے وہ چوری پکڑ لی تھی۔ اور کسی بھی چور نے تسلیم کیا ہے کہ اس نے چوری کی تھی۔"

"کبھی نہیں۔"

"وہ کہتی ہے کہ یہ اتفاق ہے۔ لیکن شہر کی ہزاروں دوکانوں کو چھوڑ کر وہ جس دوکان میں داخل ہوئی وہ وہاں ڈیڑھ روپے کا سیلزمین ہے۔"

"ڈیڑھ سو روپے ماہوار کا سیلزمین ـــــــ جو فخر سے سنائے گا کہ میں اس شخص کی بیوی سے تعلقات رکھتا ہوں، یا وہ میری محبوبہ رہی ہے۔ جس کا خاوند آج لکھ پتی ہے۔ اور جسے لاکھوں لوگ جانتے ہیں۔" ابجتے نے کہا۔

"بس یہی بات میری موت ہے۔ اس نے میری عزت، نام، ناموس، شہرت، گھریلو زندگی اور بچے ـــــ سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے۔ جو آدمی روز شراب پیتا ہو، وہ دن میں کبھی شراب کا ذکر نہیں کرتا۔ جو سال میں ایک آدھ بار پیتا ہو، وہ اس کی کہانی بیس بار سنائے گا۔ میں اور تم فرشتے نہیں! ہم نے شادی سے پہلے درجنوں لڑکیوں کی ساڑھیاں اتاری ہیں۔ لیکن ہم کبھی ان کا ذکر نہیں کرتے۔ اور جس ڈیڑھ سو روپے ماہوار کے سیلزمین کی زندگی میں ایک لڑکی آئی ہو۔ اور آج وہ ایک نامور انسان کی بیوی ہو، تو بڑی بات نہیں کہ کسی روز کسی اخبار کے نمائندے کو بیان دے ڈالے۔ ریتا نے ایک بار بھی نہ سوچا کہ وہ مجھے بلیک میل کر سکتا ہے۔ میری عزت، نام، ناموس سب خطرے میں ہو سکتے ہیں۔ سب مٹی میں مل سکتے ہیں۔ اگر شادی کے بعد وہ اس سے نہ ملتی۔ تو وہ دہشت کی وجہ سے زبان نہ کھولتا۔ اور اس نے اس روز ایسی ذلیل حرکت کی کہ میں بل کھا کر رہ گیا۔"

"وہ کیا؟"

"شاپنگ کے بعد اس نے کاؤنٹر پر بل ادا کیا۔ اور مصلحتاً آٹھ آنے کا سکہ کاؤنٹر پر چھوڑ آئی۔ وہ سیلزمین اسے باہر کار میں دینے آیا۔ تاکہ وہ کار کا نمبر بھی پڑھ لے۔" بشو نے غصے

سے سرخ ہو کر کہا۔

"اس کا علاج کیا سوچا؟"

"اس کا علاج خاموشی ہے۔ میں ان بیوقوفوں میں سے نہیں، جو بیوی کے محبوب سے لڑ پڑتے ہیں۔ میں بیوی کا سر قلم کروں گا۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"اوّل تو میری شہرت ہی کافی ہے، اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو میں دولت کا سہارا لے کر اس بیلزبین کی بیوی کو بیوہ بنا کر یا بونا کر، اسے چکلے پر بٹھا سکتا ہوں۔ لیکن ریتا سمجھ جائے گی کہ یہ میں نے کیا ہے۔ یا کرایا ہے۔"

"درست ـــــــ خاموشی سب سے بہتر شے ہے۔"

"اور یہ سب کچھ ان دنوں میں ہوا جب میں کاروبار کے لئے دن رات پریشان رہتا تھا۔ میری پریشانیوں میں اضافہ کرنے کے لئے مجھے اس نے اس حرامزادے سے ملوا دیا۔ تاکہ میں راتوں کو بالکل نہ سو سکوں۔ تاکہ میرے ذہن پر ہتھوڑے برستے رہیں کہ میری بیوی بیوفا ہے۔ اس پر بھی اس کی تسلی نہ ہوئی تو اس نے پروپیگنڈا شروع کیا کہ میں کاروبار اور مصلحت کو نہیں جانتا۔ میں نے ایک پروڈیوسر سے الگ ہو کر غلطی کی۔ پھر اس نے بڑے بھائی صاحب سے ایک ہزار روپیہ مانگا۔"

"او میرے خدا ـــــــ اگر اسے مانگنا ہی تھا تو دس بیس ہزار مانگتی، تاکہ لوگ یہ سمجھتے کہ اسے کسی کاروبار کے لئے درکار ہے۔ ایک ہزار کا مطلب تو ہے کہ گھر میں آٹا نہیں ہے۔"

اس نے غصّے سے ہونٹ کاٹے۔

"بالکل ـــــــ" کہہ کر شیو نے جنون کے تحت گلاس ایک ہی جرعے میں خالی

کر دیا۔

"اب تم نے کیا سوچا ہے ؟"

"کس کے لئے ؟"

"گھر ــــــ یا ریتا کے لئے۔"

"طلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کرن اب بارہ برس سے زائد کی ہے۔ کل سکول میں لڑکیاں پریشان کریں گی ــــ آخر بات تو چھپا نہ رہے گا۔ کرن کو اگر اس عمر میں ایسی باتوں کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے معصوم ذہن پر برا اثر پڑے گا۔"

"میں اتفاق کرتا ہوں۔"

"اس کے علاوہ وہ حرامزادہ اسے ڈیڑھ سو روپے ماہوار میں کیا کھلائے گا۔ اور اپنے بچوں کو کیا کھلائے گا۔"

"اور اب تم نے کیا سوچا ہے ؟"

"میرے سوچنے کے لئے رہ ہی کیا گیا ہے۔ میں نے ریتا سے کہا تھا کہ ہماری شادی تو ناکام ہو گئی ہے۔ بھگوان کے لئے گھر نہ تباہ کرو۔ اس گھر کو میں نے ان تھک محنت اور مشقت کے بعد بنایا ہے۔ تین معصوم بچے ہیں ان کی زندگی اور مستقبل کا سوال ہے۔"

"ٹھیک کہا تم نے ــــ اور ریتا کا کیا جواب ہے ؟"

"کوئی تعاون نہیں ــــ اسے گھر سے ہمدردی نہیں، پیار نہیں۔ اس نے اس گھر کی کوئی شے نہیں بنائی ــــ کبھی کوئی قیمتی چیز نہیں خریدی۔ اس نے ذہنی طور پر اس حرامزادے سے نباہ کیا ہے۔ کبھی تین چار روپے گز سے زائد کا کپڑا نہیں خریدا۔ کیونکہ اگر وہ اس سے شادی کرتی، تو وہ اس سے زیادہ قیمت کا خرید نہ سکتا تھا۔ گھر میں قیمتی چیز اس لئے

نہیں خریدی، کیونکہ اس حرامزادے کے گھر میں نہیں۔ وہ اس آرام اور آسائش میں رہتے ہوئے بھی ذہنی طور پر اس کی غربت اور افلاس سے پناہ کرتی رہی ہے۔ بڑی بات نہیں کہ اس کے گھر بھی جاتی ہو۔ اور اسے مالی مدد بھی دیتی ہو۔" شنو کہہ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

"لیکن اس کا انجام کیا ہوگا؟"

"شیلے ———"

"میں سمجھا نہیں۔"

"شیلے کہتا ہے Spread my dead Thoughts on The Universe like withered leaves to quicken my rebirth."

آج میں سمجھ سکا ہوں کہ لوگ خودکشی کیوں کرتے ہیں۔ خودکشی بزدلی نہیں، بلکہ ایک جنم میں ہارنے کے بعد دوسرے جنم کو سنوارنے کی تیاری۔"

"اگر دوسرا جنم بھی نہ سنورا۔؟"

"نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایک جنم کا قرضہ اوّل تو اسی جنم میں ادا ہو جاتا ہے۔ ورنہ دوسرے جنم میں ——— تیسرے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ——— کبھی کبھی میں سوچتا ہوں ششی بزدل تھی۔ جس نے سہاگ رات کو خودکشی کرلی۔ کیونکہ وہ مجھے پا نہ سکی۔ اور آج وہ زندہ ہوتی تو میں اسے بتاتا کہ مرنا آسان ہے اور مردوں کی طرح زندہ رہنا کتنا مشکل ہے۔ اس کا تو ایک ارمان ہی مرا تھا۔ میں تو آج سینکڑوں ارمان، آرزوئیں، خواہشات کے جنازے اٹھائے پھر رہا ہوں۔ کتنی امیدوں کی لاش میرے کمزور کندھوں پر ہے۔" شنو نے جذباتی لہجہ میں کہا۔

"لیکن انجام ——— ؟"

"ہاں میں وہی کہنے جا رہا تھا کہ اب دوسرا جنم ہی میری زندگی بن سکتا ہے۔ اور میں تین چار برس سے زیادہ زندہ نہ رہوں گا۔"

"لیکن کیوں! ریتا جیسی عورت کے لئے تم دولت، شہرت اور بچے ٹھکرا رہے ہو۔ یہ پاگل پن ہے۔"

"نہیں! اجے نہیں! یہ پاگل پن نہیں۔ اس کے دو فائدے ہیں ——— ایک تو یہ ہے کہ بچے تاعمر یہ سمجھیں گے کہ میں شرابی تھا۔ اور شراب نے مجھے مارا ہے۔ انہیں کبھی پتہ نہ چلے گا میرا قاتل یا قاتلہ میری بیوی ہے ——— دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ریتا تاعمر اس آگ میں جلے گی، جس میں اس نے مجھے جلانے کی کوشش کی ہے۔ جانتے ہو جس گھر کو میں نے برسوں کی تنگ ودو سے بنایا ہے۔ وہاں اب نفرت کی آگ کے سوا کچھ نہیں۔ میں اس گھر میں شام کو ہوش و حواس کی حالت میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

"شو ———"

"کہو ———"

"پہلی بات تو یہ غلط ہے کہ تم چار برس میں ختم ہو جاؤ گے۔ اگر ڈاکٹروں نے کہا ہے، تو میں ماننے کو تیار نہیں۔ دل کے مریض ضرورت سے زیادہ زندہ رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ باخبر ہو جاتے ہیں اور احتیاط شروع کر دیتے ہیں۔ وہ احتیاط انہیں دیر تک زندہ رکھتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمہیں مرنا نہیں چاہیئے۔" اجے نے کہا۔

"تمہاری پہلی بات کا جواب ہے کہ ڈاکٹروں کے کہنے سے نہیں مر رہا ہوں۔ میں خود مر رہا ہوں۔ میں نے خود کھائی ہے۔ میرے اس جواب میں تمہاری دوسری بات کا جواب

پوشیدہ ہے۔"

"نہیں!" کہہ کر اچیے کھڑا ہو گیا۔ "میں یہ نہیں کہتا کہ تم نے اگر مرنے کی ٹھان ہی لی ہے تو ارادہ بدل ڈالو۔ لیکن مجھے صرف دو باتیں کہنا ہیں۔"

"کہو ——"

"چار برس میں تم خود کو ختم کر رہے ہو؟"

"ہاں ——"

"آٹھ برس میں کیوں نہیں؟"

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"پہلے تم فیصلہ کر لو۔"

"وجہ جاننے کے بعد۔" شو نے کہا۔

"کرن بارہ برس کی ہے۔"

"ہاں ——"

"آٹھ برس بعد وہ بیس برس کی ہو گی۔ اور ہم اس کی شادی کر دیں گے۔ اسے زیادہ تعلیم نہ دلوائیں گے۔ اور جیسے ہی اس کی شادی ہوتی ہے، تم ریتا کو طلاق دے دینا۔"

شو سوچنے لگا۔

"کوئی زیادہ گہری بات نہیں کہی میں نے۔ یہ صرف کرم کا فلسفہ ہے۔ اور میں نے اسے خوب پڑھا ہے۔ تمہارے مرنے سے ریتا کو آزادی ملتی ہے۔ اور جو تم چاہتے ہو وہ نہ ہو گا۔ ریتا تمہاری موت کے بعد سنبھلے گی نہیں۔ اس لئے کرن پر اثر پڑے گا۔ تم کرن کی شادی اپنے ہاتھوں سے کرو۔"

"وہ تم بھی کر سکتے ہو۔ تم میرے بعد اس کی نگرانی کر سکتے ہو۔ بلکہ میں وصیت میں لکھ دوں گا کہ وہ یہاں رہے۔"

"اس اعتماد کے لئے شکریہ! میں یہ فرض نبھانے کو تیار ہوں۔ لیکن میری دوسری بات سننے کے بعد فیصلہ دینا۔"

"کہو ــــــ"

"رمی کی کیا عمر ہے؟"

"ستائیس برس۔"

"ہوں! میرا بھی یہی خیال ــــــ اور جب ریتا نے کہا تھا، تو میں نے فوراً اسے ذہن سے خارج کر دیا تھا۔"

"تمہارے ذہن میں ہے کیا؟"

"کہہ تو رہا ہوں! دیکھو شو ــــــ کرم کا فلسفہ اور آواگمن یا عمل تناسخ کے چکر میں ہم سب پھنسے ہوئے ہیں۔ تم نے شنتی کا دل توڑا۔ اور ریتا نے تمہارا دل توڑا۔ حساب بے باق ــــــ لیکن تمہیں اس زندگی میں بھی سکون ملے گا۔ اور یقیناً ملنا چاہیئے۔ کیونکہ تم نے دکھ دیا۔ اور دکھ پا لیا ــــــ حساب بیباق ــــــ پھر اس جنم کا سکھ کہاں ہے۔ تمہیں ماں کا سکھ نہیں ملا ــــــ بھائیوں اور بہنوں کا نہیں ملا۔ دوستوں سے نہیں ملا۔ پھر تمہارے اس جنم کا سکھ ہے کہاں؟"

"میری موت میں۔"

"نہیں! یہی تو تمہاری بھول ہے۔"

"پھر ــــــ مجھے کون سکھ دے گا؟"

"ششی ــــــ"

"ششی ــــــ" کہہ کر شو کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ "ایک مردہ مجھے کیا سکھ دے گا۔ جس کی وجہ سے میں نے سینکڑوں دکھ پائے ہیں۔"

"شو تم ہنس رہے ہو اور میں سنجیدہ ہوں۔"

"میں جانتا ہوں! پہلے فیصلہ کر لو کہ ہم دونوں میں سے زیادہ کس نے پی ہے؟"

"میں نے اور میں بہک گیا ہوں۔" اجیت نے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔

شو اس سنجیدہ لہجہ پر سنبھل گیا۔

"ہاں شو میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ تمہیں ششی سکھ دے گی۔"

"لیکن وہ مر چکی ہے۔"

"نہیں وہ زندہ ہے۔"

"پاگل ہو۔"

"میں پاگل نہیں۔"

"تو سالے تمہارے گھر میں چھپی ہے۔"

"بڑی بات نہیں کہ میرے ہی گھر میں ہو۔ تم سنتے کیوں نہیں! میں تمہیں کرم کا فلسفہ سمجھا رہا تھا۔ میں بتا رہا تھا کہ تم نے ششی کو دکھ دیا، اور ریتا نے تمہیں۔ حساب بے باق لیکن اس جنم کا سکھ کہاں ہے۔ تمہارے حصے جو اس جنم میں سکھ تھا۔ وہ کہاں کھو گیا۔ یہ بتاؤ ششی کو مرے کتنے برس ہو گئے ہیں؟"

"میں اب اڑتیس برس کا ہوں۔ میری شادی چودہ برس پرانی ہے۔ اور وہ شادی سے تین برس پہلے مری تھی۔"

"جب تم اکیس برس کے تھے۔" اچنے نے حساب لگایا۔

"درست ——"

"یعنی اسے مرے سترہ برس ہو گئے ہیں —— اور وہ کبھی نہیں مری۔ وہ ہمیشہ زندہ تھی۔ تمہیں جب بھی ریتا نے دکھ پہنچایا کیا تم نے نہیں سوچا کہ کاش ششی زندہ ہوتی؟"

"ہر بار ——"

"پھر مردوں سے کبھی کوئی توقع رکھتا ہے؟"

"نہیں ——"

"تو میرا فلسفہ ٹھیک ہے۔ تم غیر شعوری طور پر مردے سے مدد مانگتے رہے۔ اور وہ مردہ نہ تھی۔ بلکہ زندہ تھی۔ اور جب تمہارے دکھ کا پیمانہ لبریز ہو جائے گا، تو وہ تمہارے پاس آجائے گی۔"

"کہاں سے؟"

"اپنے گھر سے۔ دیکھو شوبیں شراب کے نشے میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں فلسفۂ حیات آتما گمن اور کرم کا فلسفہ سمجھا رہا ہوں۔ تم نے ابھی کہا ہے اکہ شیلے کہتا ہے، کہ میرے دوسرے جسم کو جلد لانے کے لئے، میرے مردہ جذبات کو منتشر کر دو۔ تمہیں کیوں یقین ہے کہ تمہیں فوراً ہی دوسرا جنم مل جائے گا۔ اور وہ بھی انسان کا۔"

"اس لئے کہ میرے جذبات مر چکے ہیں۔ میں نے سکھ نہیں پایا۔"

"پھر تم کیسے کہتے ہو کہ ششی کے جذبات مرے نہیں تھے۔ اور اس نے سکھ پالیا تھا۔ اگر شیلے کی جگہ ہندو فلسفہ پر یقین لے آؤ، تو تمہاری طرح ششی نے بھی سوچا تھا کہ اسے دوسرا جنم

مل جائے گا۔ اور اسے مل گیا ہے۔ یاد ہے اس نے شادی سے دو روز پہلے ڈیڈی سے کیا کہا تھا؟"

"یاد نہیں۔ تمہارا کس طرف اشارہ ہے۔"

"ڈیڈی دوسرا جنم مل جائے گا، لیکن عمروں کا فرق پڑ جائے گا۔"

"میں کچھ کچھ سمجھنے لگا ہوں، لیکن وضاحت کر دو۔"

"اب بات صاف ہے۔ ششی دوسرا جنم لے چکی ہے۔ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو اس وقت اس کی عمر سولہ برس کی ہوگی۔ اور وہ دو برس بعد جب اٹھارہ برس کی ہو جائے گی تو تمہیں ملنے آئے گی۔" کہہ کر اجیت خاموش ہو گیا۔

شو کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر کہا۔ "اجیت اگر یہ درست بھی ہے تو دو برس بعد میں چالیس برس کا ہو جاؤں گا۔ اور وہ اٹھارہ برس کی ہوگی۔"

"اس کی اٹھارہ برس کی جوانی تمہیں چالیس سے تیس برس کا بنا دے گی۔ اور خود وہ اٹھارہ سے اٹھائیس برس کی بن جائے گی۔"

"تمہارا مطلب تدبر اور ذہانت سے ہے؟"

"بالکل ——"

"یہی وجہ ہے کہ میں نے جب سمی کی عمر پوچھی تو فوراً جان گیا تھا کہ سمی ششی نہیں۔ تم اسے دل کا راز نہیں بتا سکتے۔ سمی خواہ تمہارے کتنی ہی قریب آجائے، تم اسے رازداں نہیں بناؤ گے۔"

"اور میں نے اسے بنایا نہیں۔"

"بس ٹھیک ہے۔ میری مانو —— آٹھ برس بعد تم پینتالیس برس کے

ہو گے۔ کرن کی شادی ہو جائے گی۔ ریتا خود ہی تمہیں چھوڑ دے گی۔ یا تم اسے چھوڑ دینا۔ ششی اس وقت چوبیس برس کی ہو گی۔ لیکن تمہیں دو برس بعد مل جائے گی۔" اجے نے کہا۔

"ہوں ——" شو نے گہرا سانس لیا۔ "کیا خوب طریقے سے تم مجھے زندہ رہنے کی تلقین کر رہے ہو۔" شو نے ہنس کر کہا۔

"خیر تم میرے اس نکتے پر غور کرنا۔" اجے نے کہا۔ "اور اب میں تمہاری زندگی کا تجزیہ کرتا ہوں۔"

"کرو ——"

"تمہیں بھوک تو نہیں لگی۔ دس بج رہے ہیں۔"

"نہیں! جب تک شراب مل سکتی ہے، مجھے بھوک کا خیال ہی نہیں آتا۔"

"وہ بہت ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" شو مسکرا کر بولا۔

"ہاں تو تمہارا تجزیہ یہ ہے کہ تم نے شادی کی۔ شادی کے چوبیس گھنٹے بعد میں نے ریتا کے متعلق تمہیں کچھ بتایا تھا۔"

"ہاں! اور اس کو اگلے روز طلاق دے سکتا تھا۔ اس راز کو جاننے کے بعد۔"

"اور تم نے ایسا نہیں کیا۔ مقدر نے یا ریتا نے حالات ایسے پیدا کر دیئے کہ تم نے اپنی زندگی کی باگ ڈور ریتا کو سنبھال دی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم زن مرید ہو۔ لیکن ایسا کیوں ہوا اس کی یہ وجہ تھی کہ تم ضرورت سے زیادہ حساس تھے۔ اور اس عنصر کو تم سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ تم آرٹسٹ نہیں بن سکتے۔ اس حساس طبیعت کی وجہ سے تم نے ریتا کو وہ

مقام دیا، جس کی وہ مستحق نہ تھی ـــــــ تم نے سوچا کہ اس کا دل ٹوٹ چکا ہے۔ اور تم نے اس کے رستے ناسوروں پر مرہم رکھی۔ اس کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھا۔ بلکہ اس کا سنا اور اسے دور کیا۔ لیکن اپنا دکھ اسے کبھی نہ بتایا۔ ریتا نے تمہاری حساس طبیعت کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اس نے تمہیں دوستوں سے دور کر دیا۔ اور تم نے خود کو اس کے رحم وکرم پر ہی نہیں چھوڑا، بلکہ اسے محبوبہ، بیوی، دوست، بھائی بہن تک بنا ڈالا۔ اب یہاں تم سے سب سے بڑی غلطی ہوئی۔ تم جو باتیں محبوبہ سے کرتے ہو، وہ بیوی سے نہیں کر سکتے۔ جو باتیں دوستوں سے کی جاتی ہیں۔ وہ بیوی سے نہیں کرتے۔ جو باتیں بھائی سے ہوتی ہیں، نہ وہ دوست سے ہو سکتی ہیں، اور نہ بیوی سے۔ تم نے اپنی زندگی کا سارا اعتماد اس پر تج اور کر ڈالا۔ یہی تمہاری سب سے بڑی بھول تھی۔ اگر تم نے اس اعتماد کو مختلف لوگوں میں تقسیم کر رکھا ہوتا۔ تو اس کا ایک حصہ ٹوٹتا۔ فرض کرو کہ تم نے ان چودہ برسوں میں مجھے قریب رکھا ہوتا تو یقینی بات تھی کہ اعتماد کا کچھ حصہ مجھے دیتے۔ کچھ راز مجھے دیتے۔ جو مجھ تک ہی رہتے۔ اگر کسی روز مجھ پہ اعتماد اٹھ جاتا۔ تو تم صرف ایک دوست کا اعتماد گنوا دیتے۔ اور چند راز ـــــــ لیکن تم نے زندگی کے سب راز اور سب اعتماد ریتا کے حوالے کر دیئے۔ اور اس نے جب اسے توڑا، تو کچھ بھی نہ بچا ـــــــ آج جب تمہاری زندگی میں پریشانیاں پیدا ہوئیں تو تم خود سے لڑتے رہے۔ ریتا نے تمہارا ساتھ چھوڑا، تو تمہارے پاس کوئی نہ تھا۔ جسے تم دکھ درد سناتے۔ تم اگر میرے پاس نہیں آئے تو کلونت یا دیدی کے پاس بھی نہیں گئے ـــــــ کیوں ـــــــ اِس لئے کہ ان چودہ برسوں کی دوری نے تمہیں سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اب ہم تمہارے رازداں بننے کے قابل نہیں رہے۔ یہ محض احساس کمتری تھا۔ تم نے خود کو اذیت دی۔ اپنی روح کو ذبح کر ڈالا۔

لیکن مجھے یا کلونت اور دیدی کو ملنے کی کوشش نہ کی۔

ادھر میں بھی گدھا ثابت ہوا۔ میرے پاس ریتا آئی ــــــ اِس بات کو چھ ماہ گذر گئے ہیں۔ میں نے اسے قائل کر کے تمہارے پاس بھیج دیا۔ لیکن یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم پریشان ہو، تمہاری شادی شدہ زندگی بگڑ گئی ہے۔ تمہاری گھریلو زندگی اچھی نہیں۔ تمہیں اس وقت ایک غمگسار دوست اور رفیق کی ضرورت ہے۔ جسے تم دکھ سناؤ ــــــ خواہ وہ میں ہوتا ــــــ کلونت یا دیدی ــــــ لیکن میں تمہارے پاس نہ پہنچا۔

ابھی ابھی تم نے طعنہ دیا تھا کہ ریتا یہاں تین کپڑوں میں آئی۔ اور میں نے اسے تین کپڑوں میں بھیج دیا۔

میں تمہارے ظرف کی داد دیتا ہوں۔ تم نے ریتا کے قصور یا خطا کو نظر انداز کر کے مجھے موردِ الزام ٹھہرایا۔ لیکن یہ کیوں نہیں سوچا کہ اس کے ذمہ دار تم ہو ــــــ تم اس بات پر تو اعتماد رکھتے ہو، کہ تمہاری بیوی اگر گھر سے تین کپڑوں میں دوست کے ہاں جائے تو دوست اسے تین کپڑوں میں واپس نہ کرے۔ اور اس دوست پر اعتماد نہیں کرتے کہ میری گھریلو زندگی تباہ ہو رہی ہے، اسے آ کر بچاؤ۔

میری پوزیشن دونوں حالتوں میں ایک تھی۔ اگر میں نے اسے انہی تین کپڑوں میں واپس بھیج دیا تو برا بنا۔ اگر اسے یہاں رکھ لیتا، تو تم کہتے کہ میں نے تمہارے اعتماد کو ٹھوکر لگائی ہے۔"

"وہ کس طرح؟" شو نے سوال کیا۔

"وہ اس طرح کہ جب تم نے اسے گھر سے نکال دیا ہے، یا وہ تمہارے گھر سے نکل گئی ہے، تو تم میرے عمل کو غلط کیسے ثابت کر سکتے ہو۔ تم میرے دوست ہو، ریتا کے نہیں ــــــ

تم مجھ سے کہنے کہ تم نے اسے پناہ کیوں دی۔ کیا تمہارا اعتماد یہ نہ سوچتا کہ اگر ریتا گھر سے نکل گئی ہے تو میں دیکھتا ہوں، اسے کون پناہ دیتا ہے۔ جھک مار کر خود ہی گھر لوٹ آئے گی۔"

"اچھے تم درست کہتے ہو ـــــــ میں بالکل یہی سوچتا۔"

"پھر میں تمہارے اس طعنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، کہ میں نے اسے تین کپڑوں میں واپس کیوں بھیجا۔"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" شو نے کہا۔

"اور میں واپس کرتا ہوں۔" اچھے نے ہنس کر کہا۔ "ہاں تو میرے دوست میں تمہارا تجزیہ کر رہا تھا۔ تم نے جب سب راز، چھوٹی چھوٹی باتیں ـــــــ ریتا کو سونپ دیں تو وہ انہیں ذاتی جاگیر سمجھنے لگی۔ اور جاگیردارانہ ذہنیت کیا ہوتی ہے، تم سے چھپی نہیں۔

اب تم عمر کے اس مقام پر پہنچ گئے ہو جہاں نیا دوست بنایا نہیں جا سکتا۔ سمی تمہاری رازداں نہ بن سکتی تھی۔ پھر سمی پر تم نے کبھی اعتماد بھی نہیں کیا ہوگا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"سو فی صدی درست۔" شو نے تسلیم کیا۔

"تم نے اپنی حساس طبیعت کو جلا دینے کی خاطر خود کو تنہائی کے کنوئیں میں پھینک دیا۔ درجنوں لوگوں سے روز ملنے کے باوجود تم تنہا تھے۔ ایسے میں جو لوگ تمہیں ملے وہ خود غرض تھے یا وہ تمہارے معیار پر پورے نہ اترتے تھے۔ وہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر تمہاری شراب تو پی سکتے تھے، لیکن تمہارے دکھ کو تمہارے چہرے پر پڑھ نہ سکتے تھے۔ اور تمہارے ضمیر کو گوارہ نہ تھا کہ تم انہیں اپنے دکھ سناتے۔"

"کہے جاؤ میں سن رہا ہوں۔"

"تمہیں کم از کم دو تین آدمیوں کو اپنے راز سے آگاہ رکھنا چاہیے تھا۔ اور اس کے

ساتھ ہی ریتا کو بتا دینا چاہیے تھا کہ اس کے رازوں سے کچھ لوگ واقف ہیں۔ تاکہ اس کے ذہن پر خوف مسلط رہتا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کے ماضی کو تمہارے سوا کوئی نہیں جانتا، تو اس نے اپنے چہرے پر نقاب چڑھا لئے۔"

"لیکن میں نے انہیں ایک روز اتار دیا تھا"

"کس کی موجودگی میں؟" اجیت نے مسکرا کر کہا۔ "دیواروں کی موجودگی میں، جو تمہاری طرح سن تو لیتی ہیں، لیکن بولتی نہیں۔"

"خوب کہا۔" شو مسکرا کر بولا۔ "واقعی ریتا نے مجھے ایک دیوار سمجھ رکھا ہے۔ جو سن سکتی ہے لیکن بولتی نہیں۔ وہ کیا شعر ہے۔

ع کوئی نقش اور کوئی دیوار سمجھا
زمانہ ہوا ہم کو چپ رہتے رہتے"

"پھر خود ہی سوچو دیوار کسی کا کیا بگاڑ سکتی ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"جانتے ہو ریتا جب ہرنا فیئے سے یہ ثابت کرنے لگی کہ تم دنیا کے بدترین خاوند ہو، تو مجھے غصہ آگیا۔"

"کس پر؟" شو نے پوچھا۔

"تم پر ــــ اور کس گدھے پر آتا۔ اگر اسے اس بات کا احساس ہوتا کہ میں اس کے ماضی سے واقف ہوں، تو وہ کبھی تمہارے خلاف زہر نہ اگلتی۔ تمہارا خیال ہے کہ ریتا یوں آسانی سے اسی روز تین کپڑوں میں جا سکتی تھی۔"

"میں حیران تھا کہ اس نے تمہاری بات کیسے مان لی۔ اور وہ پشیمان اس آسانی سے

کیوں ہو گئی؟" شوہ نے کہا

"اس لئے کہ میں دیوار نہیں ۔ میں زبان رکھتا ہوں۔ اگر کوئی مجھ پر کیچڑ پھینک سکتا ہے تو میں خاموش نہیں رہتا۔ میں کیچڑ کا جواب کیچڑ سے دیتا ہوں۔ اس نے جب تم پر کیچڑ اچھالا، اور چند گھنٹے اچھالتی رہی، تو وہ بھول گئی کہ وہ سب کیچڑ تم پر ہی نہیں گر رہا، اس کا کچھ حصّہ مجھ پر بھی گر رہا ہے۔ میں نے فوراً اس پر کیچڑ اچھالا۔ اور وہ حواس باختہ ہو گئی۔ اس کی زبان پہ تالا پڑ گیا۔"

"تم نے وہ بات کہہ دی؟"

"ہاں! ورنہ اس کی زبان بند نہ ہو رہی تھی ——— اور جیسے ہی کہ میں نے وہ بات کہی۔ اس کی زبان بند ہو گئی ——— دس منٹ خاموش رہی پھر آہستہ سے کہا۔ کیا یہ بات انہیں پتہ ہے۔ اس کی مراد تم سے تھی۔"

"میں نے کہا شادی سے اگلے روز میں نے اسے بتا دی تھی۔"

"وہ یہ جانتے ہیں؟" اس نے سادگی سے پوچھا۔

"چودہ برس سے ——— اور اس کے باوجود وہ تمہارے ساتھ نباہ کر رہا ہے۔ اور آج تم اس پر کیچڑ اچھال رہی ہو، جس نے تمہیں گنگا جل بنا رکھا ہے۔

بس میرے اس جملے سے اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے فوراً معافی مانگ لی۔ اور وہ واپس جانے کے لئے تیار ہو گئی۔"

"اور یہ وجہ تھی کہ وہ لوٹ گئی تھی۔"

"بیوقوف بیوی کو بیوی رکھو۔ تم نے تو اسے دیوی بنا ڈالا ——— سالے عورت صرف بستر کی زینت ہے۔ وہ کوئی قابلِ پرستش شئے نہیں۔ تم ان چودہ برس میں اس کو

جتایا نہیں کہ تم اس راز سے واقف ہو۔ اگر تم ایک بار بھی جتا دیتے، تو وہ کبھی اس حرام زادے سے زلیتانی۔ وہ کبھی ایسی جرأت نہ کر سکتی۔ آج کے بعد رتا جب بھی تم پر کیچڑ اچھالے، تم فوراً کیچڑ اچھال دو۔ اس نفاست، شائستگی، تہذیب، تمدن، اخلاق، مینرز ــــــ سے زندگی نہیں گذر سکتی۔ تم دیوتا نہیں ہو، اور نہ ہی خدا بننے کی کوشش کرو۔ تم ایک دنیاوی آدمی ہو۔ کینہ، بغض، حسد، رشک، جھوٹ کے عناصر بھی ضروری ہیں۔ تم جو آج دولت اور شہرت کو ٹھکرا کر عورت کی خاطر مرنے جا رہے ہو۔ کبھی سوچا بھی ہے کہ وہ عورت تمہارے پاؤں کی جوتی سے بدتر ہے۔ تمہاری اس خودکشی کی کون تعریف کرے گا۔ ہیں ــــــ ؟ نہیں، جو ریتا کے ماضی سے واقف ہے ــــــ"

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"ابھی شاید باقی ہے۔ میں ایک سوال کرتا ہوں۔"

"کرو ــــــ"

"اگر ریتا تمہاری بیوی نہ ہوتی، تو کیا وہ اس قابل ہے کہ میں اس کا احترام کروں۔ یا وہ میرے دفتر میں ان تنگ کپڑوں سے داخل ہو سکتی؟"

"میں سمجھ گیا۔"

"پیارے یہ رشتے بنائے جاتے ہیں ــــــ اب ایک مثال اور لو۔ میں اور تم دوست ہیں۔ ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔ لڑتے ہیں۔ روٹھتے ہیں اور مانتے ہیں۔ کیوں۔؟ اس لئے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں ــــــ اب یہی حالت کلونت کی ہے۔ وہ تمہارا دوست ہے۔ تم اسے پیار کرتے ہو۔ اور وہ تمہیں ــــــ یعنی جو تعلقات میرے ساتھ ہیں وہی کلونت کے ساتھ ــــــ جو اچھائیاں مجھ میں ہیں وہی کلونت میں

ہیں۔ جو ہماتیاں مجھ میں ہیں۔ وہی کلونت میں ہیں۔ میں اور تم دوست ہیں۔ کلونت اور تم دوست ہو ـــــ لیکن "

"لیکن کیا؟"

"میں اور کلونت کیوں نہ دوست بن سکے؟"

"او میرے خدا ـــــ میں زندگی بھر کہاں رہا ہوں۔" شو نے کہا۔

"اس عورت کے بازوؤں میں۔"

"لیکن وہ بھی تو میرے نہ تھے۔" شو نے چلّا کر کہا۔

"اور اب جب تم واپس جاؤ، تو رینا کو ہر بات نہ بتاؤ۔ بس یہی اس کی شکست ہوگی۔ اگر اب مزید دوست نہیں بنا سکتے، تو ان کے لئے مجھے اور کلونت کو کافی سمجھو۔ اور چھوٹی چھوٹی باتیں سنانے کے لئے کسی اور کو واقف بنالو۔ آخر تم ایک انسان ہو اور باتیں کرنا چاہتے ہو۔ اپنی چھوٹی چھوٹی فتوحات سنانا چاہتے ہو۔ اور چھوٹی چھوٹی شکستیں ـــــ اس کے لئے رمی ـــــ رمی ـــــ یا کسی کو اپنالو ـــــ اچھا یہ بتاؤ رینا رمی کو کیسے جانتی ہے؟"

"معلوم نہیں۔"

"معلوم نہیں! اسا لئے مجھے بتا رہا ہے۔ شراب پی کر تم نے خود اسے بتایا ہوگا۔"

"ہاں ـــــ" شو نے تسلیم کیا۔

"اب سمجھے نا! رمی کی باتیں کرنے کے لئے میری ضرورت نہیں۔ اس کی باتیں بیس برس کے کسی چھوکرے سے بھی کر سکتے ہو لیکن رینا سے باتیں کرنا بند کر دو۔ اگر تمہیں چار برس اور جینا ہے۔"

"لیکن ریتا مجھے کہیں نہیں جانے دیتی۔ کسی پارٹی میں جاتے ہیں، تو وہاں سے آ کر یا وہیں بدمزگی پیدا کر دیتی ہے۔"

"اسے لے جانا بند کر دو۔" اچنتے نے کہا۔ "اس کی خاطر تم اپنے آپ کو گھر کے اندر مقید نہ کرو۔ پارٹیوں میں جاؤ۔ لوگوں سے ملو ـــــــ ایک ہی ماحول میں نہ رہو۔ شراب تنہا نہ پیا کرو۔"

"پھر لوگ پی جاتے ہیں۔"

"جیب میں پیسہ رکھنا بند کر دو۔ دس بیس سے زیادہ نہ رکھو۔"

"بہتر ـــــــ" شو نے مسکرا کر فوجی انداز میں سلیوٹ کیا۔ "اور کیا حکم ہے؟"

"اور یہ حکم ہے کہ وہ سالی انتظار میں سوکھ رہی ہوگی۔" اچنتے نے کہا۔

"کون ـــــــ؟"

"تم جانتے ہو اسے۔ جب تم فلم لائن میں نہیں آئے تھے، تو اسے فلموں میں دیکھ کر اس کو حاصل کرنے کی خواہش کیا کرتے تھے۔"

"اوہ وہ۔" شو ہنس دیا۔ "تمہیں اب تک یاد ہے؟"

"ہاں میں تمہاری اس دیرینہ خواہش کو پورا کر رہا ہوں۔ میں نے اسے دن میں فون کر دیا تھا۔ وہ انتظار کر رہی ہوگی ـــــــ وہ تو خیر سِن سے اتر گئی ہے۔ لیکن اس کے ہاں جوان لڑکیاں مل جاتی ہیں۔ اب چل کر کہیں سے کھانا کھا لیں۔ شراب تم ساتھ رکھ سکتے ہو۔ لیکن تمہاری ہیروئن کے ہاں شراب کی کمی نہیں۔" اچنتے نے کہا۔

"میں اس کے ساتھ سو سکوں گا؟"

"ضرور! اگر تمہیں اس کے جسم میں دلکشی نظر آئے۔ ویسے وہاں جوان لڑکیاں بھی

ہوں گی ——— لیکن یہ تمہاری پسند پر منحصر ہے۔ وہ تو خوش ہوگی کہ تم اس کے ساتھ سوتے ہو یا ایک ابھرتا ہوا آج کی دنیا کا نامور آرٹسٹ ——— اور دوسرا ویسے تم اسے الف ننگی کر سکتے ہو۔ لیکن میں وہ منظر ضرور دیکھوں گا۔" اجے نے مسکرا کر کہا۔

"سالے جوانی بھولی نہیں۔ جب ہم ایک ایک لڑکی لے کر ایک ہی کمرے میں ننگے ہوتے تھے ——— میرا خیال تھا شادی کے بعد تم نے غیر عورتوں کے ہاں جانا بند کر دیا ہو گا ———"

"ریتا کی ایک بات پسند ہے ماس نے ابھی تک جسم نہیں چھوڑا۔ ورنہ میری بیوی تو دو بچوں کے بعد ہی ایک سو پچاس پاؤنڈ کی ہو گئی ——— اور نہ معلوم کس اُلّو کے پٹھے کو یہ آج کی تصنیف پڑھ لی کہ مرد اور عورت کو مہینے میں صرف ایک بار اکٹھے سونا چاہیئے"۔ اجے نے ہنس کر کہا۔

"تم نے اسی لئے فلیٹ خالی کرا لیا تھا۔"

"نہیں! میرا خیال تھا تم یہی کرتے کرو گے۔ شاید فرش پر لوٹنے لگو ——— ریتا نے تو تمہاری مے نوشی کی تصویر ایسی ہی کھینچی تھی ——— ویسے یہ بات نہیں۔ میں نے فلیٹ اس لئے خالی کرا لیا تھا کہ آج ہم میں باتیں ہوں گی۔ اور بڑی بات نہیں کہ جوانی کی طرح گھریلو مسائل کا حل ہاتھا پائی سے کریں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مونا اور بچے ہمیں ہاتھا پائی کرتے دیکھ کر چلانے لگیں"۔

"ویسے نوبت آ گئی تھی"۔ شنو نے ہنس کر کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ جب تم غصے سے کھڑے ہو گئے تھے۔ اور پھر میں بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ مجھے

شک تھا کہ اب تم گھونسہ بازی شروع کر دگے۔ اور میں تیار تھا۔"

"کیوں نہ ایک بار پھر ایسا کریں۔" شو نے ہنس کر کہا۔

"وہاں نہ کر ڈالیں! سب سالیوں کو الف ننگا کر ڈالیں۔ اور پکڑ کر بازار میں لے آئیں۔ پھر جو ملے اس کے دانت توڑ ڈالیں۔ رات حوالات میں کاٹیں۔" اچھے نے ہنس کر کہا۔

"یاد ہے وہ حوالات۔" شو نے ہنس کر کہا۔

"سالے کھٹمل بہت تھے وہاں۔" اچھے نے زندہ دلی کا ثبوت دیا۔ "آؤ اب چل دیں۔ ورنہ وہ روٹھ جائے گی۔"

وہ نیچے پہنچ کر کار میں بیٹھ گئے تو شو بولا۔ "اچھے ——"

"ہاں ——"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے، جیسے میں بائیس برس کا چھوکرا ہوں۔ اور مجھے کوئی غم نہیں —— کوئی آلام نہیں —— کوئی فکر نہیں۔"

"شکریہ —— !"

"واقعی تم شکریہ کے مستحق ہو۔" شو نے کہا۔ اور بوتل منہ کو لگا لی۔

"اب بس کرو۔ ورنہ وہ الف ننگی بھی ہو گئی تو تم سو رہے ہو گے۔"

"ایسی بات نہیں۔" شو نے کہا۔ "دیکھتے جاؤ۔"

کار سڑک پر دوڑنے لگی۔

⁂

سمی مقررہ جگہ پر کھڑی تھی۔ اور اس کی نگاہیں سڑک پر اسے تلاش کر رہی تھیں۔ جیسے ہی شِنو نے کار روکی، وہ اندر آ گئی۔

شِنو نے کچھ نہ کہا۔ اس نے نظریں سڑک پر مرکوز کر رکھی تھیں۔ یہاں ٹریفک بہت تھا۔ پندرہ منٹ کار دوڑتی رہی۔ اور دونوں میں سے کسی نے بات نہ کی۔ سمندر کے کنارے درجنوں کاریں کھڑی تھیں۔ وہاں انہوں نے بھی کار روک دی۔

"شِنو یہاں تو بہت لوگ ہوتے ہیں۔"

"اسی لئے ہم محفوظ ہیں۔" شِنو نے کہا۔

"میں اس کے برعکس سوچ رہی ہوں۔"

"نہیں سمی! اگر کسی جگہ صرف ایک کار کھڑی ہو تو ہر شخص کی نگاہ سے گذرے گی۔ اور اسے یاد رہتا ہے کہ فلاں رنگ کی کار کھڑی تھی۔ لیکن درجنوں کاروں میں مطلوبہ کار کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اور اس وقت یہاں سیاہ رنگ کی صرف ہماری کار نہیں، بلکہ ایک درجن کے قریب ہیں۔" شِنو نے سمجھایا۔

"اسی لئے تم نے کامن رنگ کی کار لی ہے۔ تاکہ شناخت میں آسانی نہ ہو۔" سمی نے مسکرا کر کہا۔

شام کا جھٹ پٹا سا تھا۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی تاریکی نہ چھائی تھی۔ وہ سیر کرتے ہوئے ایک تنہا جگہ پر چلے گئے۔ اور ریت پر بیٹھ گئے۔ شِو نے سگرٹ سلگا لیا تو سمی نے کہا۔

"زندگی کیسے گذر رہی ہے؟"

"پرانے ڈھنگ سے۔ یعنی ہم ایک چھت کے نیچے سوتے ہیں۔"

"کوئی نئی بات اس کی طرف سے ہوئی۔"

"ہاں بھی اور نہیں بھی! ایک روز کہہ رہی تھی کہ کیوں نہ ہم پھر سے زندگی شروع کریں۔" شِو نے کہا۔

"اور تم نے کیا کہا؟"

"میں نے۔" کہہ کر شِو ریت پر لیٹ گیا۔ اور اس نے اپنا سر سمی کے زانوؤں پر رکھ دیا۔ سمی اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔ "میں نے کہا زندگی ہی کیوں شروع کریں، کیوں نہ جنم بنا لیں۔"

"کیا اپنے کئے پر پشیمان ہے؟"

"کسی حد تک! جہاں تک اس کی خود غرضی کا تعلق ہے۔ اب تو اس نے بچوں کو بتانا شروع کر دیا ہے کہ میں ایک شرابی ہوں۔ گھر کے اخراجات کے لئے پیسے نہیں دیتا۔ شراب پی کر اس کو پیٹتا ہوں۔ اس سے برا سلوک کرتا ہوں۔"

"اور بچوں پر کیا اثر پڑا۔"

"کرن مجھ سے دور دور رہتی ہے۔ خصوصاً جب میں نے شراب پی رکھی ہو۔ لیکن روی میرے

ساتھ ہی رہتا ہے۔ منا ابھی ناسمجھ ہے۔ وہ میری گود میں بھی ہمکتا ہے۔ میرے کندھے پر چڑھ جاتا ہے ______ میں کبھی کبھی روی کے لئے فکرمند ہو جاتا ہوں۔ وہ جانتی ہے کہ میں روی کو خاموش محبت کرتا ہوں۔ اور یہ اسے پسند نہیں ______ انتقاماً وہ روی کو پریشان کرتی ہے۔ نہ معلوم میرے بعد روی کی کیا حالت ہو گی۔" شنو نے جذباتی لہجہ میں کہا۔

"پھر وہی باتیں! تم نے تو کہا تھا کہ اب یہ باتیں نہیں کرو گے۔ جب سے کلکتہ ہو کر آئے ہو۔"

"اچھا نہیں کرتا۔" شنو نے مسکرا کر کہا۔

"تم جانتے ہو یہ شام کتنی اہم ہے۔"

"ہاں! لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے یاد دلاتی رہو۔"

"کیا میری یاد آئے گی؟"

"یہ بھی پوچھنے کی بات ہے۔" شنو نے بھاری آواز میں کہا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ آنسو بہہ کر ساڑھی پر گرے، اور پیٹی کوٹ کے بعد جب زانو سے ٹکرائے تو رسمی کو پتہ چل گیا۔

"تم رو رہے ہو؟"

"شنو نے جواب نہ دیا۔

"تمہاری جنسی زندگی کا کیا حال ہے؟"

"یک طرفہ۔" شنو نے کہا۔

"کیا اب بھی اس کے ساتھ سوتے ہو؟"

"میں نہیں وہ آجاتی ہے۔"

"پھر یک طرفہ کیوں؟"

"پہلے وہ آنکھیں موند لیا کرتی تھی، اب میں موند لیتا ہوں۔"

تین چار منٹ کوئی نہ بولا۔ سمی نے صرف گہرا سانس لیا۔

"سمی ــــــ"

"جی ــــــ"

"جانتی ہو کہ کبھی کبھی مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک بے حد طویل و عریض صحرا میں چلتا رہا ہوں ــــــ ننگے پاؤں ــــــ اور ان پر آبلے پڑ چکے ہیں ــــــ چل چل کر میرے قدم تھک گئے ــــــ پیاس سے میرے ہونٹ سوکھ گئے ــــــ اس صحرا میں ریت اور دھوپ کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک چھوٹا سا درخت بھی نہ ملا۔ جس کے سائے میں ذرا دم لے سکتا۔ کچھ دیر سستا لیتا ــــــ ایک سفر تھا جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ میں چل رہا ہوں ــــــ چل رہا ہوں ــــــ اس صحرا میں چلتے ہوئے میرے قدم کوئی نشان نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ کوئی نقش نہیں بنا رہے ہیں۔ اگر بنانے بھی ہیں، تو بگولے اٹھ کر انہیں صاف کر دیتے ہیں۔ اس صحرا میں پانی نہیں۔ درخت کا سایہ نہیں ــــــ دھوپ کی تمازت اور تپش سے میرا جسم، میری روح، میرے ہونٹ جل رہے ہیں۔ اور پانی کا ایک قطرہ نہیں۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"سمی! ایک روز اس نے کہا تھا۔ جانتی ہو کیا؟"

"کہو ــــــ حالانکہ آج کی شام میں اس کی باتیں نہیں کرنا چاہتی، اور نہ ہی

سننا چاہتی ہوں۔"

"پھر نہیں کرتا۔"

"نہیں نہیں۔"

"میں اسے کہہ رہا تھا کہ تم کبھی گوارہ نہیں کر سکتی ہو کہ میں کسی عورت کے بازوؤں میں ہوں ـــــ پیشتر اس کے کہ میں کسی عورت کے بازوؤں میں جاؤں تم چاہو گی کہ میری موت ہو جائے گی۔"

"اس نے کیا کہا؟"

"میں وہسکی لینے کے لئے اٹھا تو کہنے لگی۔ مت جاؤ ـــــ یہ بات ختم کرو ـــــ لیکن میں اٹھ کر وہسکی لینے چلا گیا۔"

"ہوں ـــــ" سمی نے کچھ نہ کہا۔

"سمی ـــــ"

"جی ـــــ"

"ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو ـــــ"

"کبھی کبھی میں سوچتا ہوں، کہ مجھے تمہارے قرب سے، تمہارے ساتھ باتیں کرنے سے کتنی شانتی اور سکون ملتے ہیں۔ اس لئے کہ تمہارے دل میں کھوٹ نہیں۔ تمہارے پاس مانگیں نہیں۔ صرف صبر اور سکون ہے۔ ایک وقت تھا، جب تم اس امید پر مجھے ملتی تھیں کہ میں اسے طلاق دے دوں گا۔ پھر تم میری ہو جاؤ گی۔ لیکن جب تمہیں پتہ چلا کہ میں اسے طلاق نہیں دے رہا ہوں۔ تم پھر بھی مجھے سہارا دیتی رہیں۔ کیا یہ اس لئے ہے کہ تم غریب

ہو۔ اور غریب کا دل خلوص سے بھرا ہوتا ہے۔ غریب ایثار اور قربانی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ جنسی خواہش لے کر نہیں، محض باتیں کرنے کی خاطر ——— اپنے دل کے بوجھ زمانے کے تفکرات سے بھاگ کر تمہاری گود میں آجاتا ہوں، اور مجھے ایک سکون حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ بھی جب اس سیلز مین کے پاس جاتی ہوگی، تو اسے بھی اسی قسم کا سکون حاصل ہوتا ہوگا۔ آخر وہ بھی تمہاری طرح ڈیڑھ سو روپے ماہوار پا رہا ہے۔"

"لیکن جب تم نے شادی کی تھی تم ڈیڑھ سو روپے ماہوار بھی نہ پا رہے تھے۔ پھر اس نے تمہارا دل کیوں توڑا؟"

"ہاں! یہ بات تو میرے ذہن میں ہی نہیں آئی۔"

"تم کیوں بھول رہے ہو کہ تم ایک آرٹسٹ ہو۔ اور آرٹسٹ محبت کرنے اور محبت پلنے کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ کیا تم نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ شادی سے پہلے کسی لڑکے سے عشق کرتی رہی، اس کے ساتھ محبت نہیں کی۔ اسے بیوی کے علاوہ محبوبہ نہیں بنایا۔" سمی نے آہستہ سے کہا۔ اور اس کے سر میں انگلیاں پھیرنا جاری رکھا۔

"ہاں!"

"اس نے تمہارا اعتماد توڑا ہے۔ اس لئے تم اس سے دور ہو گئے۔ جو دل محبت کے لئے پیدا نہیں ہوا وہ کبھی محبت نہیں کرے گا۔ خواہ اس کی آمدن ڈیڑھ سو روپے ماہوار ہو، یا ایک لاکھ ——— کیا میں نے تمہاری دولت سے محبت کی ہے۔ کیا کبھی میں نے تم سے کوئی تحفہ مانگا ہے۔"

"ارے یہ تم نے یاد دلا دیا۔ اچھا کیا۔ یہ شام آخری نہیں ہے۔ میں کل پھر تمہیں ملوں گا۔" "تحفہ دینے کے لئے۔" سمی مسکرائی۔ "واقعی تم آرٹسٹ ہو، اور دنیاداری سے بے نیاز۔"

میں نے کبھی تم سے تحفہ کی توقع نہ کی تھی۔ اور جس تحفے کی توقع کی تھی، وہ مجھے نہ مل سکا۔"

"تم نے ذکر ہی نہیں کیا۔"

"ذکر سے کیا حاصل تھا، وہ مل نہ سکتا تھا۔"

"کیا بہت قیمتی تھا؟"

"دولت کے نقطۂ نظر سے اس کی کوئی قیمت نہ تھی۔ البتہ ۔ ۔ ۔ ۔"

"کیا مجھے نہ بتاؤ گی، شاید میں اب اسے دے دوں۔"

"اب دیر ہو گئی ہے۔" ممی نے گہرا سانس لے کر کہا۔

"تم ایک بار فرمائش تو کرو۔"

"نہیں شنو! نہیں!"

"اچھا میں پیش نہیں کروں گا۔ لیکن بتا تو دو۔"

"نہیں۔"

"ابھی بتا دو، ورنہ میں روٹھ جاؤں گا۔"

"پھر وہی بچوں کی سی ضد۔"

"ہاں ———"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر گہرا سانس لے کر بولی۔ "میں تمہارے بیٹے کو جنم دینا چاہتی تھی۔"

"پھر ایسا کیوں نہ ہوا؟"

"میرے سامنے دو راستے تھے اور دونوں ہی بند ہو گئے۔"

"پہلا طلاق ——— لیکن دوسرا کون سا تھا؟"

ہیں تا عمر شادی نہ کراؤں! لیکن اس سماج میں کنواری ماں زندہ نہیں رہ سکتی۔ اب بھرت اور شکنتلا کا زمانہ نہیں۔"

"ہاں!" شو نے گہرا سانس لیا اور خاموش ہو گیا۔

"کیا سوچنے لگے؟"

"رمی! کیا میں تمہارے ساتھ وہ نہیں کر رہا ہوں، جو ریتا کے ساتھ اس سیلزمین نے کیا تھا؟"

"نہیں ——" رمی نے پورے اعتماد سے جواب دیا۔

"کیوں ——؟"

"اس لئے کہ جب میں اپنے خاوند کے گلے میں باہیں ڈالوں گی، تو مجھے آنکھیں نہیں موندنا پڑیں گی۔ کیونکہ میں نے تمہارے گلے میں باہیں نہیں ڈالیں۔ خاوند کے ہونٹ مجھے تمہارے ہونٹ یاد نہیں دلائیں گے۔ کیونکہ میں تمہارے ہونٹوں سے بے خبر ہوں۔" رمی نے بھاری آواز میں کہا۔

پانچ منٹ خاموشی چھائی رہی۔ شو اپنے خیالات میں غرق تھا۔ رمی اپنے خیالات میں کھوئی ہوئی تھی۔

اس خاموشی کو شو نے توڑا۔

"رمی کیا سوچ رہی ہو؟"

"تمہارے متعلق۔"

"کیا ——؟"

"میرے جانے کے بعد تمہاری زندگی میں جو خلا پیدا ہو جائے گا، اُسے کون پُر کریگا۔

اب تمہارا کاروبار جم گیا ہے۔ وہ بھی اب تمہارے لئے پریشانی پیدا نہیں کرتی لیکن اس کے باوجود جب تمہارا دل گھبرائے گا، ماضی ستائے گا، تو تمہیں کون سہارا دے گا؟"

"شراب ـــــــ"

"نہیں شِشو! کیا اس وقت تم نے شراب پی رکھی ہے؟"

"نہیں ـــــــ"

"پھر ایسا کون ہو گا جو تمہیں اس وقت شراب نہ پینے دے، جب تم ماضی اور اس سے گھبرا جاؤ۔"

"کیا تم کبھی نہیں ملو گی؟"

"نہیں! آگ کی موجودگی میں شادی کا پیمان لینے کے بعد مجھے تم سے نہیں ملنا چاہیئے یہ خاوند سے بیوفائی ہو گی۔"

"ہاں! تم ٹھیک کہتی ہو۔"

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ یہ خاموشی بہت طویل تھی۔ جب یہ ٹوٹی تو ساڑھے نو بج چکے تھے۔

"شِشو ـــــــ"

"ہاں ـــــــ"

"اب ہمیں گھر چلنا چاہیئے۔"

"کیا بج گیا ہے؟"

"ساڑھے نو۔"

"او۔" کہہ کر شِشو کھڑا ہو گیا۔ اس نے کپڑوں سے ریت جھاڑی اور کار کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے کار کا دروازہ کھولا اور سٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔ سمی اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ وہ کار سٹارٹ کرنے لگا تو سمی بولی۔

"ابھی کار سٹارٹ نہ کرو۔"

رشو نے سوئچ آف کر دیا۔

"رشو!"

"کہو ــــــ"

"میں آخری بات کہہ رہی ہوں۔ اس کے بعد ہم کوئی بات نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ الوداع کا لفظ بھی نہیں کہیں گے۔"

"میں سن رہا ہوں۔" رشو کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔

"تم نے ابھی ابھی کہا تھا کہ میری زندگی ایک صحرا ہے جہاں تم ننگے پاؤں چلتے رہے ــــ جہاں دھوپ اور ریت کے سوا کچھ نہ تھا۔ جہاں تمہارے ہونٹ پیاس سے پھٹ گئے لیکن پانی کا ایک قطرہ بھی نہ مل سکا۔ اس صحرا میں چلتے ہوئے تمہیں کوئی درخت نہ مل سکا جس کے سائے میں تم سستا کر منزل کی طرف رواں ہو جاتے۔

رشو اس صحرا میں چلتے ہوئے تم میرے پاس آ گئے۔ میں تمہیں پانی نہ دے سکی۔ تمہارے جلتے ہوئے ہونٹوں پہ پانی نہ ڈال سکی۔ لیکن میں تا عمر یاد رکھوں گی اور تم بھی یاد رکھنا کہ اس صحرا میں چلتے ہوئے تم میرے پاس آئے اور میں نے تمہیں اپنے آنچل کے سائے میں کچھ دیر سستانے کی اجازت دی۔

میرے لئے یہی بہت ہے کہ میں نے ایک صحرا نورد کو چند لمحوں کے لئے سایہ دیا، اور تمہارے لئے یہ سایہ ایک سرمایہ ہے۔

تم نے اس سلئے تلے کچھ دیر سستا یا، اور اب تم اپنی منزل کی طرف رواں ہو جاؤ۔
میں تم سے وعدہ نہیں لیتی کہ تم زندہ رہو گے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں، وہ تم کو وعدے پر قائم نہ رہنے دے گی۔ لیکن کوشش کرو کہ تم دنیا کے لئے زندہ رہو۔ تم ایک آرٹسٹ ہو۔ تمہارا آرٹ صرف ایک عورت کے لئے نہیں، ان لاکھوں مداحوں کے لئے بھی ہے، جو تمہارے آرٹ کے شیدائی ہیں۔ تم اس عورت کی ملکیت نہیں ہو، بلکہ اس ملک، مداحوں اور آرٹ کی ملکیت ہو۔

اب تم کار سٹارٹ کر دو، اور وعدہ کرو کہ تمام راستے ایک لفظ نہ کہو گے حتیٰ کہ جب میں اتر جاؤں گی تب بھی الوداع کا لفظ نہ کہو گے۔" سمی نے بے حد جذباتی لہجہ میں کہا۔

شو نے اسے دیکھا۔ اندھیرے کے باوجود اس نے سمی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لئے۔ اس نے کار سٹارٹ کی اور چل دیئے۔

سفر پچیس منٹ کا تھا۔ دونوں میں سے کوئی بھی نہ بولا۔ لیکن شو نے سڑک سے نگاہیں اٹھا کر سمی پر ڈالیں۔ تو اسے سڑک دیکھتے ہوئے پایا۔ لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ جنہیں وہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد صاف کر دیتی۔

منزل آگئی تھی۔ شو نے کار روک دی۔ سمی فوراً نہیں اتری۔ وہ سڑک پر دیکھ رہی تھی۔ شو اسے۔

سمی نے گہرا سانس لیا، اور کار سے اتر کر پٹڑی پر کھڑی ہو کر شو کو دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

شو نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا، لیکن سمی نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کی تلقین کی۔

تین چار منٹ تک وہ اور رشو ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر رمی کی آنکھوں سے آنسو نکل کر جب رخساروں پر آ گئے تو اس نے منہ دوسری طرف کر لیا، اور گھر کی طرف چل دی۔

رمی نے اسے مڑ کر نہ دیکھا، اور جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی، تو رشو نے کار سٹارٹ کر دی اور اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔

⁂

سمی اس کی زندگی سے چلی گئی، لیکن اس کے اختلاجِ قلب کا مرض ترقی پا گیا۔
دولت اور شہرت کے باوجود اس کی روح بے چین تھی۔ دنیا کا ہر انسان خود غرض نظر آتا
تھا۔ اور پھر سمی نے کہا تھا۔

"بس یہ سمجھ لوں گی کہ صحرا میں چلتا ہوا ایک شخص میری زندگی میں آیا۔ اس کے ہونٹ پیاسے
تھے جسم تھکا ہوا تھا۔ اور پاؤں پر آبلے تھے۔ میں نے اسے آنچل کے سائے میں سستانے
کا موقع دیا۔ اور بس ..."

زندگی کا یہ صحرا ختم ہی نہ ہو رہا تھا۔ اس صحرا کا آغاز نہ تھا اور انجام بھی نظر نہ آتا تھا۔
تپتی ہوئی ریت، گرم بگولے اور سورج کی آگ

نہ معلوم وہ کیوں زندہ تھا ———؟

شراب کی خاطر ———؟

لیکن شراب زندگی نہ بن سکتی تھی۔ وہ تو لمحات کی ساتھی تھی۔ اب وہ جس منزل پہ پہنچ
گیا تھا وہاں شراب اس کے ذہن کو ماؤف کر دیتی تھی۔ شراب میں اب نشہ نہ رہا تھا۔ نہ ہی غم

بھلانے کی قیمت ــــــ نشہ تو بس ذہن اور سوچوں کو ماؤف کر دیتی ہے۔ ہر صبح بیدار ہو کر وہ پہلی بات جو سوچتا ــــــ یہ تھی ــــــ کہ گذشتہ شب وہ کب اور کس حالت میں گھر پہنچا تھا۔

دولت نے اسے سکون نہ بخشا تھا۔ شہرت نے اس کی جلتی ہوئی روح کی جلن نہ ختم کی تھی۔

اس کی بیوی، بیوی نہ رہی تھی۔ اس کے بچے اس سے متنفر تھے۔ صرف روی اس کو بے انتہا پیار کرتا تھا۔ لیکن وہ رات کو اتنی دیر سے گھر پہنچتا کہ روی سویا ہوتا۔ اور صبح وہ ابھی بیدار نہ ہوپاتا کہ روی سکول چلا جاتا۔ روی سے بھی اس کی ملاقات صرف اتوار کو ہو سکتی۔

اس گھر سے اسے انس، پیار یا محبت نہ رہے تھے۔ وہ ایک مسافر کی طرح اس گھر میں سرائے سمجھ کر آجاتا، اور رات گذار کر چلا جاتا۔

مے کی محفل میں وہ لوگ شریک ہوتے، جو کسی غرض سے آتے تھے۔ کام کے لئے ــــــ شراب کے لئے ــــــ خوشامد کے لئے ــــــ چاپلوسی کے لئے ــــــ اور جب وہ چلے جاتے تو وہ تنہا رہ جاتا۔ خالی جام کی طرح ــــــ خالی بوتل کی طرح ــــــ اور خالی سوڈے کی طرح۔

اس ویران زندگی میں، جب وہ زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ اپنے کہنے کے مطابق اروشی آگئی۔

وہ دفتر میں داخل ہوا تو اروشی اس کے کیبن میں بیٹھی تھی۔

اسے دیکھ کر وہ چونک پڑا ــــــ یہ چہرہ یہ نقوش ــــــ یہ خدوخال اس نے کہاں دیکھے ہیں۔

رشو نے سمجھا کہ وہ کام کے لیے آئی ہو گی۔ کوئی گمراہ لڑکی ــــــ جس پر فلم سٹار بننے کا جنون سوار ہو گا۔ لہٰذا ایک نظر اسے دیکھ کر کام میں جٹ گیا۔

دس منٹ بعد اسے توجہ منتقل کرنا پڑی۔ "فرمائیے۔"

"میں اروشی ہوں۔ کیا میرے خطوط ملے تھے آپ کو؟"

"تم ــــــ" رشو نے اس اٹھارہ اُنیس برس کی لڑکی کو دیکھا۔ "تم ہو وہ اُروشی ــــــ میری کہانیوں پر کڑی تنقید کرنے والی۔ اور میری ڈائریکشن کی خامیاں تلاش کرنے والی۔"

"کیا وہ غلط تھیں؟" اروشی نے آہستہ سے کہا، اور ساتھ ہی مسکرا دی۔ اس کے پتلے ہونٹ بے حد خوبصورت تھے۔

"سب تو نہیں! البتہ چند باتیں غور طلب تھیں۔ اور میرا خیال تھا کہ تم تیس پینتیس برس کی ہو گی۔" رشو نے کہا۔ "لیکن اب میں یہی کہوں گا کہ اپنی عمر کے مطابق تم زیادہ ذہین ہو۔"

"شکریہ!" اروشی اپنی تعریف سے خوش ہو کر بولی۔ "اچھا ایک بات بتائیے۔"

"پوچھو۔"

"آپ نے ہر فلم میں عورت کے کردار کو اتنا گرایا کیوں ہے۔ اور رشیا کو اتنا بلند کیوں کیا ہے۔ کیا مرد بیوفا نہیں ہوتے؟" اروشی نے بے دھڑک کہا۔

"او ــــــ" رشو زیر لب مسکرا دیا۔ "مرد یا عورت کی بیوفائی کی بات تو وہی ہے جس کا 'قصہ طوطا مینا' میں بھی فیصلہ نہ ہو سکا۔ جہاں تک میری کہانیوں کا تعلق ہے، ان میں اچھوتا پن اور تنوع ہے۔"

"اس حقیقت سے کوئی منحرف نہیں۔ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے کالج کی لڑکی کے عشق

کے لئے مرد کو دیناباں کی گود میں پھینکا، اور رشیا کو گھریلو عورت سے بہتر ثابت کیا۔ یہ آپ کی جرأت ہی تھی، جو ایک کہانی میں ہندو عورت کو شراب پیتے ہوئے دکھایا ہے۔" اروشی نے کہا۔

"خیر! یہ تعریف مجھے گمراہ نہ کر دے۔ بہر صورت میں نے عورت کو اسی نظریئے سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔" شو نے آہستہ سے کہا، اور سگریٹ سلگا لیا۔

"ایک، ذاتی سوال کروں؟"

"جواب دینا مجھ پر منحصر ہے۔" شو نے کہا۔

"خیر ——————" کہہ کر اروشی زیر لب مسکرا دی۔ "کیا آپ کی شادی شدہ زندگی کامیاب ہے؟"

شو اس سوال پر چونک پڑا۔ اس نے جواب دینے سے پہلے اروشی کا جائزہ لینا چاہا۔ وہ اپنی ذاتی باتیں کیسے بتا سکتا تھا۔ "تمہیں شک ہے؟"

"شک نہیں۔" اروشی نے آہستہ سے کہا۔ "فنکار اپنے فن میں وہ سب کچھ پیش کرتا ہے جو اس کے ذہن، شعور اور تحت الشعور میں چھپا ہوتا ہے۔"

"ایسا ضروری نہیں۔"

"میرا خیال ہے۔ فنکار کا فن اس کی زندگی یا اس کی ذات کا عکس ہوتا ہے۔ یوں بھی ایک نامور مفکر نے کہا ہے کہ فنکار کو اس کے فن سے پہچانا جاتا ہے۔" اروشی نے کہا

"لیکن میرے فن سے ایسا کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ میری شادی شدہ زندگی ناکامیاب ہے۔" شو نے تھکی آواز میں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کی شادی شدہ زندگی تو دوزخ سے بدتر تھی۔

"ظاہر ہونے کی بات نہیں! یہ تو آپ کے تسلیم کرنے پر منحصر ہے۔" اروشی نے کہا۔

شو کو محسوس ہوا جیسے اروشی نے اس کے دل کا چور پکڑ لیا تھا۔ لیکن وہ اسے اپنی ذاتی زندگی کے متعلق کیوں بتائے۔ راز وہ ہے جو زباں تک نہیں آتا۔ پھر یہ لڑکی کون تھی۔ کیا تھی۔ اور اس کا اس کے ساتھ کیا رشتہ تھا۔

"شاید تم نہیں جانتی ہو کہ میں نے لو میرج کی تھی۔" شو نے تھکی آواز میں کہا۔

"بس واقعی نہیں جانتی تھی۔" اروشی نے کہا۔ "لیکن ایسا کبھی تو ہو جاتا ہے کہ وقت کے ساتھ ہم وہ نہیں رہتے، جو کبھی ہوتے ہیں۔"

شو خاموش رہا۔ یہ جملہ اس نے ہی لکھا تھا۔ شو کا دل بجھ سا گیا۔ وہ کیوں نہیں تسلیم کر لیتا کہ اس کی زندگی محض ریگستان ہے۔ وہ لو میرج کرا کے بھی آج تک عشق کے لئے تڑپتا رہا ہے۔ وہ بیوی پا کر بھی بیوی سے دور ہے۔ وہ ایک باپ ہوتے ہوئے بھی بچوں سے دور ہے۔ وہ شہرت پا کر بھی شہرت سے بے نیاز ہے۔ وہ دولت پا کر بھی مفلس ہے۔ وہ محض شراب کے زور سے جی رہا ہے۔

"اروشی! شاید تم یہ بھی نہیں جانتی ہو کہ میں تین بچوں کا باپ ہوں۔"

"یہ جان کر میں خوش ہوئی ——————" اروشی نے کہا۔ "لیکن مجھے اس بات کی ضمانت نہیں ہو سکتی کہ آپ کی شادی شدہ زندگی کامیاب ہے۔ ابھی تک آپ نے تسلیم نہیں کیا ہے کہ آپ کی شادی شدہ زندگی کامیاب ہے، اور نہ ہی آپ نے انکار کیا ہے۔ آپ صحیح جواب دینے سے گریز کر رہے ہیں۔ شاید اس لئے کہ آخر میں کون ہوں۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"تم درست کہہ رہی ہو۔" شو نے تھکی آواز میں کہا۔

"آپ نے ابھی کہا ہے کہ آپ نے لو میرج کی تھی؟" ارزشی نے پوچھا۔

"ہاں!"

"جب آپ نے عشق شروع کیا تو آپ نے اس لڑکی سے اس کا خاندان دریافت کیا تھا۔ اس کے متعلق کوئی معلومات فراہم کی تھیں۔ کیا عشق محض دیکھنے اور پسند کرنے سے ہی شروع نہیں ہو جاتا؟"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔"

"پھر محبوبہ کو دل کی بات بتا دی جاتی ہے۔ انسان اس پر یقین کیوں لے آتا ہے۔ اسے بھی تو جانتا نہیں ہوتا۔ اس کی عادات سے واقف نہیں ہوتا۔ صرف شکل دیکھ کر ہی عشق میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتا ہے۔" ارزشی نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"تم درست کہتی ہو۔"

"پھر آپ مجھ سے اپنی شادی کی بات کیوں نہیں کر سکتے۔ یہ درست ہے کہ میں آپ کو آج پہلی بار مل رہی ہوں۔ اور ہم ایک دوسرے کو جانتے نہیں۔"

"ارزشی۔" شو نے درد کی شدت سے تڑپ کر کہا۔ "کوئی شریف، ذی ہوش اور سمجھ دار آدمی اپنی گھریلو زندگی راہ چلتے لوگوں کو نہیں بتایا کرتا۔"

"کیا آپ کی زندگی میں کوئی دوست ہے؟" ارزشی نے سوال کیا۔

"ہاں!"

"کتنے؟"

"دو تھے۔ ایک گرد راہ میں گم ہو گیا۔ اب صرف ایک بچا ہے۔"

"آپ بھائی کو راز داں بناتے ہیں یا دوست کو؟"

"دوست کو۔" شو نے کہہ تو دیا لیکن اسے ہر سوال کا جواب دینے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ یہ لڑکی بے حد ذہین تھی۔ حالانکہ حسین لڑکیاں ذہین نہیں ہوتی ہیں۔ وہ خود سر، مغرور، بد دماغ اور کند ذہن ہوتی ہیں۔ یہ اٹھارہ انیس برس کی لڑکی اس کی دکھتی رگ پکڑ کر اس کی ذاتی زندگی کو ننگا کر رہی تھی۔ وہ کرید کرید کر ایک ایک زخم ننگا کرے گی۔ شو نے سوچا کہ اسے حد سے بڑھنے نہ دے، اور اسی مقام پر روک دے۔

"دوست آپ کے گھر کا فرد نہیں ہو گا۔ وہ کسی اور شہر میں پیدا ہوا ہو گا۔ اس کا بچپن کہیں اور گذرا ہو گا۔ پھر ایک روز آپ سے تعارف ہوا، اور تعارف نے مراسم پیدا کئے۔ مراسم نے اعتماد پیدا کیا۔ اعتماد سے آپ ایک دوسرے کے راز داں بن گئے۔"

شو نے سوچا کہ اس کے بتانے پر کہ اس نے لو میرج کی تھی، اس لڑکی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اپنے بچوں کی تعداد بتا دی۔ اس نے پرواہ نہ کی۔ لہذا اس کو کہنا پڑا "مس اروشی! میری عمر چالیس کے لگ بھگ ہے۔ اور میرے سر کے بالوں میں سے بیشتر سفیدی پکڑ رہے ہیں۔"

"سفید بال ______ دھوپ بھی تو کر دیتی ہے۔" اروشی نے مسکرا کر کہا۔

شو نے چونک کر اروشی کو دیکھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں ایسی کوئی ادا نہ تھی جس سے ظاہر ہو کہ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو۔ یا وہ ایک آوارہ لڑکی تھی۔ برعکس اس کی آنکھوں میں معصومیت اور ہمدردی تھی۔ تو کیا وہ اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

منیجر اندر آ گیا تو شو کو توجہ منتقل کرنا پڑی۔ دس بارہ منٹ وہ اسے کاروباری ہدایات دیتا رہا۔ منیجر چلا گیا تو شو نے اروشی کو دیکھا۔

"تمہارے پینے کے لئے کیا منگاؤں؟"

"آپ تکلیف نہ کیجئے۔"

"تکلیف نہیں! اگرچہ مجھے کچھ دیر پہلے ہی پوچھ لینا چاہیئے تھا۔ بہر صورت گرم یا ٹھنڈا؟"

"چائے۔"

شنو نے چپڑاسی کو بلا کر چائے لانے کا حکم دیا۔

چپڑاسی چلا گیا تو شنو بولا "کیا تم نے کبھی عشق کیا ہے؟"

"جی ہاں —— دو بار۔"

شنو چونک پڑا۔ "دو بار —— اس چھوٹی سی عمر میں۔"

"جی ہاں! آپ اتنے حیرت زدہ کیوں ہو گئے؟" اروشی نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن —— خیر! ذرا اپنے معاشقوں کی تفصیل تو بتاؤ۔"

"ایک بارہ برس کی عمر میں کیا تھا۔"

"بارہ برس کی عمر میں عشق۔"

"پھر وہی تعجب۔" اروشی مسکرا دی "اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بارہ برس کی عمر کی لڑکی کس قسم کا عشق کر سکتی ہے۔ عشق جو بے لوث، پاک، متبرک اور نفس سے مبرا تھا۔"

"میں سمجھ گیا —— وہ لڑکا اب کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"دوسرا؟"

"دوسرا ایک برس ہوئے شروع ہوا تھا۔"

"کیا ختم ہو گیا ہے؟"

"نہیں! میں نے اپنے محبوب کے ساتھ مندر میں جا کر شادی کر لی۔"

شِو کی نگاہیں اس کے پیٹ پر چلی گئیں۔ کہیں وہ عشق اور مندر میں کرائی شادی کا اشتہار تو نہیں بنی پھرتی ہے۔ لیکن وہاں ایسا کوئی اشتہار نہ تھا۔ اس کے چہرے پر بچّے کی معصومیت، شگفتگی اور تازگی تھی۔ گناہ اور بدچلنی کا عکس نہ تھا۔

"مندر کی شادی، کیا آج بھی ایسی شادیوں کی کوئی وقعت ہے ——— پھر والدین سے بغاوت کرنے سے بہتر نہیں کہ والدین کی رضا حاصل کر لی جائے۔"

"وہ ڈاکٹری کی اعلیٰ التعلیم کے لئے ولایت میں ہے۔ شادی ولایت سے واپس آکر ہو گی۔ اس لئے ہم نے مندر میں بھگوان کے سامنے شادی کر لی۔" اروشی نے معصومیت سے کہا۔

"اس کا خط آتا ہے؟"

"باقاعدہ ———"

اب شِو سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ لڑکی اس کی زندگی سے کیوں دلچسپی لے رہی تھی۔ جبکہ دلچسپی کی کوئی وجہ نہ تھی۔

یہ اروشی وہ لڑکی نہ ہو سکتی تھی، جس کے متعلق اجنبی نے کہا تھا کہ شنی تیاجنم لے کر آئے گی۔

شِو کو خاموش پا کر اروشی نے کہا "اگرچہ میں نے آپ کی تصویر اخباروں میں دیکھی تھی۔ لیکن ایک تصویر میرے تصوّر نے بنائی تھی آپ ہوبہو میرے تصوّر کی تصویر سے ملتے ہیں۔"

"لیکن تم اپنے تصوّر میں میری تصویر کیوں بناتی رہی ہو۔" شِو نے بوجھل آواز سے پوچھا۔ یہ لڑکی معمہ تھی۔ اس نے سوچا کیا یہ اسے بلیک میل کرنے تو نہ آئی تھی۔ کسی دشمن

نے تو نہیں بھیجا تھا۔ تاکہ اس کی تصویریں اس لڑکی کے ساتھ کھینچ لی جائیں۔

"اس لئے کہ آپ میرے محبوب فنکار ہیں۔" اروشی نے کہا۔

چپڑاسی چائے لے آیا تھا۔

"میں تیار کرتی ہوں۔ تم جاؤ۔" اروشی نے اس طرح کہا، جیسے یہ اس کا فرض تھا۔

چپڑاسی چلا گیا اور اروشی چائے تیار کرنے لگی۔

"اروشی کیا تمہیں فلم لائن سے دلچسپی ہے؟" رشو سوال کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ہیروئن بننا چاہتی تھی۔

"صرف اس حد تک کہ ٹکٹ خرید کر سنیما دیکھ لوں۔ کبھی فری پاس بھی نہیں حاصل کیا۔"

اس کا جواب جامع تھا۔

"کیا تم ہیروئن بننا چاہو گی؟" رشو سوال کرنے پر مجبور ہو گیا۔

اروشی چائے تیار کر رہی تھی۔ اس نے نگاہیں نہ اٹھائیں۔ اور جواب دیا۔ "میں اس غلاظت سے بہت دور رہنا چاہتی ہوں۔ ایسی زندگی اپنانا تو کجا میں تصور میں بھی نہیں لاتی۔"

"کیا یہ آرٹ نہیں! کیا تم میرے آرٹ سے مرعوب ہو کر مجھ سے ملنے نہیں آئی ہو۔ کیا میں غلاظت کا ڈھیر ہوں۔" رشو نے چڑ کر کہا۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں ایک حسین لڑکی ہوں۔ اور حسین لڑکی پر بری نگاہیں اٹھتی ہیں۔ میں ان نگاہوں کو ذلیل سمجھتی ہوں۔ میں اس نظریے کو ذلیل سمجھتی ہوں۔ نہ معلوم لوگ کیوں سمجھتے ہیں کہ حسین لڑکی کو ضرور دیکھو جیسے دیکھنے سے وہ ان کی ہو جائے گی۔" اروشی

نے بے دھڑک کہا۔

یہ لڑکی واقعی معمہ ثابت ہو رہی تھی۔

کچھ دیر کمرے میں خاموشی رہی۔ اسے اروشی نے توڑا۔

"ہم اپنے مباحثہ سے بہت دور ہو گئے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا سوال اب بھی سوال ہے۔"

"میری نجی زندگی کے متعلق۔"

"آپ کی بیوی کے متعلق۔"

"لیکن تم کیوں جاننا چاہتی ہو۔ پھر میں بتا چکا ہوں کہ میں تین بچوں کا باپ ہوں۔

اور . . . . . . "

"اور آپ کی لو میرج ہوئی تھی۔" اروشی نے لقمہ دیا۔ "لیکن اس کے باوجود یہ وہ جواب نہیں جو میں سننا چاہتی ہوں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"یہی کہ آپ کی شادی شدہ زندگی ناکام ہے۔" اروشی نے پورے اعتماد سے کہا۔

"تم یہ کیوں کر کہہ سکتی ہو۔"

"میں لڑکی ہوں۔ عورت ذات ——— رات میں نے آپ کے گھر فون کیا تھا۔ فون آپ کی بیوی نے اٹھایا تھا۔"

"کتنے بجے؟"

"تقریباً ساڑھے آٹھ بجے۔ میرا خیال تھا کہ اگر آپ شوٹنگ نہیں کر رہے ہیں تو گھر

پر ہوں گے۔ اور جانتے ہیں۔ مجھے کیا جواب ملا؟" اروشی نے کہا۔

"میں سننا چاہوں گا۔"

"آپ کی بیوی نے جب میرا نام پوچھا تو چلا کر بولیں۔" میں سب جانتی ہوں تم میرے شوہر کو خط لکھتی ہو۔"

میں نے جواب دیا یہ درست ہے وہ آپ کے شوہر ہیں۔ لیکن وہ ایک فنکار ہیں اور فنکار کے مداح بھی ہوتے ہیں۔ اور شیدائی بھی۔ اس پر وہ مجھ پر برس پڑیں۔ میں ان کے خلاف نہیں کہہ رہی ہوں۔ لیکن مجھے یہ ناگوار گذرا۔ ایک نامور فنکار کی بیوی کو اتنا تنگ نظر نہیں ہونا چاہیئے کہ ان کا خاوند ایک نامور فنکار ہے۔ اس کے مداح ہیں۔ لوگ انہیں خط لکھتے ہیں۔ ان کی تصویریں اپنے ڈرائنگ روموں میں لگاتے ہیں۔

معاف کیجیئے ان کی باتوں سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے خاوند کی شہرت سے بدظن ہیں۔" اروشی نے وجہ بتائی۔

شو نے جواب نہ دیا۔ آخر یہ حقیقت تھی۔ اور اسے یہ اٹھارہ انیس برس کی لڑکی بھی جان گئی تھی۔

"ہر عورت دوسری عورت کو شک کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔" شو نے اپنی بیوی پہ پردہ ڈالنا چاہا۔ لیکن وہ ڈال نہ سکا۔

"لیکن فنکار کی عورت کو تنگ نظر نہیں ہونا چاہیئے۔ میں تو یہاں تک کہوں گی کہ وہ آپ کی شہرت سے حسد کرتی ہیں۔"

"نہ کیوں کر؟"

"میں نے پوچھا شو صاحب کس وقت گھر لوٹیں گے؟"

"کیا جواب ملا؟"

"اس وقت شراب پی رہے ہوں گے پھر بازاری عورتوں کے ہاں جائیں گے۔ گانا سنیں گے۔ اور جب بازار بند ہو جائے گا تو گھر چلے آئیں گے"۔ ——— اروشی نے ریتا کے الفاظ دوہرائے۔ "اب آپ خود ہی جواب دیجئے کیا کوئی ہندو عورت اپنے خاوند کے متعلق کسی اجنبی سے فون پر ایسی بات کہہ سکتی ہے۔ میں ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ فنکار حسن کا پجاری ہوتا ہے۔ فن اور حسن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لیکن ایک بیوی اپنے اس خاوند کے متعلق ایسا کہے جو امر فنکار ہو تو کوئی کیا اخذ کر سکتا ہے"۔

اشو خاموش رہا۔ تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ ریتا نے اب اسے ذلیل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اروشی ٹھیک کہہ رہی تھی کہ ایک اجنبی لڑکی کو فون پر اپنے خاوند کے متعلق ایسی باتیں کہنے والی عورت کی شادی شدہ زندگی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اشو چاہتا تھا کہ وہ بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ یہ الفاظ حقائق سے پر تھے۔ اروشی کے الفاظ میں ہمدردی اور خلوص تھا۔ آج جب چاروں طرف خود غرض لوگ اسے گھیرے ہوئے تھے۔ یہ معصوم اور نوعمر لڑکی اس کے زخموں پر مرہم لگا رہی تھی۔ اس کے جی میں آئی کہ وہ تسلیم کر لے کہ اس کی زندگی دوزخ سے بدتر ہے۔ وہ زندہ رہ کر بھی مردے سے بدتر ہے۔ لیکن نہیں ——— وہ اس اجنبی لڑکی کو اس آسانی سے رازداں کیونکر بنا سکتا تھا۔

لیکن اب راز، راز ہی کہاں رہ گیا تھا۔ گھر کی بات گھر کی چار دیواری سے نکل کر اشتہار عام بن کر رہ گئی تھی۔ اگر ریتا نے اخلاق، آداب، مروت اور دنیا داری کی تمام

حدود اور بندشیں توڑ ڈالی تھیں۔ تو اب وہ مسمار شدہ قصر کو کون سے ستونوں پر کھڑا کر سکتا تھا۔ وہ تنہا اس آوارہ اخلاق کی گرتی دیوار کو کہاں روک سکتا تھا۔ اس انکشاف کے بعد کہ رینا نے پہلی ہی ملاقات میں ایک اجنبی اور غیر متعارف لڑکی کو فون پر اس کی نجی اور پرائیویٹ زندگی کو ننگا کر ڈالا تھا۔ وہ کب تک رینا کی حماقتوں پر پردہ ڈالتا رہے گا۔ کب تک اس کی لغزشوں کو نظر انداز کرتا رہے گا۔

وہ گھر جو اس نے برسوں کی تگ و دو کے بعد بنایا تھا۔ ٹوٹ چکا تھا۔ اس گھر کو بنانے میں جو بندھن اور پیمان وابستہ تھے، وہ ختم ہو گئے تھے۔ اب تو یہ محض ڈھکوسلا تھا کہ وہ ایک کامیاب شخص اور کامیاب خاوند تھا۔

"آپ کس سوچ میں کھو گئے" اروشی نے اسے سوچ میں ڈوبا پا کر کہا "میرا قطعی یہ مطلب نہ تھا کہ میں میاں بیوی میں کشیدگی پیدا کروں۔ لیکن آپ خود ہی غور فرمائیے ایک ہندو عورت جب اپنے خاوند کے متعلق ایسی باتیں کہی گی تو سننے والا کب یقین کر سکتا ہے کہ شادی کامیاب ہے ——— ہاں! یہ آپ کی بلند ظرفی ہے کہ آپ ان حالات میں بھی اپنی بیوی کے اعمال پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ واقعی آپ عظیم فنکار ہیں۔ ایک طرف ایسی کہانیاں پیش کرتے ہیں جن میں عورت کو گرا دیتے ہیں اور اسے قابل تحقیر پیش کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنی زندگی میں ——— حقیقی زندگی میں قابل تحقیر عورت کو قابل پرستش بنا کر پیش کرتے ہیں"۔

"اروشی" اشو نے بوجھل آواز میں کہا "تمہیں ایسا کوئی حق حاصل نہیں کہ تم میری بیوی پر الزامات لگاؤ"۔

"میں معافی چاہتی ہوں، اگر میری زبان سے کوئی ناجائز جملہ نکل گیا ہو۔ میں شاید

کم عمری کی وجہ سے اپنے جذبات اور تاثرات بیان کر دیتی ہوں۔ گھر میں بھی تمام افراد مجھے منہ پھٹ کہتے ہیں۔" اروشی نے کہا۔

رشو چاہتا تھا کہ اروشی سے کہہ دے کہ وہ چلی جائے اسے کوئی حق حاصل نہیں کہ اس کی پرائیویٹ زندگی میں دخل دے۔ لیکن وہ اتنا کمزور ثابت ہو رہا تھا کہ یہ کہنے کی جگہ کہہ اٹھا۔

"اروشی کیا تم اور باتیں نہیں کر سکتی ہو؟"

"میں معافی چاہتی ہوں کہ آپ کو میری باتوں سے تکلیف پہنچی ——— اگر آپ چاہیں تو میں چلی جاتی ہوں۔"

"نہیں نہیں! تم بیٹھو۔" رشو بے اختیاری میں کہہ گیا۔ "لیکن ساتھ ہی وہ سوچنے لگا کہ اس نے کیوں نہ کہہ دیا کہ چلی جاؤ۔

پندرہ منٹ تک پھر کسی نے بات نہ کی۔

کچھ کاروباری لوگ آ گئے۔ انہوں نے اروشی کو کمرے میں بیٹھا دیکھا تو للچائی نگاہوں سے دیکھتے اور باتیں رشو سے کرتے رہے۔ ان کی دانست میں یہ نئی ہیروئن تھی یا ہیروئن بننے کے خواب لینے والی لڑکی تھی۔

•

اس روز اروشی تین بجے بعد دوپہر چلی گئی۔ ابھی اس کا شہر میں قیام تھا۔

⁘

تیسرے روز شنو دفتر میں دیر سے داخل ہوا تو ارشی کو اپنے کمرے میں موجود پایا۔

"میں آپ کا ایک گھنٹہ سے انتظار کر رہی ہوں۔" ارشی نے کہا۔

"ہوں ——" شنو نے وضاحت نہ کی کہ وہ کیوں دیر سے آیا ہے۔

"آپ گذشتہ دو روز سے گھر سے غائب ہیں۔ کہاں رہے؟"

"ایک دوست کے ہاں۔" شنو نے بھاری آواز میں کہا۔

"صبح سے اب تک تو کہہ نہیں سکتی، لیکن میرے ایک گھنٹہ کی موجودگی میں گھر سے تین بار فون آ چکا ہے۔ آپ کے منیجر نے جواب دیا کہ آپ ابھی دفتر نہیں آئے۔ میں پرسوں بھی آئی تھی، کل بھی —— اور انتظار کر کے چلی گئی تھی۔"

شنو خاموش رہا۔

"جس روز آپ سے ملاقات ہوئی تھی، اس شام آپ گھر گئے تھے۔ لیکن اگلے روز صبح ہی صبح آپ گھر سے چلے آئے اور پرسوں سے اب تک کسی کو کوئی علم نہیں کہ آپ کہاں تھے۔" ارشی نے جذباتی لہجہ میں کہا۔

"کہا تو ہے کہ ایک دوست کے ہاں۔" رشو نے تلخ لہجہ میں کہا۔

"لیکن کیا کرتے رہے؟"

"شراب پی رہا تھا۔ دن رات پی رہا تھا۔ پی پی کر تھک جاتا تو سو جاتا۔ جب آنکھ کھلتی تو پھر پینا شروع کر دیتا۔ اور بتاؤ کیا جاننا چاہتی ہو۔" رشو نے غصّے بھرے لہجے میں کہا۔

اروشی سہم گئی۔ "بس ......"

"نہیں اب سن لو۔ اس روز تمہاری وجہ سے گھر میں جھگڑا ہوا تھا۔ اور میں اسی شام گھر چھوڑ رہا تھا۔ لیکن ارپنا نے میرا راستہ روک لیا ——— پھر ایک طوفان برپا ہو گیا۔ وہ طوفان جو برسوں سے رکا ہوا تھا ——— جس طوفان کو اب مزید نہ روکا جا سکتا تھا۔" رشو نے بھاری آواز میں کہا۔ اروشی نے اس کا چہرہ دیکھا تو رشو کی آنکھوں میں یاسیت، افسردگی اور ملال تھا۔ اتنی ویران آنکھیں اس نے کبھی نہ دیکھی تھیں۔

مینیجر اندر آ گیا۔

"صاحب! آپ گھر فون کر لیں ——— یا مجھے اجازت دیں تو میں فون کر دوں۔"

"میں کر دوں گا۔" رشو نے کہا۔ "اور کسی کو میرے کمرے میں نہ بھیجنا۔"

"بہتر ———" کہہ کر مینیجر نے اروشی پر نگاہ ڈالی اور کمرے سے نکل گیا۔

"میری وجہ سے۔" اروشی نے آہستہ سے کہا۔ اس کی آواز بھاری تھی اور آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ "نہ معلوم مجھے کب سکون ملے گا۔ میں جسے بھی اپنا سمجھتی ہوں اسے میری ذات سے تکلیف پہنچ جاتی ہے۔"

رشو نے جواب نہ دیا۔

"اچھا ـــــــ" کہہ کر وہ پرس اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ "میں اجازت چاہتی ہوں۔ میری غلطیاں معاف کر دیجئے گا۔"

شنو خاموش رہا۔

اروشی جانا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن وہ جانے پر مجبور کر دی گئی تھی۔ وہ تذبذب میں گرفتار تھی۔ شنو نے اسے اجازت نہ دی تھی۔ اور اب وہ جانے کے لئے کھڑی ہو گئی تھی۔ تو اسے بلا اجازت بیٹھ جانے کا حق بھی حاصل نہ تھا۔

یہ مشکل بھی آسان ہو گئی۔ اسی لمحہ شنو کی بڑی لڑکی کرن اور لڑکا روی اندر آ گئے۔

کرن تو کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اروشی کو ایسی نظروں سے دیکھا جن میں گلا تھا کہ یہ تم ہو جس نے میری ممی اور ڈیڈی میں جھگڑا کھڑا کر رکھا ہے۔

روی بے فکری سے میز پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

"ڈیڈی آپ گھر کیوں نہیں آتے؟" روی نے غصے بھرے لہجے میں شکایت کی۔

"ذرا کام تھا۔" شنو نے جواب دیا۔

"لیکن ان دنوں شوٹنگ تو نہیں ہو رہی ہے؟"

"یہ بتاؤ کیا پیو گے؟" شنو نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"کولا ـــــــ اور پیسٹری بھی کھاؤں گا۔" روی نے لاپرواہی سے کہا۔

"روی ـــــــ کرسی پر بیٹھو۔" کرن نے کہا۔

"تم چپ کرو ـــــــ یہ میرے ڈیڈی کا دفتر ہے۔" روی نے ڈانٹ کر کہا۔

"کیا میرے ڈیڈی کا نہیں! لیکن اچھے لڑکے کرسی پر بیٹھتے ہیں۔" کرن نے کہا۔

"تم چپ رہو۔" روی نے غصے سے کہا۔

"بہت شریر ہو۔" اروشی نے پیار سے روی کے رخسار پر چپت لگائی۔ "بڑی دیدی سے اس طرح بولتے ہو۔"

"تم کون ہو؟" روی نے کہا۔

"نہیں ——— میں اروشی ہوں۔" اروشی نے مسکرا کر کہا۔

"تو میں کیا کروں۔" روی نے جواب دیا۔

شِو نے چپڑاسی کو بلانے کے لئے گھنٹی دی تھی۔ چپڑاسی آیا تو شِو نے کولا لانے کے لئے کہا۔ اروشی نے لعداد نی تو سمجھ گئی کہ اس کے لئے بھی کولا آرہا ہے۔ وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے جانے کا ارادہ ترک کر ڈالا۔

"ڈیڈی آپ نے کل وہسکی پی تھی؟" روی نے سوال کیا۔

"ہاں ———" شِو نے جواب دے کر اروشی کو دیکھا جو دلچسپی سے سن رہی تھی۔

"پھر سوڈا کس نے ڈالا تھا؟" روی نے پوچھا۔

"میں نے خود ہی۔"

"مجھے کیوں نہیں بلایا۔" روی نے کہا۔

"غلطی ہو گئی۔" شِو نے مسکرا کر کہا۔

"پھر ایسی غلطی نہ کیجئے گا۔"

"نہیں کروں گا۔"

اروشی باپ بیٹے کی گفتگو سے محظوظ ہو رہی تھی۔ وہ ایک گھنٹہ بیٹھے رہے۔ اروشی کرن سے باتیں کرتی رہی۔

ایک گھنٹہ بعد شِو نے کہا۔ "بیٹا اب تم گھر جاؤ۔"

کرن تیار ہو گئی۔ "ڈیڈی آج شام کو آپ گھر آ رہے ہیں؟"

"ہاں بیٹی۔" شنو نے جواب دیا۔

"چلو روی۔" کرن نے کہا۔

"میں نہیں جاؤں گا۔ میں یہاں ہی رہوں گا۔ اور شام کو ڈیڈی کے ساتھ آؤں گا۔"

روی کا یہ فیصلہ دے ڈالا۔

"نہیں بیٹے! بچے دفتر میں بہت دیر نہیں بیٹھتے۔ تم گھر چلو۔ میں شام کو آ جاؤں گا۔"

شنو نے پیار سے سمجھایا۔

"نہیں۔" روی نے صاف انکار کر دیا۔

دس منت سمجھانے کے باوجود، دس روپے دینے کے باوجود اور ہر قسم کا لالچ دینے کے باوجود روی گھر جانے پر رضامند نہ ہوا ——— اور جب روی گھر کے لئے روانہ ہوا تو وہ رو رہا تھا۔ دفتر کے باہر نکل کر اس نے پھر ضد پکڑ لی کہ وہ گھر نہ جائے گا۔

بالآخر وہ بڑی منت سماجت سے گھر جانے پر رضامند ہوا۔

جب وہ چلے گئے تو شنو خیالات میں گم ہو گیا اب اس کی گھریلو زندگی اروشی کے سامنے عیاں تھی۔ وہ اب پردہ نہ ڈال سکتا تھا۔ لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ اروشی کرن سے کب ملی تھی۔

لہٰذا اس نے سوال کر ڈالا۔

"تم کرن سے پہلے کبھی ملی ہو؟"

"جی ہاں۔"

"کب؟"

"کل ——— میں آپ کے گھر گئی تھی۔ وہاں سب سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"ملاقات" ——— اور تم پہلے روز کہہ رہی تھیں کہ فون پر ریتا نے تمہیں کچھ غلط باتیں کہی تھیں؟"

"لیکن کل ان کا رویہ بدلا ہوا تھا۔"

"اس لئے کہ میں گھر نہیں گیا۔"

"جی ہاں! بلکہ انہوں نے التجا کی تھی کہ میں آپ کو گھر جانے پر مجبور کروں۔"

"اور ———" کہہ کر ششی سوچ میں کھو گیا۔

ریتا کو وہ آج تک نہ سمجھ سکا تھا۔ پہلے اروشی کو سخت سست کہا ——— اور جب دیکھا کہ خاوند نے گھر چھوڑ دیا تو اسی اروشی سے التجا کی کہ اس کے خاوند کو گھر آنے پر مجبور کرے۔ پہلے اروشی سے لڑتی، پھر اروشی کے آگے ملتجی ہوتی۔

پندرہ منٹ بعد اروشی چلی گئی۔

⁂

اسی روز شام کو دفتر خالی ہو گیا تو نشو دفتر میں تنہا بیٹھا وسکی پی رہا تھا۔ دروازہ کھلا تو اروشی اندر آ گئی۔

"تم ——— اس وقت ——— ؟" نشو نے حیرت زدہ لہجہ میں کہا۔

"جی ہاں! مجھے یقین تھا کہ آپ گھر نہ جائیں گے۔ اور میں ادھر سے گزری تو دفتر میں روشنی پائی۔" کہہ کر اروشی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"چپراسی جا چکا تھا۔ میں تمہارے پینے کے لئے کیا منگاؤں؟"

"کچھ نہیں! میں آپ کو پیتا ہوا دیکھ کر اپنی پیاس بجھا لوں گی۔" اروشی نے کہا۔

"ہوں ———" کہہ کر نشو نے گلاس خالی کر دیا۔ وسکی ڈال کر وہ سوڈا اٹھانے کے لئے جھکا تو چونک کر بول پڑا۔ "ارے! میں نے اسے دیکھا ہی نہیں تھا" اور دوسرے لمحہ اس کے ہاتھ میں کوکا کی بوتل تھی۔

"لو ——— یہاں ہی کام بن گیا۔" کہہ کر نشو نے کوکا کی بوتل کھول کر بڑھا دی۔ اور اپنا گلاس بنانے لگا۔

"کہتے ہیں کہ فنکار کے فن سے اس کی شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور جب میں نے پہلے روز آپ کو دیکھا تھا تو آپ ہو بہو وہی تھے جو خاکہ میں نے تصور میں آپ کا بنا رکھا تھا۔"

"یہ تم نے اس روز بھی کہا تھا۔" شِو نے اداس آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن اب میں آپ کے متعلق کچھ ایسی باتیں کہنا چاہتی ہوں جو محض میرے ذہن اور تخیل کی پیداوار ہیں —— جنہیں آپ نے کبھی پیش نہیں کیا۔" اروشی نے کہا۔

"میں سن رہا ہوں۔"

"آپ نے کہا تھا کہ ریتا سے —— کیا میں یہ نام لے سکتی ہوں؟"

"مجھے اعتراض نہیں۔"

"شکریہ! ہاں میں کہہ رہی تھی کہ آپ نے ریتا سے لَو میرج کی۔"

"میں نے یہی کہا تھا۔"

"اس کے باوجود یہ آپ کا پہلا عشق نہ تھا۔ آپ کو پہلے عشق میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا اور اس کی تلخ یاد آج تک آپ کے شعر میں رچی ہوئی ہے۔" کہہ کر اروشی خاموش ہو گئی۔

"میں سن رہا ہوں۔" کہہ کر شِو نے اپنے اضطراب کو دبانے کے لئے گلاس خالی کر دیا۔ تیر نشانے پر پڑا تھا۔ اروشی کا قیافہ درست نکلا۔ "وہ ٹریجڈی کیا تھی یہ آپ بتا سکتے ہیں؟"

شِو وہسکی ڈال رہا تھا۔ وہ زیر لب مسکرایا اور بولا۔ "کیا تم نہیں بتا سکتی ہو؟"

"یہ تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ ٹریجڈی تھی۔ اور اگر میں غلط نہیں ہوں تو آپ نے اس

لڑکی کا دل توڑا تھا۔ اس لیے آج ریتا آپ کے دل کو مجروح کر رہی ہے۔" اروشی نے کہا۔

"ہوں۔ آگے بتاؤ۔"

"میں جیوتشی تو نہیں ہوں۔ لیکن آپ تنہائی پسند کرتے ہیں۔"

"درست ——— اور۔"

"آپ وہسکی سے خود کو ختم کر رہے ہیں۔" اروشی نے ٹھہر کر کہا۔

شنو نے جواب نہ دیا۔ وہ پائنٹ بوتل خالی کر چکا تھا اور اب اس پر نشہ طاری تھا۔ نشے نے اسے دلیر بنا ڈالا تھا یا جذباتی۔

"اروشی! تم نے میرے ماضی اور زخموں کو کرید ڈالا ہے۔"

اروشی اپنی فتح پر زیر لب مسکرا دی۔

"وہ ٹریجیڈی ظہور میں کیسے آئی؟"

"میں ان دنوں بیکار تھا۔ اور دیدی کے پاس رہا کرتا تھا۔ شمشی مجھے خاموش پیار کرتی تھی۔ اس نے کبھی اظہار نہ کیا تھا۔ لیکن دیدی جانتی تھی۔ میں شرمیلا لڑکا تھا۔ بےحد شرمیلا ——— پھر بات کیوں کر بن سکتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ میں اظہار کروں گا۔ لیکن میں فکرِ معاش سے پریشان رہا کرتا تھا۔ پھر اس کی شادی ہو گئی۔ دیدی نے اسے دلہن بنایا تو اس نے کہا۔

"دیدی مجھے آپ پر بڑا وشواس تھا۔ مجھے یقین تھا کہ آپ دلہن بنا کر اپنے گھر لے جائیں گی ———"

"پھر ———؟" اروشی نے بےچین ہو کر پوچھا۔

"پھر ———" شنو نے گہرا سانس لیا اور گلاس سے گھونٹ بھرا۔ "اس نے

سہاگ رات کو خودکشی کر لی۔ جب خاوند کمرے میں داخل ہوا تو وہ مر چکی تھی۔"

"اف میرے بھگوان!" اروشی نے ہمدردی سے کہا۔ "اتنی بڑی قربانی! خاموش رہ کر۔"

شونے جواب نہ دیا۔ وہ ماضی میں کھو گیا تھا۔ اروشی اس کے چہرے پر بکھرے کرب کا جائزہ لے رہی تھی۔ جب اس نے آنکھیں اٹھائیں تو وہ پرنم تھیں۔

"آپ شراب سے خود کو ختم کیوں کر رہے ہیں؟"

"پہلے تم میری بات کا جواب دو۔ یہ درست ہے کہ فن کار کو اس کے مداح ملتے ہیں۔ لیکن تم ایک بار ملیں ——— پھر آج دن میں یہاں آئیں۔ اور اب اس وقت اس تنہائی میں یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں شراب پی رہا ہوں۔ تم ایک جوان خوبصورت لڑکی ہو۔ تم کیوں چلی آئی ہو۔ کیا تم کہیں مجھ سے ......"

"پلیز ———" اروشی بول پڑی۔ "وہ عظیم لفظ زبان سے ادا نہ کیجئے۔ وہ کہنے کی چیز نہیں ——— سمجھنے کی چیز ہے۔"

"نہیں ——— اروشی نہیں!" شو چلا سا پڑا۔ "پاگل نہ بنو۔ میری عمر چالیس کے لگ بھگ ہے۔ پھر کرن کی عمر پندرہ کے قریب ہے۔ اور تم اٹھارہ انیس برس کی ہو۔"

"اٹھارہ برس کی۔" اروشی نے پورے اعتماد سے کہا۔ "لیکن عمر کی قید ——— اونہہ ———"

"اروشی تم جانتی ہو یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" شو چونک پڑا۔ "تو اجنٹے نے ٹھیک کہا تھا کہ ششی مری نہیں۔ وہ ایک بار پھر آئے گی۔ اور آج انیس برس بعد آ گئی تھی۔

"میں جانتی ہوں۔" اروشی نے آہستہ سے کہا۔

شونگایٔں نہ ملا رہا تھا۔ اس نے گلاس خالی کر دیا۔ "نہیں نہیں یہ ناممکن ہے

ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔"

"آپ ایک عظیم فنکار ہیں۔ اور آپ کے فن کی اس ملک کو ضرورت ہے۔ ایک عورت کی خاطر یہ ملک ایک عظیم فنکار سے محروم نہیں ہو سکتا۔" اروشی نے جذباتی لہجہ میں کہا۔

"کیا تم جانتی ہو کہ اختلاج قلب کی وجہ سے میں تین برس سے زائد زندہ نہ رہوں گا؟" شونے بھاری آواز میں کہا۔

"تین برس ——— خوشی کے لمحات تو صدیوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ پھر یہ تو لمحات کی بات نہیں بلکہ تین برس کی بات ہے۔ اور کون جانتا ہے کہ وہ زخم مندمل ہو جائے اور تین برس تیس برس بن جائیں۔"

"نہیں ——— نہیں ———" شونے تڑپ کر کہا۔

"کیوں نہیں ——— آپ زندگی سے کیوں مایوس ہو گئے ہیں۔ ایک عورت کی خاطر یہ ملک ایک عظیم فنکار سے محروم نہیں ہو سکتا۔ اور اس عظیم فنکار کو زندہ رکھنے کے لئے کوئی بھی قربانی کم نہیں۔"

"لیکن تم ڈاکٹر سے عشق کرتی ہو۔ اس کے ساتھ شادی کر چکی ہو۔ خواہ مندر میں ہی سہی۔

پھر ———"

"میں وہ بندھن توڑ دوں گی۔"

"پاگل نہ ہو ———" شونے چلا کر کہا۔ "ایسا ناممکن ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اجنٹے نے کہا تھا کہ شنتی مری نہیں، وہ زندہ ہے، اور جب اٹھارہ برس کی ہو جائے گی تو مجھے ملے گی۔ اور تم وہ شنتی ہی ہو، جو اروشی بن کر آئی ہو۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا، کبھی

نہیں ——— میں نے اپنی تمام خواہشات کو فنا دیا ہے۔ میں نے ارمان اور آرزوئیں کو جلا ڈالا ہے۔ اب میں پھر سے زندگی شروع نہیں کر سکتا۔"

"لیکن ایک فنکار کو اس طرح مرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی"۔ اروشی نے اونچے لہجہ میں کہا۔

"نہیں۔ اروشی نہیں ———" کہہ کر فرط جذبات سے شِو نے آنکھیں کھولیں۔ "میرا نام شِو ہے۔ اور بھگوان شِو کلا کا دینے والا ہے۔ لیکن وہ پاربتی کے علاوہ اور کسی کا نہ ہو سکا۔"

"یہ محض بھلاوا ہے ——— آپ ایک بار کوشش تو کر دیکھئے۔"

"اب نہیں ——— اب بہت دیر ہو گئی ہے"۔ شِو نے کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "اروشی تم یہاں سے اب چلی جاؤ۔ ایک فنکار کو فن کی بلندیوں پر رہتے ہوئے موت سے کھیلنے دو۔ میرے پاس دولت ہے ——— شہرت ہے ——— لیکن میں مرنا چاہتا ہوں۔ یہ میں ٹھان چکا ہوں اور میرے اس عزم کو اب دنیا کی کوئی بھی عورت متزلزل نہیں کر سکتی۔ میں نے جو برسوں کی تگ و دو سے گھر بنایا تھا، وہ میرا نہ رہا۔ اب نئے سرے سے گھر بنانے کا خیال ——— محض ایک سراب ثابت ہوگا۔ میں جانتا ہوں شراب نے مجھے ختم کر ڈالا ہے۔ میرے پھیپھڑے اور جگر ختم ہو چکے ہیں۔ دنیا کا کوئی ڈاکٹر ان کا علاج نہیں کر سکتا۔ اور میں نے ششی کا دل توڑا تھا۔ اور مجھے اس کی سزا ملی۔ پھر تم کسی کی امانت ہو۔ تم شادی شدہ ہو۔ میں ...."

"میں نے کہا ہے کہ میں وہ بندھن توڑ دوں گی"۔ اروشی نے جذباتی لہجہ میں کہا۔

"تو صاف الفاظ میں سن لو۔" کہہ کر شِو نے آنکھیں کھولیں۔ اس کی آنکھیں نمناک تھیں۔ "اکیس برس کی بیوہ، بیوہ نہیں ہو سکتی۔ وہ بیوہ نہیں دکھائی دیتی۔ تین برس بعد

رہتا یہ وہ دکھائی دے سکتی ہے۔ تین بچّے ——— کرن اٹھارہ برس کی ہوگی۔ رِدی تیرہ برس کا ——— لیکن جب کرن کی شادی کا پروگرام بن رہا ہوگا، تم اکیس برس کی بیوہ کیا دکھائی دو گی۔ اور اس سے زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہوں گا کہ مجھے ایک بیوہ چھوڑنے دو۔ دو نہیں "

"پھر وہی برسوں اور دِنوں کی قید۔ جب چالیس برس میں آپ سکون نہ پا سکے تو کیا تین برس کا سکون سرمایہ حیات نہ بن جائے گا" اروشی نے پورے اعتماد سے کہا۔

"نہیں نہیں۔ میں اتنا خودغرض نہیں ہو سکتا کہ اپنے تین برس کی مسرت کی خاطر تمہیں تمام عمر جلنے کے لئے چھوڑ جاؤں۔ نہیں۔ اروشی۔ نہیں۔ خدارا تم یہاں سے چلی جاؤ۔ اور اب کبھی نہ ملنا ——— صرف اپنی شادی کا دعوت نامہ بھیجنا۔ اور میں تمہاری شادی میں شرکت کروں گا۔ میں تمہیں آشیرباد دوں گا۔ تم سدا سہاگن رہو۔ ہمیشہ خوش و خرم رہو۔ اپنے خاوند سے پیار کرنا۔ یہ میری دعا ہے۔ اور یاد رکھنا فنکار اس دنیا کو کچھ دینے کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ یہ دنیا اسے کچھ نہیں دے سکتی۔ اگر کچھ دے سکتی ہے تو وہ صرف تاریکیاں ہیں۔ تاریکیاں ——— اور کچھ نہیں۔ میرے گھر پہ، میری زندگی پہ اتنی تاریکیاں چھا چکی ہیں کہ انہیں دور کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ میں گھر کو شعلوں کی نذر کر دوں، تاکہ شعلوں کی روشنی ان تاریکیوں کو دور کر دے۔ میں اور تم کبھی ایک نہ ہو سکیں گے۔ ہم ہر جنم میں بچھڑنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اب تو ہماری عمر میں بھی خلیج حائل ہو گئی ہے۔"

کچھ دیر کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔

"اچھا میں جا رہی ہوں" کہہ اروشی کھڑی ہو گئی۔

"بہتر ——— میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" شنو نے بھاری آواز

میں کہا۔

"اچھا میں جا رہی ہوں۔ لیکن جانے سے پہلے صرف ایک بات کہوں گی" کہہ کر سارونجی ایک لمحہ کے لئے چپ کر گئی۔ وہ اپنی بات کا ردِ عمل دیکھنا چاہتی تھی۔

جواب میں شِرنے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جیسے یہ بات کہنے کی اجازت تھی۔

"آپ اپنے فن سے عشق کرتے ہیں؟"

"ہاں" شِو نے تسلیم کیا۔

"آپ کی شادی شدہ زندگی بگڑ گئی ہے۔ شادی فیل ہو گئی ہے جب آپ ریتا سے پہلے ششی سے عشق کرتے تھے اور ششی اس دنیا میں نہ رہی تو کیا آپ نے دنیا کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ جب آپ ریتا سے نہیں بلکہ اپنے فن سے عشق کرتے ہیں۔ اور آپ نے فن نے آپ کے ساتھ بیوفائی نہیں کی پھر آپ اپنی جان کے دشمن کیوں بنے ہیں۔ فن کا عشق آپ کو زندہ رہنے پر مجبور نہیں کرتا ——— ہ کیا تخریب کو روکا نہیں جا سکتا۔ آپ ایک فنکار ہیں اور فن آپ کی زندگی ہے ——— ایک عورت آپ کی زندگی نہیں۔ ایک عورت فیل ہو گئی ہے، اگر آپ دوسری عورت پر اعتماد نہیں کرنا چاہتے تو نہ کیجئے۔ لیکن اپنے فن پر تو اعتماد کیجئے۔"

شِو نے جواب نہ دیا۔

"اب آخری بات۔"

شِو نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"وعدہ کیجئے کہ آپ میری شادی میں شرکت کریں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"شکریہ ——————" کہہ کر اروشی نے شو کے پاؤں کو ہاتھ لگایا۔ اور کمرے سے نکل گئی۔

❖

اروشی چلی آئی۔ لیکن وہ شکست تسلیم نہ کر سکتی تھی۔ اس نے پبلک کال آفس تلاش کیا اور شنو کے گھر کا نمبر ملایا۔

فون ریتا نے اٹھایا۔

"کیا میں ریتا دیوی سے بول سکتی ہوں۔" اروشی نے بھاری آواز میں کہا۔

"میں بول رہی ہوں۔"

"میں اروشی ہوں۔"

"اروشی تم کہاں ہو۔ اور شنو کہاں ہیں؟"

"آپ اپنے خاوند کے متعلق مجھ سے پوچھ رہی ہیں۔ میں نے تو اس خیال سے فون کیا تھا کہ وہ گھر پر ہوں گے۔ اور میں ان سے بات کرنا چاہتی تھی۔"

"لیکن تین دن سے ان کا کچھ پتہ نہیں۔ کرن نے بتایا تھا کہ آج دفتر میں تم بھی بیٹھی تھیں۔" ریتا نے کانپتی آواز میں کہا۔

"یہ درست ہے! لیکن انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ آج شام گھر جائیں گے۔ میں

نے اسی لئے فون کیا تھا کہ دریافت کروں وہ پہنچ گئے ہیں یا نہیں۔"

"نہیں۔ وہ ابھی تک نہیں آئے۔"

"تو یقیناً کہیں بیٹھے شراب پی رہے ہوں گے۔" اروشی نے آہستہ سے کہا۔

"شراب ــــــ شراب! نہ معلوم یہ شراب کیا گل کھلائے گی۔" ریتا نے جذباتی لہجہ میں کہا۔

"آپ ہی تو ان کی شراب کی ذمہ دار ہیں۔ پھر آپ کیوں شراب کو کوستی ہیں۔"

"میں ــــــــــ ؟" ریتا نے بھاری آواز میں کہا۔

"ہاں آپ ــــــــــ اور صرف آپ ــــــــــ اور یقین کیجئے ایک روز یہ شراب ان کی موت کا باعث ہوگی۔ اور یہ ملک ایک عظیم فنکار سے محروم ہو جائے گا۔"

"اور اس کی ذمہ دار میں ہوں۔ تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ مجھے اپنا سہاگ عزیز نہیں۔" ریتا نے لہجہ بدل کر کہا۔

"میں کیا آج دنیا کہہ رہی ہے۔ دیکھئے ریتا دیوی آپ ان کی بیوی ہیں۔ اس لئے قدرتی طور پر یا سماج کے بندھنوں کی وجہ سے آپ کا ان پر حق ہے۔ یا زیادہ حق ہے۔ لیکن آپ یہ کیوں بھول رہی ہیں کہ وہ ایک فنکار ہیں۔ اور فنکار کسی کی جائیداد یا جاگیر نہیں ہو سکتا۔"

"نہیں! وہ پبلک باتھ روم ہے۔ جسے ہر شخص استعمال کر سکتا ہے۔ اور تمہارا ابھی اتنا ہی حق ہے۔ جتنا میرا ہے۔ اور میں نے جب غربت افلاس اور بھوک آپ کے عظیم فنکار کے ساتھ گذاری تو اس وقت تم کہاں تھیں۔"

"میں پیدا نہ ہوئی تھی۔" اروشی نے برجستہ جواب دیا۔

"ایک تم ہی نہیں، کوئی بھی عورت پیدا نہ ہوئی تھی۔ جو آج ان پر حق جتاتی ہیں، اور مجھے سمجھاتی ہیں کہ میں اس عظیم فنکار کو اپنی جاگیر یا جائیداد سمجھتی ہوں۔ لیکن مس اروشی آج وہ فن کی بلندیوں پر ہیں، تو اسے کس نے پہنچایا ہے۔ تم نے ______ جب وہ کچھ نہ تھا تو اس کا کس نے ساتھ دیا تھا ______ آج جب وہ کچھ بن گیا ہے تو تمہاری جیسی درجنوں لڑکیاں اپنا حق جتانے آگئی ہیں۔ اور مجھے سمجھاتی ہیں کہ وہ ملک کی ملکیت ہے۔ وہ میرا نہیں ______ وہ شارع عام ہے یا پبلک باتھ روم ______"

"آپ تو ناحق بگڑ رہی ہیں۔ میں آپ کے جذبات کو ٹھیس نہیں لگا رہی ہوں۔"

"نہیں تم میرے زخموں پر مرہم لگا رہی ہو۔"

"سنیئے تو سہی۔"

"سناؤ۔"

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ یہ درست ہے کہ آپ نے ان کا برے وقت میں ساتھ دیا ہے اور اس وقت ساتھ دیا جب وہ کچھ نہ تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر اب وہ کچھ بن گئے تو آپ انہیں تباہ کر دیں۔"

"تم تو یوں کہہ رہی ہو کہ جیسے مجھے میرا سہاگ عزیز نہیں۔"

"اگر ہے تو ان کی خوشی آپ کی خوشی ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا ہے تو آپ کو اس پر ہی قناعت کر لینا چاہیئے جو آپ کو مل رہا ہے۔"

"خوب! بہت خوب! اس وقت کس نے قناعت کا دامن تھاما تھا جب تین تین روز کا فاقہ نصیب ہوتا تھا۔"

"آپ نے۔" اروشی نے آہستہ سے کہا۔

"پھر اب تم مجھے کیا سمجھانا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ آپ جب انہیں کھو چکی ہیں تو حسد کی وجہ سے انہیں تباہ کیوں کرتی ہیں۔ جب وہ آپ کے نہیں رہے تو آپ جبر سے کام کیوں لے رہی ہیں ــــــ وہ ایک عظیم فنکار ہیں۔ صرف خاوند نہیں۔ انہیں اگر آپ سے پیار تھا......"

"کون کہتا ہے کہ اب نہیں" رینا نے چلا کر کہا۔

"یہ آپ اپنے دل سے پوچھ لیجئے!" اروشی نے آہستہ سے کہا۔ "دیکھئے رینا دیوی آپ مجھ سے عمر میں بڑی ہیں۔ آپ نے ان کا ساتھ دیا ہے۔ انہیں عظیم فنکار بنایا ہے لیکن فنکار کو جتنی ضرورت ہے اتنی ہی پریرنا INSPIRATION کی ہے۔"

"اور وہ پریرنا تم ہو۔"

"نہیں! قطعاً نہیں! لیکن یقین رکھیئے کہ اگر میری وجہ سے وہ زندہ رہ سکتے ہوں تو میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کروں گی۔"

"مس اروشی! یہ قربانی نہیں! محض جنسی ہوس ہے۔ اور کچھ نہیں۔"

"اور آپ نے کبھی ان سے پیار نہیں کیا تھا۔ محض جنسی ہوس کی خاطر شادی کی تھی۔" اروشی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "اور اب آپ انہیں ختم کر رہی ہیں۔ لیکن یقین رکھئے اب وہ کبھی آپ کے نہ ہو سکیں گے۔ جائیے اور جا کر اپنے خاوند کو سنبھال لیجئے۔ وہ دفتر میں بیٹھے شراب پی رہے ہیں۔ لیکن ایک بات یاد رکھئے! ان کی موت پر آنسو نہ بہائیے گا۔"

"شٹ اپ" رینا نے چلا کر کہا۔

"شکریہ! لیکن آپ کس کس کی زبان بند کریں گی۔ یہ حقیقت ہے! کہ ان کی تو اتنی

آپ ہیں۔ اور آپ انہیں قتل کر رہی ہیں۔"
رینا نے غصّے میں فون بند کر دیا۔

⁂

رِشو کے دفتر میں کئی لوگ بیٹھے تھے۔ فلم کی شوٹنگ تھی۔ اس لئے متعلقہ لوگ ہدایت حاصل کر رہے تھے۔

چپراسی نے اندر آکر کارڈ دیا۔

"سرداری لال ——— پیچھے لکھا تھا۔" اگر شششی یاد ہے تو میں چند منٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

رِشو چونک پڑا۔ "انہیں اندر بھیج دو۔" رشو کے حکم دیا۔

"حضور ان کی حالت اور لباس اس قابل نہیں ——— یہ بتانا میرا فرض ہے۔"

"میں انہیں جانتا ہوں۔ لے آؤ ———" رشو نے تحکمانہ لہجہ میں کہا۔

دو منٹ بعد سرداری لال اندر تھا۔ ساٹھ سے زائد عمر، ہڈیوں کا ڈھانچہ — جیسے کسی قحط زدہ علاقہ سے آیا ہو ——— لباس بے حد بوسیدہ ——— بلکہ کسی حد تک پیوند لگا ——— رشو نے کرسی سے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا۔

"تشریف رکھیے" شنو نے کہا۔

سرداری لال بیٹھ گیا۔

پندرہ منٹ میں شنو نے سب کو رخصت کر دیا۔ کمرے میں صرف سرداری لال اور شنو رہ گئے۔ شنو نے ایک بار پھر سرداری لال کا جائزہ لیا۔

"میں آپ کو پہچان ہی نہ سکا۔"

"ہاں شنو! دنیا بدل جاتی ہے۔ آج تم کتنے بڑے آدمی بن گئے ہو۔ مجھے وہ دن ابھی تک یاد ہیں، جب تم پٹرس میں رہا کرتے تھے۔ شششی اور تمہاری دیدی ایک دوسرے کے کتنا قریب تھیں۔"

"آپ کے کاروبار کا کیا حال ہے؟"

"کاروبار ———" سرداری لال کے چہرے پر زہر خندہ مسکراہٹ ابھری۔ "میری شکل و صورت سے کیا دکھائی پڑتا ہے ——— بیٹا کیا مجھے ایک گلاس پانی مل سکے گا۔"

"او معاف کیجیے ———" کہہ کر شنو نے چپڑاسی کو بلایا۔ چائے اور کچھ کھانے کے لئے لانے کا حکم دیا۔

"آپ کا بیٹا کیا کر رہا ہے؟"

"وہ شادی کرا کے الگ ہو گیا۔ تم جانتے ہی ہو، بیٹوں کو بہوئیں لے جاتی ہیں اور لڑکیاں پرائے گھر کی ہوتی ہیں۔ جب میں نے شششی کی شادی کی تھی تو اس کی شادی پر بارہ ہزار روپیہ خرچ کیا تھا۔ اور پگلی لڑکی نے کیا کیا۔ مجھے پہلے بتا دیتی۔ میں ایسا کیوں کرتا۔ لیکن تم نہیں جانتے وہ میرے لئے بہت خوش قسمت واقع ہوئی تھی۔ اس کے

بعد تو کاروبار، گھر سب کچھ بگڑتا ہی گیا ـــــــ جائیداد تک فروخت ہو گئی ـــــــ اور اب میں ایک ایسی کھولی میں رہ رہا ہوں، جہاں تعفن، سیل اور اندھیرا ہے۔"

"اور آپ کی آمدن کے ذرائع کیا ہیں؟"

"آمدن کیا! بس زندہ رہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ایک سستے ریستوران میں ماہوار کھانے کے تیس روپے دے رہا ہوں ـــــــ پندرہ روپے کھولی کا کرایہ ـــــــ دو پیکٹ روز کے سگرٹ ـــــــ سستے سگرٹ ـــــــ دس پیسے کا پیکٹ ـــــــ یعنی بیس پیسے روز ـــــــ صبح ایک چائے ـــــــ"

شبو کے ذہن میں وہ خاموش لڑکی گھوم رہی تھی ـــــــ "آپ کہاں رہتے ہیں؟"

"باندرہ ـــــــ" سرداری لال مسکرایا۔ "میں نے تو سوچا تھا کہ سیر کرنے سے طبیعت سنبھل جائے گی۔ لیکن میں ...."

"کیا آپ باندرہ سے یہاں تک پیدل آئے ہیں؟" شبو نے ذہن میں گنا پورے سات میل بنتے تھے۔ "آپ کے پاس لوکل ٹرین کا کرایہ بھی نہ تھا۔"

"نہیں بیٹا۔ یہ بات نہیں! لیکن ایک پیکٹ سگرٹ کا خرچ تھا۔"

"صبح ناشتہ کیا تھا آپ نے؟"

"میں ناشتہ نہیں کرتا ہوں۔"

"ہوں ـــــــ" کہہ کر شبو ذرا ایک منٹ سوچتا رہا۔ "آئیے میرے ساتھ ـــــــ"

بوڑھا ساتھ چل دیا۔ باہر جا کر وہ کار میں بیٹھ گئے۔ تو بوڑھا بولا۔

"جانے ہو ششی کے ساتھ ہی میری کار بھی چلی گئی۔"

"آپ کے ماہوار اخراجات کیا ہیں؟"

"میں ساٹھ روپے ماہوار میں گذر کر سکتا ہوں۔ لیکن میری کل آمدن پینتالیس روپے ہے، وہ بھی تھوڑا سا نقد روپیہ ہے جس پر بیاج مل رہا ہے۔"

"اچھا یہ بتایئے مجھ سے آپ کیا توقع رکھتے ہیں؟" ششو نے کہا۔

"توقع ———" بوڑھا مسکرایا۔ "میرا تمہارے ساتھ رشتہ ہی کیا تھا۔ محض ششی ——— یہی مجھے کارڈ پر لکھنا پڑا۔ ورنہ شاید تم مجھے ملنا بھی گوارہ نہ کرتے ——— جب بیٹے اپنے نہ رہے۔ رشتے دار اپنے نہ رہے، تو تم تو ہمیشہ ہی غیر تھے۔ پھر میں واسطہ کس بات یا رشتہ کا دے سکتا ہوں۔ محض یہی کہ ششی نے خودکشی کر لی تھی۔ اور آج اس کی خودکشی کو فروخت کر دوں۔"

"آپ شرمندہ کر رہے ہیں مجھے۔ میں انسان ہوں ——— اور آپ بھی! کیا انسانیت رشتہ نہیں۔؟"

"لیکن ششی کی خودکشی فروخت کرنا بھی تو جائز نہیں ——— اس نے تمہارے ساتھ محبت کی، اور تمہارے لئے جان دے دی۔ اور ایک میں ہوں جو اس کی موت کو فروخت کر رہا ہوں۔" کہتے کہتے بوڑھے کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

ششو نے ڈیش بورڈ کھولا۔ اس کے اندر سے قیمتی سگریٹ کا ٹن نکالا۔

"اتنا قیمتی سگریٹ پئے تو ایک صدی ہو گئی ہے۔ میرے جسم کا لباس اس سگریٹ کا اہل نہیں۔"

"آپ سگریٹ شوق فرمایئے"۔

شنو نے شہر کے بہترین ریستوران میں سے ایک کے آگے کار روک دی۔ اور اسے لے کر اندر چلا گیا۔

شنو نے کھانے کا آرڈر دیا تو سردار ی لال بول پڑا "چکن ——— لیکن میرے بیٹے میرے پاس دانت کہاں ہیں"۔

شنو کو مینو بدلنا پڑا۔

"جس برس شنو کی شادی کی تھی۔ اس برس میں نے گیارہ سو روپے انکم ٹیکس دیا تھا۔" سرداری لال بولا۔ "تقریباً نوے روپے ماہوار ——— اور زمانہ کیوں بدل جاتا ہے"۔

کھانا آ گیا تھا۔ کھانے کے دوران شنو نے سوال کیا۔

"میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟"

"بیٹا کہا تو ہے کہ میں آسانی سے ساٹھ روپے ماہوار میں گذر کر سکتا ہوں۔ اور میری کل آمدن پینتالیس روپے ماہوار ہے۔ یعنی پندرہ روپے ماہوار کم ——— اور میں زیادہ سے زیادہ پانچ برس زندہ رہوں گا۔ پانچ برس کا فرق ہوا ایک سو اسی روپے سالانہ کے حساب سے نو سو روپے ——— اور کچھ کپڑے ——— میرا جوتا بھی پھٹ گیا ہے ——— اور یہ آخری لباس ہے جو میں نے پہن رکھا ہے"۔

"ہوں ———" شنو نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کیا تم میری مدد کر سکتے ہو ——— یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں نے تمہارے

ساتھ کبھی بات نہیں کی ۔ صرف میری بیٹی شنتی نہیں جانتی تھی ـــــ" بوڑھے کی آنکھوں میں آنسو لرز رہے تھے ۔

کھانا ختم ہوا تو بل ادا کر کے وہ کار میں بیٹھ گئے ۔

سب سے پہلے شِو نے سرداری لال کے لئے چھ ریڈی میڈ بش شرٹ اور چھ قمیص خریدیں ۔ چھ بنیان ـــــ دو جوڑے نائلن موزے ـــــ ایک جوڑا شو ۔ ایک جوڑا چپل ۔

اس شاپنگ سے فارغ ہو کر وہ کار میں جا رہے تھے تو شِو بولا "میں آپ کا اکاؤنٹ کھول رہا ہوں ۔ ابھی اس میں دو ہزار روپیہ ہوگا ۔ آپ ڈیڑھ سو روپیہ خرچ سکتے ہیں ۔ اندر اگلے ماہ میں اس میں دو ہزار مزید جمع کرا دوں گا ۔"

"کیا میں شکریہ ادا کروں ؟"

"جی نہیں !"

شِو نے کار اپنے بنک کے آگے روک دی ۔ سرداری لال کار میں بیٹھا رہا ۔ اندر جا کر وہ سیونگ بنک کا کھاتہ کھولنے کا فارم لایا ۔ جب سرداری لال اسے پڑھ کر رہا تھا تو کہہ رہا تھا ۔ "ڈیڑھ سو روپے ماہوار میں ـــــ تو میں اچھا سگرٹ پی سکوں گا ۔ صبح دو انڈے کھا سکوں گا ۔ اور ایک گلاس دودھ ـــــ بیٹے میں تمہارا کس طرح شکریہ ادا کروں ۔"

"اس کی ضرورت نہیں ۔" کہہ کر شِو نے کاغذات سنبھالے ۔ "میں دس منٹ میں چیک بک لا رہا ہوں ۔" کہہ کر وہ کار سے اتر کر چلا گیا ۔

دس منٹ بعد چیک بک اور پاس بک اس کے ہاتھ میں تھے ۔ لیکن سرداری لال

آنکھیں بند کیے سو رہا تھا۔

"تھک گئے یا کھانے کا خمار ہے۔" رشو نے چیک بک بڑھاتے ہوئے کہا۔

لیکن سرداری لال نے جواب نہ دیا۔

سامنے ڈاکٹر کی دوکان تھی۔ رشو ڈاکٹر کو بلا لایا۔

ڈاکٹر نے معائنہ کیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ آپ نے دیر کر دی۔ یہ ختم ہو چکے ہیں۔"

"ختم ——" رشو نے آہستہ سے کہا۔

"کیا یہ آپ کا سگا والد تھا؟"

"ہاں ——"

"اور یہ کار آپ کی ہے؟"

"ہاں ——" رشو نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے یہ کم سے کم تین روز سے بھوکے تھے۔" ڈاکٹر نے کہا اور اپنے شفاخانے کی طرف بڑھ گیا۔

رشو نے لاش کو دیکھا —— شنتی فروخت نہ ہو سکی۔ اس کے ذہن میں صرف یہی ایک بات گونج رہی تھی۔

٭

کمرہ پریس، فوٹوگرافرز اور فلم انڈسٹری کی متعدد معزز ہستیوں سے بھرا ہوا تھا۔ شودت کو پھولوں سے لاد دیا گیا تھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

ریتا تینوں بچوں کو دوسرے کمرے میں لے گئی۔ منا اس کی گود میں تھا۔ کرن رو رہی تھی۔ اور روی حیرت زدہ نگاہوں سے ممی کو دیکھ رہا تھا۔

"بیٹا روی، کرن ـــــ اور منے ـــــ"

منے نے پیار سے ریتا کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا۔

"منے ایسا نہیں کرتے۔" کرن نے کہا۔

پانچ برس کا منا مسکرا کر بولا۔ "ممی کی آج شادی ہے۔ دیکھو باہر کتنے آدمی آئے ہیں!"

ریتا نے آنکھوں سے آنسو صاف کئے۔

"ممی ڈیڈی کہاں ہیں؟" روی نے سوال کیا۔

"وہ ہمیشہ کے لئے چلے گئے ہیں۔ اب وہ کبھی نہیں آئیں گے۔"

"کیوں نہیں آئیں گے ؟" روی نے سوال کیا۔

"روی وہ مرچکے ہیں ۔" کرن نے روتے ہوئے کہا۔

"کیسے مرگئے ؟"

"پہلے وہ سوگئے، پھر انھوں نے سانس لینا بند کردیا۔" ریتا نے سمجھایا۔ "اور انھوں نے کہا تھا کہ تم سب اچھے بچے بننا۔ آپس میں لڑنا نہیں۔ جھگڑنا نہیں۔ وہ تمہیں وہاں بھی یاد کریں گے۔"

"کہاں ـــــ ؟" روی نے سوال کیا۔

"سورگ میں ـــــ"

"آپ کیسے جانتی ہیں۔ کیا آپ وہاں کبھی گئی ہیں ؟" روی نے جرح کی۔

"نہیں ـــــ"

"پھر وہ کیوں مرگئے ؟"

"میں نے بتایا تو ہے۔" ریتا نے کہا۔

"میں ڈیڈی کے پاس جانا چاہتا ہوں۔" روی نے کہا۔

"لیکن تم وہاں نہیں جاسکتے ـــــ اور وہاں جاکر کیا کروگے۔ ؟" کرن نے کہا۔

"جب وہ وہاں وہسکی پئیں گے، تو انہیں سوڈا کون دے گا ـــ ؟" روی نے کہا۔

"اب وہ کبھی وہسکی نہیں پئیں گے۔" ریتا نے کہا۔

"پھر یہ وہسکی جو پڑی ہے، اسے کون پئے گا ـــ آپ ـــ ؟" روی

نے رینا سے پوچھا۔

"نہیں بیٹا! میں وسکی نہیں پیتی۔ مرد پیتے ہیں۔"

"پھر ڈیڈی باہر پڑے ہیں۔ انہیں دے دو۔ وہ اپنے ساتھ سورگ میں لے جائیں گے۔" روی نے غصے سے کہا۔

"میں سمجھاتی ہوں بیٹا کہ ...."

"میں کچھ سمجھنا نہیں چاہتا۔ میں تو ڈیڈی کو وسکی دینا چاہتا ہوں۔ انہیں سورگ میں ضرورت پڑے گی۔"

"نہیں بیٹا مرنے والے وسکی نہیں پیتے۔"

"آپ جھوٹ بولتی ہیں۔ ڈیڈی مجھے کہا کرتے تھے کہ بہت عرصہ ہوا میں مر چکا ہوں۔ اب تو صرف وسکی مجھے زندہ رکھ رہی ہے ——— پھر وہ آج کیسے مرے ہیں۔ اگر مرے ہیں، تب بھی وسکی انہیں زندہ کر دے گی۔ میں جا کر انہیں وسکی دیتا ہوں اور سوڈا دیتا ہوں۔" روی نے باپ کی طرح ضد پکڑی۔

"روی ———!" کہہ کر کرن نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، جسے روی نے جھٹک کر الگ کر دیا۔

"روی بیٹا اب وہ وسکی نہیں پئیں گے۔"

"کیوں نہیں پئیں گے۔ آپ نے کہا ہے کہ وہ سو گئے ہیں۔ اور جب سو کر اٹھیں گے تو وسکی مانگیں گے۔" کہہ کر روی نے جانا چاہا۔

"روی ———" رینا نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"مجھے چھوڑ دو ——— میں ڈیڈی کے پاس جاؤں گا۔ انہیں آپ نے مار

دیا تھا۔ وہ مجھے بتایا کرتے تھے۔ انہیں صرف وہسکی زندہ رکھتی تھی۔ میں انہیں وہسکی دے کر زندہ کر دوں گا۔" کہہ روی رونے لگا۔

"روی میں نے انہیں نہیں مارا۔ وہ ہوائی جہاز میں مر گئے۔"

"نہیں! انہیں ہوائی جہاز نے نہیں مارا۔ آپ نے مارا ہے۔" کہہ کر روی جانے لگا تو کرن نے اسے بازو سے پکڑ لیا۔ روی نے بازو چھڑانا چاہا۔ جب گرفت تیز ہوگئی تو وہ فرش پر لیٹ گیا۔ اور چلّانے لگا۔ "میں ڈیڈی کو وہسکی دوں گا۔ میں ڈیڈی کو وہسکی دوں گا۔"

"کرن بیٹا اسے چھوڑ دو روی بہت اچھا ہے۔ وہ میری بات مان جاتا ہے۔" ریتا نے پچکارا۔

"میں آپ کی بات نہیں مانوں گا۔ میں ڈیڈی کی بات مانوں گا۔ میں انہیں وہسکی پلا کر زندہ کر دوں گا۔"

"بیٹا اگر تم ضد کرو گے تو ڈیڈی وہسکی پی کر بھی زندہ نہیں ہوں گے۔ اس لئے تم ضد نہ کرو۔ اور کھڑے ہو جاؤ ——— اب ہمیں شمشان جانا ہے۔"

روی کھڑا ہو گیا۔ "وہاں کیا کریں گے؟"

"وہاں ڈیڈی کو لکڑیوں پر رکھ دیا جائے گا۔ اور جلا دیا جائے گا۔" کرن نے اسے پیار سے سمجھایا۔

"کیوں جلائیں گے ——— وہ تو کہتے تھے میں ساری عمر جلا ہوں۔ اب کیوں جلائیں گے ——— میں سب کو مشین گن سے مار دوں گا۔ میری مشین گن

کہاں ہے؟" روی نے چلّا کر کہا۔" وہ مرے نہیں! وہ تو باہر سو رہے ہیں۔ لوگوں نے ان پر پھول ڈال دیئے ہیں ——— اس روز بھی ڈالے تھے جب ڈوبڈی کی فلم چلی تھی۔"

"او میرے بیٹے۔ اب تمہیں کیسے سمجھاؤں۔"

"میں سمجھنا نہیں چاہتا۔ میں انہیں وہسکی پلا کر زندہ کرنا چاہتا ہوں۔"

اس روز روی کو بڑی مشکل سے سنبھالا گیا۔ جب شو کو چتا پر لٹایا گیا تو وہ چلّانے لگا۔ اور جب اس کے ہاتھوں سے آگ دی گئی تو وہ رونے لگا کہ میں آگ نہیں لگانے دوں گا۔

لوگ واپس آئے تو روی خاموش تھا۔ وہ کسی سے بات نہ کر رہا تھا۔ اس غم و اندوہ میں کسی نے اس کی فکر بھی نہ کی۔

اس شام رینا کے ذہن میں صرف ایک بات تھی۔ شو کو پدم شری کے خطاب سے نوازا جانا تھا۔ وہ اس منظر کو دیکھنا چاہتی تھی۔ لیکن شو نے اسے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا تھا۔

"تم میرے ساتھ جس محفل میں بھی گئی ہو، وہاں تم نے ہنگامہ کھڑا کیا ہے۔ اور اب اس عظیم دن تمہیں ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔"

اور یہ عظیم دن شو کو دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔

چھ روز تک ماتم پُرسی والے آتے رہے۔ اور ساتویں روز بہادر نے بتایا کہ روی بخار سے پھُنک رہا ہے اور اس کی آنکھیں پتھرا گئی ہیں۔

روی کو فوراً ہسپتال پہنچایا گیا۔

چوبیس گھنٹے کے بعد روی شو کو وہسکی پلانے اس کے پاس پہنچ گیا۔ رینا دھاڑیں

مار مار کر رونے لگی۔

آٹھ روز میں یہ دوسری موت تھی۔ پہلے خاوند ——— اب بیٹا۔

⁂

"یہ ریڈیو ۔۔۔۔۔ ہے۔ اب آپ خبریں سنیئے"

چین نے پھر ہماری سرحدوں ۔۔۔۔۔۔۔۔

خبریں جاری تھیں۔

اروشی دلہن بنی بیٹھی تھی۔ باہر منڈپ لگا تھا۔ بارات آکر کھانا کھا رہی تھی۔ پھیروں کا وقت ہو گیا تھا۔

"تم جگ جگ جیو۔ تمہیں ساری خوشیاں میسّر ہوں۔ شادی کے موقع پر مجھے ضرور بلانا۔ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے ڈولی میں وداع کروں گا۔" نہ معلوم کیوں شِو کے یہ الفاظ اروشی کے کانوں میں گونجنے لگے۔ اس نے شِو کو شادی کا دعوت نامہ بھی بھیجا تھا اور اپنے ہاتھ سے خط بھی لکھا تھا کہ وہ شادی میں ضرور شریک ہو۔

لیکن ابھی تک شِو کی کوئی خبر نہ تھی۔ کوئی تار نہیں ——— نہ ہی آمد کی اطلاع۔

اور اروشی دلہن بنی بیٹھی تھی۔ پھیروں کا وقت ہو رہا تھا۔

اس کی سہیلیاں اسے چھیڑ رہی تھیں۔ سہاگ گیت گا رہی تھیں۔ اور اروشی دلہن بنی

سج رہی تھی۔ وہ زیورات سے لدی ہوئی تھی۔

"........ بہار میں پھر باڑھ آگئی ہے۔"

خبریں جاری تھیں "ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ نامور فنکار

شودت جنہوں نے کئی کامیاب فلمیں بنائی ہیں ...."

"خاموش ———" اروشی نے یہ نام سن کر کہا۔ اور خبروں کی طرف متوجہ ہوگئی

تمام سہیلیاں خاموش ہوگئیں۔

"ان کا دیہانت آج ہوائی جہاز میں ہارٹ فیل ہونے

سے ہوگیا ہے۔ شودت ہوائی جہاز سے دہلی آرہے

تھے۔ جہاں کل انہیں پدم شری کے خطاب سے

نوازہ جانا تھا ———" خبریں ختم ہوئیں۔

اناؤنسر نے کہا۔

"شودت مرگیا ——— ہارٹ فیل سے۔" ایک لڑکی نے کہا۔

"سنا نہیں اناؤنسر کیا کہہ رہا تھا۔ اسے کل پدم شری کا خطاب لینا تھا۔" دوسری

نے جواب دیا۔ "ابھی پچھلے ہفتے میں نے اس کی فلم دیکھی تھی۔"

لڑکیاں شودت کی فلموں پر رائے زنی کرنے لگیں۔

اروشی سوچ رہی تھی۔ "وہ میری شادی میں شریک ہونے آرہا تھا۔ آج صبح کے

جہاز سے چلا۔ اور راستے میں اس کا ہارٹ فیل ہوگیا۔"

شو نے اسے بتایا تھا کہ ایک لڑکی نے سہاگ رات کو اس کی خاطر خودکشی کرلی تھی۔

اور آج اروشی کی شادی ہورہی تھی۔ تو اس کا ہارٹ فیل ہوگیا۔ جب کہ آج اسے اس کی شادی

میں شرکت کرنا تھی۔ اور کل اسے پدم شری کا خطاب ملنا تھا۔

اروشی آہستہ سے اٹھی تو تمام سہیلیاں اس کا منہ دیکھنے لگیں۔

"اروشی ———" ایک سہیلی نے پکارا۔

اروشی خاموش رہی۔

"اروشی کہاں جا رہی ہو ؟" دوسری سہیلی نے پکارا۔

لیکن اروشی ایک ایک قدم اٹھاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ چلتے چلتے وہ منڈپ میں پہنچ گئی۔

"آؤ بیٹی آؤ" باپ نے کہا۔

"دلہن آگئی ———" پنڈت بولا۔ "ٹھیک ہے لگن میں صرف پانچ منٹ باقی ہیں۔"

دولہا اسے دیکھ رہا تھا۔

"دلہن بہت خوبصورت ہے۔" ایک آواز آئی۔

"بیٹی گھونگھٹ کھینچ لو۔" ماں نے کہا۔

"پنڈت جی۔" اروشی نے بھاری آواز میں کہا۔

"ہاں بیٹی۔"

"پنڈت جی پھیرے آج نہیں ہوں گے۔ کل ہوں گے۔" اروشی نے سخت لہجہ اور تنے ہوئے چہرے سے کہا۔

"کیا ———؟"

"کیا ———؟"

ہر کوئی چہ میگوئیاں کرنے لگا۔

"بیٹی اروشی۔" باپ بولا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں پتا جی۔" اروشی نے سخت لہجہ میں کہا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا؟" ماں بولی۔

"نہیں ماں۔"

"لیکن پھیروں کا مہورت اب کا ہے۔" پنڈت بولا۔

"پنڈت جی اگر موت کا مہورت اور لگن نہیں نکلتا تو شادی کا مہورت اور لگن بھی بکواس ہے ——— میں نے کہہ دیا ہے کہ پھیرے کل ہوں گے۔ آج شادی کا دن نہیں۔ آج ماتم کا دن ہے۔" کہہ کر اروشی بھاگ کر کمرے کے اندر چلی گئی۔

اور لوگ چہ میگوئیاں کر گئے۔

"ارے یہ گھر میں اندھیرا کیوں کر رکھا ہے ———؟" جوگیندر نے گھر میں داخل ہو کر کہا۔

لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

"ارے کوئی گھر میں ہے ——— سمی ——— سمی تم کہاں ہو ———

یہ اتنی ہولناک خاموشی کیوں چھائی ہے ——— کیا بجلی کا کرنٹ نہیں ———

آج پھر بجلی کا فیوز اڑ گیا ہے ——— ان بجلی گھر والوں نے ناک میں دم کر رکھا

ہے۔" بڑبڑاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا ——— اس نے سوئچ آن کیا تو کمرہ روشنی

سے منور ہو گیا۔

سمی پلنگ پر پڑی تھی۔ بال بکھرے ہوئے۔ چہرہ یاس و غم کی تصویر۔ آنکھیں رونے

سے سرخ ہو گئی تھیں۔

"کیا بات ہے سمی ———؟" جوگیندر نے گھبرا کر کہا۔ "تمہاری طبیعت تو

ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک ہوں۔" کہہ کر اروشی کھڑی ہو گئی۔

"تمہارے بال ——— چہرے پر غم ——— آنکھیں سرخ ———"

کہہ کر جوگندر اس کے پاس چلا گیا۔ "سمی تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک ہے ———" سمی نے گہرا سانس لیا۔

"پھر یہ اندھیرا کیوں کر رکھا ہے ——— تم سوگواری کی تصویر کیوں بنی ہوئی ہو۔

چولھا بھی نہیں جلایا۔"

"ابھی جلاتی ہوں ———" کہہ کر وہ باورچی خانہ کی طرف بڑھی۔ جب وہ دروازے

کے قریب پہنچی تو جوگیندر چلایا۔

"سمی ———"

سمی رک گئی۔ اس نے حزن و ملال بھری آنکھوں سے خاوند کو دیکھا۔

"ارے تم نے شام کا ریڈیو سنا ہے ـــــــ مشہور فنکار شبو دت ہارٹ فیل سے جہاز میں مر گیا ـــــــ کل اسے پدم شری کا خطاب ملنا تھا ـــــــ بے چارہ ـــــــ"

"بے چارہ ـــــــ" رمی نے آہستہ سے کہا اور باورچی خانہ کی طرف بڑھی۔

ایک ماہ کے مختصر عرصے میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

اس ایک ماہ میں اس گھر سے دو لاشیں اٹھی تھیں۔ ایک ریتا کے شوہر کی اور دوسری اس کے بیٹے روی کی۔

ایک نے مانگ خالی کر دی تھی۔ دوسرے نے کوکھ۔

ریتا خاوند اور بیٹے کے غم سے نڈھال ہو گئی تھی۔ اس گھر میں دو کریا کی گئی تھیں۔ ایک جوان کی اور دوسری معصوم بچے کی۔

شو کی کریا میں اس نے غریبوں کو دان، سکول کو دان اور کئی انجمنوں کو دان دیا تھا۔ تاکہ اس کی روح کو شانتی ملے۔

روی کی کریا میں اس نے روی کے تمام کھلونے دے دئے تھے۔

"ممی یہ بندوق ہے نا! میں اس سے کمیونسٹ چینیوں کو ماروں گا۔ تم مجھے نیفا کے محاذ پہ بھیج کیوں نہیں دیتی ہو"۔

ریتا نے جب روی کی یہ بندوق دی تھی، تو اس کی آنکھیں ساون بھادوں بن گئی

تھیں چینیوں سے لڑنے والا ننھا سپاہی پچیس کیلو لکڑیوں سے راکھ ہو چکا تھا۔

ایک ماہ کے قلیل عرصے میں دو موتیں ——— اور یہ گھر خالی ہو گیا تھا۔ یہ گھر اسے کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔

ریڈیو گرام پر شنو کی تصویر پڑی تھی۔ جس میں وہ مسکرا رہا تھا ——— جیسے وہ مر کر ریتا پر ہنس رہا ہو ——— اس کے کانوں میں موت سے دو دن پہلے کہے شنو کے الفاظ گونجنے لگے۔

"ریتا اگر میری موت ہی تمہاری زندگی ہو سکتی ہے تو مجھے مرنے سے عار نہیں۔"

اڑتالیس گھنٹے بعد اس نے موت کو سینے سے لگا لیا تھا۔

پھر وہ منظر جب شنو کی ارتھی اٹھ رہی تھی ——— اور ننھا رونی کہہ رہا تھا "ڈیڈی مرے نہیں! اسے ممی نے مارا ہے۔"

کرن نے اسے ڈانٹا۔ "نہیں رونی ایسا نہیں کہتے۔"

"کیوں نہیں کہتے۔ مجھے ڈیڈی کہا کرتے تھے کہ مجھے تمہاری ممی مار رہی ہے۔"

تمام لوگوں کے چہروں کا رنگ اڑ گیا تھا۔ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر ریتا کو دیکھنے لگے تھے، جیسے واقعی اس نے قتل کیا تھا۔ ارتھی اٹھی۔

ارتھی کے ساتھ ہزاروں لوگ تھے۔ بڑے بڑے اداکار، نامور ادیب، موسیقار، فلم سے متعلق لوگ ——— لکھ پتی، کروڑ پتی ——— کلرک، مزدور، قلی تک اس جلوس میں شامل تھے

فوٹو گرافر جو فوٹو لے رہے تھے۔ اخباروں کے نمائندے ——— جو خبریں چھاپنا چاہتے تھے۔ وہ لوگ جو آخری دیدار چاہتے تھے۔

پھر تاریں ـــــ ٹرنک کال ـــــ ایکسپریس خط ـــــ
لفافے ـــــ پوسٹ کارڈ ـــــ اُردو، ہندی، انگریزی، تامل، بنگالی، تیلگو، گجراتی، مرہٹی ـــــ اور ملک کی ہر زبان میں لکھے ہوئے تعزیتی خطوط۔

نائی، دھوبی، حجام، رکشا کھینچنے والے، ٹیکسی ڈرائیور، تانگہ چلانے والے، سکول اور کالج کے لڑکے اور لڑکیوں کے خطوط ـــــ کلرکوں اور افسروں کے خطوط
مختلف شہروں میں مختلف انجمنوں کے تعزیتی ریزولیشن۔

ایم ایل اے، ایم پی، وزراء کے خطوط ـــــ اخباروں میں چھپی خبریں ـــــ تصویریں ـــــ شو کے حالاتِ زندگی۔

اور یہ ڈھیر کا ڈھیر ایک میز پر پڑا تھا۔

ایک قصبے میں ایک سڑک کا نام شِو دت کے نام پر رکھ دیا گیا۔ کہیں اس کی یاد میں لائبریری کھولی جا رہی تھی۔ کہیں اس کی یاد میں انجمن قائم کر دی گئی تھی۔

رینا نے اخباروں میں شائع کرا دیا تھا کہ میں ہر خط کا جواب نہیں دے سکتی۔ میں معافی چاہتی ہوں۔

اور اب ان خطوط کا تانتا ختم ہو گیا تھا۔

ماتم پرسی والے بھی کم ہوتے ہوتے ختم ہو گئے تھے۔ پچھلے چار روز سے نہ ہی کوئی ماتم پرسی کے لئے آیا تھا۔ اور نہ ہی تعزیتی خط۔

فلیٹ میں ہو کا سناٹا تھا۔ قبرستان کی سی خاموشی ـــــ باپ اور بیٹے کے جلنے سے گھر بھی قبرستان بن گیا تھا۔

کرن ہر وقت کھوئی کھوئی رہتی ۔ بہادر خاموش رہتا ۔ منا ریتا کے پاس نہیں آتا تھا ۔ اسے بہادر ہی سنبھالتا ۔

ریتا اداس اور غمگین صوفے پر بیٹھی تھی ۔ اور خاوند کی تصویر کو دیکھ رہی تھی ۔ فلیٹ میں اس کے سوا اور کوئی نہ تھا ۔

کال بیل کی آواز سے وہ چونک پڑی ۔

ریتا نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو چونک پڑی ۔ آنے والا مہندر تھا ۔

اس نے راستہ چھوڑ دیا ۔ مہندر اندر آکر صوفے پر بیٹھ گیا ۔ ریتا اس کے مقابل بیٹھ گئی ۔

"ریتا! میں تمہارے غم میں شریک ہوں ۔" مہندر نے دبے الفاظ میں کہا ۔

ریتا نے جواب نہ دیا ۔ وہ غم زدہ سی تصویر بنی بیٹھی تھی ۔

دس منٹ گذر گئے ۔ پھر کوئی بات نہ ہوئی ۔ مہندر اپنی جگہ سے اٹھ کر ریتا کے پاس پہنچا ۔ اسے کچھ دیر دیکھتا رہا ۔ ریتا نے بھی ایک بار نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا ۔

پھر مہندر اس کے پاس بیٹھ گیا ۔ بلکہ اس کا جسم ریتا کے جسم کو چھو رہا تھا ۔ ریتا ہلکا سا کسمسائی ۔

"ریتا میں تمہارے غم میں شریک ہوں ۔" کہہ کر مہندر نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا ۔

ریتا نے چاہا کہ اس کا ہاتھ ہٹا دے ۔ لیکن وہ ہٹا نہ سکی ۔

"ریتا اس طرح خاموش رہنے سے تو یہ غم کھا جائے گا ۔ میں آیا ہوں ۔ کوئی بات کرو ۔"

"اب کرنے کے لئے رہ ہی کیا گیا ہے ـــــ ایک ماہ ـــــ اتنے قلیل

عرصہ میں کیا سے کیا ہو گیا ہے۔"

مہندر نے ہاتھ اس کے کندھے سے ہٹا کر اس کی کمر کے گرد حمائل کر دیا تو ریتا پھر کسمسائی۔

دو منٹ بعد مہندر نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ چند منٹ وہ اسی حالت میں رہا۔ پھر اس کا گرم سانس ریتا کی گردن سے ٹکرانے لگا، تو ریتا کو ابکائی آ گئی۔

مہندر نے اپنا منہ اٹھایا۔ اور اپنے ہونٹوں کو ریتا کی گردن کے خم پر رکھ دیا۔

"مہندر ——— نہیں ——— نہیں ———" ریتا نے کمزور سی آواز میں کہا۔

"ریتا تمہیں سہارے کی ضرورت ہے ——— یہ غم ——— میں جانتا ہوں۔"

دو منٹ وہ اس کی گردن کے خم کو چومتا رہا۔ پھر وہ اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں کے قریب لے گیا، تو ریتا نے منہ پھیر لیا۔

"مہندر ...." وہ اسے منع کرنا چاہتی تھی، لیکن کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

مہندر نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنی طرف کر لیا۔ ریتا کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے ہونٹ ریتا کے ہونٹوں پر رکھے تو ریتا کے ہونٹ برف کی طرح سرد تھے۔

صرف ایک ماہ ———

خاوند ——— اور ——— بیٹا ———

پانچ منٹ تک مہندر ان ہونٹوں کو گرم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اور پانچ منٹ

بعد ریتا کے جسم میں پہلی حرکت ہوئی۔ اس کا ہاتھ اٹھا، اور مہندر کی پشت پر پہنچ گیا۔
ہونٹوں کی ٹھنڈک کم ہوتی جارہی تھی۔ ریتا کا دوسرا ہاتھ بھی مہندر کی پشت پر پہنچ چکا تھا۔

دس منٹ بعد وہ پلنگ میں تھے۔ اور شیودت کی روح اس باوفا عورت پر مسکرارہی تھی۔ جس کی خاطر اس نے جان دے دی تھی۔

❖

ختم شد

۱۰۔۱۲۔۱۹۹۶